سیّدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے حالات پر ایک مختصر کتاب

زُبدۃ الآثار

تلخیص

بہجۃ الاسرار

تالیف لطیف

شیخ عبدالحق مُحدّث دہلوی رحمہ اللہ

ترتیب و ترجمہ

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی ایم اے

مکتبۂ نبویّہ لاہور

سیّدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے حالات پر ایک مختصر کتاب

زُبدۃ الآثار

تلخیص

بہجۃ الاسرار

تالیف لطیف

شیخ عبدالحق مُحدّث دہلوی رحمہ اللہ

ترتیب و ترجمہ

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی ایم اے

مکتبۂ نبویّہ لاہور

نام کتاب ——— زبدۃ الآثار تلخیص بہجۃ الاسرار

تصنیف ——— شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ

ترجمہ ——— پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی

مقدمہ ——— حضرت مولانا فیض احمد صاحب فیض
جامعہ غوثیہ گولڑہ شریف

پیشکش ——— سید بشیر حسین طاہری

اہتمام ——— جناب ڈاکٹر محمد انور رحیمیہ

سرِورق ——— حافظ محمد یوسف سدیدی

کتابت ——— محمد شریف گل

تصحیح ——— جناب محمد عالم مختار حق

طابع: ———

بارِ سوم ——— 2001

قیمت ——— 45 روپے

مکتبہ نبویہ ۔ گنج بخش روڈ ۔ لاہور

فہرست

غوث الثقلین رضی اللہ عنہ

حضرت مولانا فیض احمد فیض صاحب مدظلہ العالی
صدر مدرس جامعہ غوثیہ گولڑہ شریف

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی حیاتِ مبارکہ اہلِ محبت و ولایت کے لیے مشعلِ راہ رہی ہے۔ جناب غوثیت مآب ولایت و روحانیت کے مینارۂ نور کی حیثیت سے کائنات ارضی پر جلوہ گر ہوئے اور اسلام کی روحانی زندگی کو مشارق و مغارب کی پہنائیوں میں نافذ کرتے رہے دنیائے اسلام کی روحانی بارگاہیں آپ ہی کی نگاہِ کرم سے منور ہوئیں اور ولایت کے تمام سلاسل آپ سے ہی فیض یاب ہوتے رہے۔ وہ سلسلۂ عالیہ قادریہ کے موسس ضرور تھے مگر سلاسل اربعہ کے شہنشاہ آپ کے ہی باجگزار رہے ؎

راج کس شہر میں کرتے نہیں تیرے خدام — باج کس نہر سے لیتا نہیں دریا تیرا
مزرع چشت بخارا و عراق و اجمیر — کون سی کشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا
گردنیں جھک گئیں سر بچھ گئے دل ٹوٹ گئے — کشف ساق آج کہاں یہ تو قدم تھا تیرا
تاج فرقِ عرفا کس کے قدم کو کہیے — سر جسے باج دیں وہ پاؤں ہے کس کا، تیرا

حضرت شیخ محدث دہلوی (مولفِ کتاب زبدۃ الآثار) سلسلۂ قادریہ کے جید عالم دین ہیں۔ انھوں نے حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کی بارگاہِ غوثیت مآب میں اپنی عقیدت کا اظہار کر کے آپ کے مختصر سے حالات جمع کر دیے ہیں جو ہدیۂ ناظرین ہیں۔

دنیائے ولایت کے واقفانِ اسرار اس بات پر متفق ہیں کہ تمام روحانی سلاسل سیدنا حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی وساطت سے پھیلے، نقشبندیہ سلسلہ حضرت امام جعفر صادق رض کے واسطے سے آپ کے جدِ مادری سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے منسلک ہے ورنہ قادریہ، چشتیہ، اویسیہ، رفاعیہ، مولویہ، شاذلیہ، شطاریہ اور بندگیہ وغیرہ اسی منبع و مرجع کے مرہونِ احسان ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد میں سے جناب سیدنا محی الدین ابی محمد عبدالقادر

جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ احیائے دین کے سِلسلے میں وُہ بطلِ جلیل اُور رہبرِ عظیم ہیں، جن کے دستِ برکت نے دینِ اسلام کو ایک مثالی شکل میں مریض پاکر حیاتِ نو بخشی اُور چار دانگ عالم میں محیُ الدین کے لقب سے مشہور ہُوئے۔ عُلماء، مُحدّثین اُور اکابرِ سلف کی ایک کثیر تعداد نے آپؓ کے فضائل اُور مناقب میں ضخیم کُتب تحریر کی ہیں۔ ان میں سے مندرجۂ ذیل یہاں عربی زبان میں دستیاب ہو سکتی ہیں اُور بعض کے اُردو اُور فارسی ترجمے بھی شائع ہو چکے ہیں:۔

۱۔ نورُ النّاظِر فی اخبار شیخ عبدُ القادرؓ، از علامہ ابوبکر عبدُ اللہ تمیمیؒ عراقی

۲۔ بہجۃُ الاسرار، از علامہ نورالدین ابوالحسن علی بن یوسف شنطوفی

۳۔ رأسُ المفاخر فی مناقبِ الشیخ عبدُ القادرؓ، از امام عبدُ اللہ ابن السعد الیافعی الشافعی

۴۔ دُررُ الجواہر فی مناقبِ الشیخ عبدُ القادرؓ، از علامہ سراجُ الدین ابوحفص عُمر ابنِ علیؒ

۵۔ روضۃُ النّاظر فی مناقبِ الشیخ عبدُ القادرؓ، از علامہ مجدالدینؒ فیروز آبادی مصنّف "قاموس اللُّغت"

۶۔ الروضُ الزّاہر فی مناقبِ الشیخ عبدُ القادرؓ، از علامہ ابوالعبّاس احمد قسطلانیؒ صاحب "مواہبُ اللّدنیّہ"

۷۔ نُزہتُ الخاطر الفاتر فی مناقبِ الشیخ عبدُ القادرؓ، از علامہ علی بن سُلطان محمد قاریؒ حنفی صاحب "مرقاۃ شرحُ المشکوٰۃ"

حضرتِ غوثُ الاعظمؓ دُنیا کے تمام اولیاء اللہ کے سردار اُور نبوّت کے بعد ولایت کے اُس مقامِ اقصیٰ پر فائز ہیں، جہاں اُور کسی کو رسائی نصیب نہیں ہُوئی۔ آں جنابؓ کی ولادت ۴۷۱ھ میں ہُوئی۔ اکانوے برس کی عُمر پائی اُور ۵۶۲ھ میں وصال ہوا۔ ولادت کی تاریخ لفظ "عاشق" سے اُور عُمر شریف لفظ "کمال" سے نکلتی ہے۔ اسی طرح سن وصال کے الفاظ بحساب ابجد "معشوقِ الٰہی" ہیں۔ لہٰذا کیا خُوب کہا ہے ؎

سِنّش "کامل" و "عاشق" تولّد   وصالش داں ز "معشوقِ الٰہی"

پیدائش کے وقت عالمِ اسلام کی حالت

تاریخ کے مُطالعہ سے پایا جاتا ہے کہ جنابِ غوثُ الاعظمؓ کی پیدائش سے قبل دُنیائے اسلام پر زوال و انحطاطِ عمُومی کا دور شروع ہو چُکا تھا۔ اگرچہ بظاہر اسلامی سلطنتوں کے اقتدار کا سلسلہ اُندلس سے لے کر ہندوستان تک پھیلا ہوا تھا مگر اندرونی طور پر حالات نہایت خراب و ناگفتہ بہ تھے۔ دُنیائے اسلام کی مرکزی طاقت یعنی خلافتِ بغداد بہت کمزور ہو چکی تھی۔ اُور باقی ہر طرف طوائف الملوکی کا دَور دَورہ تھا۔ سیاسی و معاشرتی لحاظ سے ہر جگہ انتشار تھا۔ علامہ شبلی نعمانیؒ، سید سلیمان ندویؒ نے اپنی تاریخی کتابوں اُور علامہ ابن جوزیؒ نے "المنتظم" میں اُس وقت کے اسلامی ممالک کے جو حالات تحریر کیے ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ بدکاری، فسق و فجور، سیاسی اَبتری اُور اَخلاقی انحطاط انتہا کو پہنچ چکے تھے۔

اُندلس میں امیر عبدُ الرحمٰن اُموی کی قائم کردہ حکومت کی مرکزی حیثیت ختم ہو چکی تھی۔ یورپ کی عیسائی حکومتیں موقع کی تاک میں تھیں کہ مُسلمانوں کو ختم کر کے اپنی حکومت قائم کریں۔

مصر میں سلطنتِ باطنیہ عُبیدیہ جسے علامہ سیُوطیؒ نے "تاریخ الخُلفاء" میں دولتِ خبیثہ کے نام سے پُکارا ہے اِلحاد اُور بے دینی کے نظریات پھیلا رہی تھی۔ اُس کے اربابِ اختیار نے جس قدر اِسلامی اَقدار کو نقصان پہنچایا، اُس کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔

بَیت المقدس پر عیسائیوں کا قبضہ ہو جانے کے بعد وُہ لوگ عراق و حجاز پر حملے کی تیاریوں میں مصرُوف تھے۔ گویا مسیحی دُنیا کی مُتحدہ قوّت اِسلام کو مٹانے پر تُلی ہُوئی تھی۔

مشرقِ وُسطیٰ میں دَولتِ عبّاسیہ کا وجُود برائے نام ہوتا جارہا تھا اور سلجُوقی و دیگر ماتحت سلاطین خانہ جنگیوں میں مُبتلا تھے۔ جس سُلطان کی طاقت بڑھ جاتی، بغداد میں اُسی کا خُطبہ شرُوع ہو جاتا۔

افغانستان و ہندوستان کے شمال مغربی علاقے میں سُلطان محمُود غزنوی کے جانشینوں کا زوال شرُوع ہو چُکا تھا اور ہندو راجے مہاراجے اپنی سابقہ شکستوں اَور ذِلّتوں کا اِنتقام لینے کے لیے صلاح مشورے کر رہے تھے۔

اِس کے علاوہ مُسلمانوں کی اخلاقی حالت بھی گر چُکی تھی۔ طبقۂ اُمرا عیش و عشرت میں مُبتلا تھا۔ مشرقِ وُسطیٰ کے ایک اَوسط درجے کے رئیس اِبنِ مروان کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ اُس کی حرم سرائے میں صرف گانے بجانے والی لونڈیوں کی تعداد پانچ صد کے قریب تھی اَور بقول امام یافعیؒ قرطبہ کے ایک امیر معتمدؔ نامی کے ہاں ایسی آٹھ صد عورتیں تھیں۔ ہسپانیہ کے نقاب پوش سلاطین کے دَور میں اِسلامی پردہ بھی ختم ہو چکا تھا۔ مردوں نے نقاب پہننا شرُوع کر دیا تھا اَور عورتیں کُھلے مُنہ پھرتی تھیں۔ بدکاری و شراب نوشی عام تھی۔ عوام کا تو ذِکر ہی کیا، اُمرا، سلاطین اَور عُلما تک وجاہت پرستی اَور دُنیوی عیش کا شکار تھے۔

مذہبی اَور رُوحانی صُورتِ حال اِس سے بھی بدتر تھی۔ قرامطہ اَور باطنیہ نیز اہلِ رفض و اِعتزال و عُلمائے سُوء کے فِتنوں اَور لاتعداد پیدا ہو جانے والے دیگر فرقوں نے اِسلام کے مرکزی شہر بغداد تک میں اُودھم مچا رکھا تھا۔ ہر روز بے شمار مشائخ، عُلما، اُمرا اَور دیگر سرکردہ مُسلمان فرقۂ باطنیہ کی سازشوں اَور خنجرِ خُون آشام کا شکار ہو رہے تھے۔ مشہُور زمانہ سلجُوقی وزیر نظامُ الملک طُوسی اَور اُس کے بعد ۴۸۵ھ میں سلجُوقی فرماں روا ملک شاہ بھی اِن خُدا ناترس قاتلین کے ہاتھوں جامِ شہادت نوش کر چُکے تھے۔ یُونانی فلسفہ الگ اِسلامی عقائد و نظریات کی جڑیں کھوکھلی کر رہا تھا اَور عُلمائے اِسلام اِس سے متاثر ہو کر دِین سے بتدریج دُور ہوتے جارہے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مسٹر گبن و دیگر یورپین مؤرخوں نے اِس زمانے کو دُنیائے اِسلام کا ایک تاریک دَور شمار کیا ہے۔

امام غزالیؒ "اِحیاءُ العلوم" میں اس زمانے کے عُلما کے متعلق لکھتے ہیں کہ وُہ ہر وقت شیعہ، سُنّی، حنبلی اَور اشعری مناظرات میں مصرُوف رہتے تھے۔ گالی گلوچ اَور کُشت و خُون تک نوبت پہنچنا ایک معمُولی بات تھی۔ اَور کچھ نہ ہو تو صدر نشینی پر ہی جھگڑا کھڑا ہو جاتا تھا۔ معاشرے کا یہی وُہ سیاسی اَور رُوحانی اِدبار تھا، جسے آں حضرتؐ نے مُسلمانوں کے لیے سب سے زیادہ خطرناک قرار دیا تھا۔ "صحاحِ ستّہ" میں بالفاظِ مختلفہ یہ حدیث شریف تحریر ہے: "خُدا کی قسم، غُربت و افلاس کا تمہارے متعلق مجھے کوئی خوف نہیں، بلکہ مجھے اِس بات کا ڈر ہے کہ تم پر دُنیا کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اَور پھر جیسے تم سے پہلی اُمّتوں میں مُقابلے کا بازار گرم ہوا، اُسی حالت میں تم بھی مُبتلا ہو جاؤ گے۔ یعنی اِس حالت میں اغیار نہیں بلکہ خُود مُسلمان ہی مُسلمانوں کو ختم کرنے کے دَرپے ہو جائیں گے۔"

اِسی رُوحانی اِدبار کے متعلق "فیضُ الباری" "تعلیقاتِ بُخاری" میں بھی علّامہ انور شاہ کشمیری نے ایک روایت نقل کی ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا: "پانچویں صدی کے قریب میری اُمّت پر آفت کی ایک چکّی چلے گی۔ اگر اِس سے یہ بچ نکلی تو پھر کچھ مدّت کے لیے اسے اِستقامت حاصِل ہو جائے گی۔"

چُنانچہ اِن حالات میں ایک ایسی ہی رُوحانی قُوّت کی ضرُورت تھی، جو تمام طاغُوتی طاقتوں کو مغلوب کر کے اپنے

عالم گیر اثر کے باعث بنی نوعِ انسان کو از سرِ نَو دینِ اسلام پر قائم کرے اور دین کی تقویت و غلبہ کا مُوجب ہو۔ جس کی نظر میں تمام کائنات رائی کے ایک دانے کے برابر ہو۔ جس کا علم علُومِ الٰہیّہ کا اور جس کی طاقت قادرِ حقیقی کی قدرت کا مظہر ہو۔ جو سُلطان الوقت اور مُوجبِ تصریحات اکابرینِ دین متصرّف علی الاطلاق ہو، جو نوعِ انسانی کو مادیّت کی ذِلّتوں، نفس پرستیوں اور اخلاقی پستیوں سے نکال کر رُوحانی بلندیوں اور اخلاقی اُستواریوں سے رُوشناس کرائے۔ اِن کمالات و تصرّفاتِ رُوحانی کا حامل اُمّتِ مرحُومہ کا یہی بطلِ جلیل اور مردِ عظیم تھا، جسے قیامت تک دُنیا پیرانِ پیر، غوث الاعظمؓ اور محی الدینؓ کے مُبارک ناموں سے پُکارتی رہے گی ؎

بے شک کلیدِ قفلِ درِ مدّعا ہو تمؓ
اولادِ خاصِ سبطِ رسُولِ خدا ہو تمؓ

یہ اسی مُبارک و کریم النّفس انسانِ کامل کی برکت تھی کہ نہ صرف دینِ اسلام سنبھل گیا اور مُسلمانوں کے اندرُونی و بیرُونی حالات اصلاح پذیر ہونا شرُوع ہو گئے بلکہ اُن میں اُس فتنۂ عظیم سے نبرد آزما ہو کر ایمان سلامت لے نکلنے کی صلاحیّت و حوصلہ بھی پیدا ہو گیا جو کہ آں جنابؓ کے وصال کے تقریباً نصف صدی بعد تاتاری طُوفان و غارت گری کی صُورت میں قیامتِ صُغریٰ بن کر نمُودار ہُوا اور دُنیائے اسلام پر ٹُوٹا۔

حضرتِ غوثُ الاعظمؓ نے اپنے اِن خُداداد کمالات کا بطورِ تحدیثِ نعمت قصیدۂ غوثیہ میں ذکر فرمایا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ بھی "ہمعات" میں اس کے متعلق فرماتے ہیں:۔

"اصل نسبت حضرت غوثُ الاعظمؓ نسبتِ اویسیّہ است بامزجے از برکاتِ نسبتِ سکینہ بایں معنی کہ ایں کس مُراد و محبُوب نُقطہ کہ با ذاں ذاتِ الٰہیّہ است در شخصِ اکبر، در ضمنِ حُبّ نفوُسِ فلکیّہ ملاءِ اعلیٰ و ارواح کمّل گردد۔ واز راہِ ایں حُبّ سیلان کند بر وُے تجلّی از تجلّیاتِ الٰہیّہ کہ جامع است میانِ ابداع و خلق و تدبیر و تدلّی۔ و ظاہر شود اُنسے و برکتے کہ اِنتہا ندارد۔ دریں صُورت قصدِ ایں کمال و توجّہ بداں کردہ باشد یا نہ۔ گویا امرے منتظم بغیر ارادۂ وے ظہُور می کُند۔ ازینجاست کہ حضرتِ غوثُ الاعظمؓ بہ تفاخر و کلماتِ کبریائیہ متکلّم شُدہ اند و تسخیرِ عالم از ایشاں ظاہر می شُد۔" (ہمعہ ۱۶)

ترجمہ:۔ حضرتِ غوثُ الاعظمؓ کی اصل نسبت نسبتِ اویسیّہ ہے، جس میں نسبتِ سکینہ کی برکات بایں معنی شامل ہیں کہ یہ شخص ذاتِ الٰہیّہ کی ذال کے نُقطے کی طرح شخصِ اکبر میں اَرواحِ کاملہ و ملاءِ اعلیٰ کے نفوُسِ فلکیّہ کی محبّت میں محبُوب و مُراد بن جاتا ہے اور اس مقامِ محبُوبیّت کے ذریعے اُس کے اِرادہ و توجّہ کے بغیر تجلّیاتِ الٰہی میں سے وُہ تجلّی جو ابداع، خلق، تدبیر و تدلّی کی جامع ہے، اُس پر ظہُور کرتی ہے، جس کے باعث ایسے اُنس و برکات کا ظہُور ہوتا ہے، جن کی انتہا نہیں۔ گویا انتظامی اُمُورِ کائنات خُود بخُود ظہُور پذیر ہوتے رہتے ہیں۔ اِسی وجہ سے حضرتِ غوثُ الاعظمؓ نے کلماتِ فخریہ فرمائے ہیں اور اُن سے تسخیرِ عالم کا ظہُور ہُوا ہے۔"

اِس کی تائید قُربِ نوافل کی حدیثِ قُدسی کُنْتُ لَهٗ سَمْعًا وَّبَصَرًا وَّيَدًا وَّلِسَانًا بِيْ يَأْخُذُ وَبِيْ يَبْطِشُ وَبِيْ يَمْشِيْ سے بھی ہوتی ہے، جس کا مطلب ہے کہ جب سالک اپنی صفات و ذات کو مٹا کر فنا فی الصّفات والذّات حق تعالیٰ ہو جاتا ہے تو حق تعالیٰ کی ذات و صفات سے مُتّصف و باقی ہو جاتا ہے۔ حق تعالیٰ ہی اُس کے کان، آنکھ،

ہاتھ، زبان بن جاتا ہے اور اُسی کے ساتھ ہی وُہ پکڑتا، حملہ کرتا اور چلتا پھرتا ہے۔ یعنی ہر لحاظ سے وُہ اللہ تعالیٰ کی صفات و طاقتوں کا مظہر بن جاتا ہے اور کائنات میں متصرف ہوتا ہے۔

غوث الاعظم رض کی تشریف آوریٔ بغداد

حضرت غوثُ الاعظم رض ۴۸۹ سنہ ھ میں بغداد تشریف لائے اور آپ رض کے ورُودِ بغداد کے ساتھ ہی رُوحانیت کا کچھ ایسا معنوی دَور چلا کہ عراق میں بڑے بڑے وجاہت پسند عُلماء اور اُمراء میں رُوحانی اِنقلاب نمُودار ہونا شروع ہوگیا۔ لوگ دِین کی طرف زیادہ راغب ہوگئے۔ عُلماء جو وجاہتِ ذاتی کے لِیے باہم دست و گریبان رہتے تھے، عبادات و ریاضات میں ایک دُوسرے پر سبقت حاصِل کرنے کی کوششوں میں لگ گئے۔ اِمام غزالیؒ جن کا ظاہری طور پر تو حضرتِ غوثُ الاعظم رض سے اِستفادہ ثابت نہیں، آپ رض کی تشرِیف آوریٔ بغداد کے وقت صدارت نظامیہ پر متمکّن تھے اور علمی شان وشوکت کے ساتھ ریشمی جُبّے اور عبائیں زیب تن کرکے نظامیہ بغداد کی صدارت پر جلوہ گر ہُوا کرتے تھے۔ حضرتِ غوثُ الاعظم رض کی محض تشریف آوری کے رُوحانی اثر سے ظاہری وجاہت ترک کرکے طریقت و سلُوک کی طرف متوجّہ ہوگئے اور بقیّہ عُمر قحبۂ دہریّت کے خلاف جہاد میں بسر کی۔

شیعہ، سُنّی اور حنبلی، اشعری تنازعات ختم ہوگئے۔ سلجُوقیوں کی خانہ جنگی بھی جس میں مُسلمانوں کا بے شُمار اتلافِ جان ہورہا تھا، بتدریج بند ہوگئی۔

حضرتِ غوثُ الاعظم رض کے مسندِ ارشاد پر تشریف فرما ہوتے ہی آپ رض کے خُلفاء و شاگرد مشرق و مغرب میں پھیل گئے۔ اور آپ رض کی تعلیم کے مُطابق تبلیغ و احیائے دین کے مُبارک مشن کو اِس خُوش اسلوبی سے سرانجام دیا کہ ہر مُلک میں عوام و خواص اللہ کے رنگ میں رنگے جانے لگے اور آپ رض کی ذاتِ گرامی کا پیرانِ پیر و غوث الاعظم رض کے اَلقاب گرامی سے چار دانگِ عالم میں شہرہ ہوگیا۔

آپ رض کے رُوحانی تصرفات

آپ رض کے مُبارک دَور میں عراق و عرب کی متذکرہ بالا اِصلاحی صُورت میں آپ رض کے ساتھ آپ رض کے خلیفہ حضرت عبدالقاہرؒ اور اُن کے بعد اُن کے بھتیجے شیخ الشیُوخ حضرت شہاب الدین سُہروردیؒ اور اُن کے خلیفہ حضرت شیخ سعدی شیرازیؒ کی مساعیٔ جمیلہ کو بھی دخل تھا۔

اُندلس میں حضرتِ عمّار بن یاسرؒ اُندلسی جو حضرت عبدُالقاہرؒ متذکرہ صدر کے خلیفہ تھے اور حضرت ابُو مدیَن رض مغربی و حضرت شیخ مُحی الدینؒ ابنِ عربیؒ کے اِرشاد و تبلیغ اور کشف و کرامات کے باعث "موحّدین" کی سلطنت معرضِ وجُود میں آئی جس کی وجہ سے اُس نواح میں آئندہ کئی صد سالوں کے لِیے اِسلام کو اِستحکام نصیب ہوگیا۔ حضرتِ عمّار بن یاسرؒ کے خلیفہ حضرت نجمُ الدین کُبریٰ تھے، جن کے سِلسلۂ اِرادت سے حضرتِ شمسُ الدین تبریزیؒ، شیخ بہاؤ الدین (والد حضرتِ مولینا رُومؒ) اور مولینا فخرُ الدین رازیؒ جیسے سرآمدِ رُوزگار ظاہر ہُوئے۔

(حضرتِ قبلۂ عالم گولڑوی قُدس سِرّہ العزیز کے سِلسلہ ہائے طریقت میں سے ایک قادری سِلسلہ تو حضرت شیخ عبدُالقاہرؒ کے

واسطہ سے اور دُوسرا قادریہ جدّیہ سلسلہ آپؓ کے جدِ امجد حضرت میراں شاہ قادر قمیصؒ وجناب غوثِ پاکؓ کے منجھلے صاحبزادے حضرت شیخ عبدُالرزّاقؒ کے واسطہ سے جو حضرت قبلۂ عالمؒ کے جدِ اعلیٰ بھی ہیں، حضرت غوث الاعظمؓ سے جا ملتا ہے۔ گویا حضرت قبلۂ عالمؒ جسمانی و رُوحانی ہر دو طور پر حضرت سرکار بغدادؓ کی اولاد ہیں)

مصر کی حکومتِ باطنیہ بھی آپؓ ہی کے وقت میں زوال پذیر ہو کر بالآخر ۵۶۷ھ میں، یعنی آپؓ کے وصال کے بعد پانچ سال کے اندر اندر صفحۂ ہستی سے حرفِ غلط کی طرح مٹ گئی اور اُس کی جگہ سلطان نُورالدینؒ زنگی اور پھر سلطان صلاح الدین ایّوبیؒ بساطِ حکومت پر نمودار ہُوئے، جنہوں نے مرکزی خلافت سے تعلّق جوڑ کر اپنی سلطنتوں کو وحدتِ اسلامی میں منسلک کرتے ہُوئے عباسی خلیفہ کا نام خُطبے میں پڑھوانا شروع کیا اور پھر اپنے اپنے وقت میں یورپ کی متحدہ صلیبی طاقت کو کئی لڑائیوں میں کمر توڑ شکستیں دے کر بیتُ المقدس کو آزاد کرا لیا۔ امام یافعیؒ اور ابنِ اثیرؒ نے اپنی کُتبِ تاریخ میں ان دیندار حُکمرانوں کی تعریف میں نہایت شرح و بسط سے تحریر کیا ہے۔

ان ہی ایام میں غزنویوں کی تباہ شُدہ سلطنت کی جگہ غوری خاندان نے ہندوستان میں ایک نئی اور وسیع تر اسلامی حکُومت کی داغ بیل ڈالی۔ جس میں حضرت غوثُ الاعظمؓ کے قریبی عزیز و فیض یافتہ حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین اجمیریؒ کا بھی ہاتھ تھا۔ بعد میں آپؒ کے خُلفاء و شاگردوں اور مشائخ چشت اہلِ بہشت اور مشائخ سُہروردیہ حضرت شیخ بہاؤالدینؒ زکریا، شاہ صدرُالدین عارفؒ، ابُوالفتح شاہ رُکنِ عالم مُلتانیؒ، سیّد جلال الدین بُخاریؒ اُوچی، مخدُوم جہانیاں جہاں گشتؒ اُوچی وجناب لعل شہباز قلندرؒ سندھی وغیرہ بزرگان نے اس برِّصغیر میں دُور و نزدیک اپنی اَن تھک مساعی سے لوگوں کو دولتِ اسلام سے سرفراز فرمایا۔

گویا حضرتِ غوثُ الاعظمؓ اور آپ کے بِلاواسطہ و بالواسطہ فیض یافتگان کی کوششوں سے نہ صرف دینِ اسلام میں نئی زندگی نمودار ہُوئی بلکہ جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے اُس کی رُوحانی قوّتِ دفاع اس حد تک بیدار و اُستوار ہوگئی کہ جب ساتویں صدی کے آغاز میں یعنی ۶۱۵ھ میں تاتاریوں کی قیامت خیز یلغار سے نصف صدی یعنی ۶۵۶ھ تک اسلامی سلطنتوں کی اینٹ سے اینٹ بج گئی تو ظاہری حالات کے تقاضوں اور عام توقعات کے برعکس، اسلام کا چراغ گُل ہونے کی بجائے نہ صرف روشن رہا، بلکہ صرف پچیس سال کے اندر اندر یعنی ۶۸۰ھ تک خُود ان غارت گروں کو اپنا حلقہ بگوش بنانے میں کامیاب ہو گیا۔ سچ ہے ؎

چراغے را کہ ایزد بر فروزد کسے کو تُف زند ریشش بسوزد

اور یہ معرکہ کسی شاہی لشکر یا دُنیوی طاقت سے سر نہیں ہوا، بلکہ اُسی سُلطان الوجُود، قُطبُ الوقت، خلیفۃ اللّٰہ فی الارض، وارثِ کتاب و نائبِ رسولؐ، المتصرّف فی الوجُود علی التحقیق، مظہرِ اسمائے الٰہی، غوث الاعظمؓ دستگیر کے رُوحانی تصرّف کا اعجاز تھا کہ دُشمنانِ اسلام نے اسلام قبُول کر کے اس کی وُہ خدمات انجام دیں کہ باید و شاید۔

تاتاریوں کا قبُولِ اسلام

تاتاریوں کے قبُولِ اسلام کا واقعہ بھی دلچسپی سے خالی نہیں۔ کُتبِ تاریخ میں لکھا ہے کہ تاتاریوں کے غلبے کے بعد سلسلۂ عالیہ قادریہ کے ایک خُراسانی بزرگ اشارۂ غیبی کے تحت ہلاکُو خان کے بیٹے تگودار خان کے پاس پہنچے۔

وُہ شکار سے واپس آرہا تھا اور اپنے محل کے دروازے پر اِس درویش کو دیکھ کر باندازِ تمسخر وحقارت کہنے لگا کہ" اے درویش! تمہاری داڑھی کے بال اچھے ہیں یا میرے کُتے کی دُم ؟" آپؒ نے جواباً فرمایا کہ" میں بھی اپنے مالک کا کُتا ہُوں۔ اگر مَیں اپنی جاں نثاری و وفاداری سے اُسے خُوش کر پاؤں تو میری داڑھی کے بال اچھے ہیں، ورنہ آپ کے کُتے کی دُم اچھی ہے جو آپ کی فرماں برداری کرتا ہے اور آپ کے لیے شکار کی خدمت انجام دیتا ہے۔" تگودارخان پر اِس اندازِ گفتگو کا بہت اثر ہؤا اور اُس نے آپؒ کو اپنا مہمان رکھ کر آپؒ کی تعلیم و تبلیغ کے زیرِ اثر درپردہ اِسلام قبول کر لیا، مگر اُسے اِس خیال سے ظاہر نہ کیا کہ ناسازگاریٔ حالات کے پیشِ نظر کہیں اپنی قوم کی مخالفت کا سامنا نہ کرنا پڑے بعد ازاں اُن کو یہ کہہ کر رُخصت کر دیا کہ کچھ عرصہ بعد تشریف لایئے گا تاکہ میں اِس دَوران اپنی قوم کو ذہنی طور پر یہ نیا مذہب قبول کرنے کے لیے تیار کر سکوں۔ وُہ درویش واپس وطن تشریف لے گئے، مگر چُونکہ وقت پُورا ہو گیا تھا اِس لیے بمقتضائے الٰہی داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے۔ بمِصداق"ہر چہ پدر نتوانست، پسر تمام کُند" کچھ عرصے بعد اُن کے صاحب زادے باپ کی جگہ حسبِ وصیت تگودارخان کے پاس پہنچے تو اُس نے کہا کہ باقی سردارانِ قوم تو قریباً مائل ہو گئے ہیں، مگر ایک سردار جس کے پیچھے کافی جمعیت ہے، آمادہ نہیں ہو رہا ہے۔ حضرتؒ نے تگودارخان کے مشورے سے اُسے بُلوایا اور تبلیغ فرمائی، مگر اُس نے کہا، مَیں ایک سپاہی ہُوں، جس کی ساری عُمر جنگ میں گزری ہے۔ مَیں صِرف طاقت میں اِیمان رکھتا ہُوں، اگر آپ میرے پہلوان کو کُشتی میں پچھاڑ دیں تو میں مُسلمان ہو جاؤں گا۔ یہ بات سُن کر آپؒ نے تگودارخان کے منع کرنے کے باوجُود اُس سردار کا چیلنج منظُور کر لیا اور مُقابلے کے لیے تاریخ و وقت کا تعین کر کے اجتماعِ ناظرین کے خیال سے اعلانِ عام کرا دیا۔ تگودارخان نے بہتیرا کہا کہ ایک تاتاری نوجوان پہلوان سے ایک سِن رسیدہ و کمزور جسم درویش کا مقابلہ ناانصافی اور قتلِ عمد کے مُترادِف ہے، مگر مُخالف سردار نے کہا کہ یہ مقابلہ ہو کر رہے گا۔ اوّل تو اِس لیے کہ اِس درویش کے قتل سے اِس قِسم کے دُوسرے دخل در معقُولات کرنے والوں کو عبرت ہو گی اور دُوم اِس لیے کہ خانِ اعظم یعنی تگودارخان آئندہ اِس قِسم کے چلتے پھرتے لوگوں کی باتوں کو درخورِ اعتناء نہ سمجھا کریں گے۔

پاسباں مِل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

چُنانچہ مقررہ دِن ہزارہا مخلُوق کی موجُودگی میں مقابلہ ہؤا۔ حضرتؒ نے جاتے ہی ایک طمانچہ اِس زور کا اُس تاتاری پہلوان کے مُنہ پر رسید کیا کہ اُس کی کھوپڑی ٹُوٹ گئی اور لوگوں میں شور مچ گیا۔ سب لوگ حیران تھے کہ یہ کیا ہو گیا ہے۔ انہیں کیا معلُوم کہ یہ مُنحنی قِسم کا درویش کس کا پہلوان تھا۔

تری خاک میں ہے اگر شرر تو خیالِ فقر و غنا نہ کر

کہ جہاں میں نانِ شعیر پر ہے مدارِ قُوتِ حیدریؓ

چُنانچہ اُس کا یہ اثر ہؤا کہ نہ صرف اُس سردار نے حسبِ وعدہ میدان میں نکل کر آپؒ کے ہاتھ کو بوسہ دے کر اَپنے قبُولِ اِسلام کا اعلان کیا، بلکہ اکثر حاضرین بھی اِسلام لے آئے اور تگودارخان نے بھی اپنے اِسلام کا اظہار کر کے اَپنا نام 'احمد' رکھا۔ تارِیخ میں اُس کا یہی نام (۱۲۸۱ءتا ۱۲۸۴ء) تحریر ہے۔ اَپنے دَورِ اقتدار میں اُس نے سلاطینِ مصر سے بھی تعلقات استوار کرنے کی کوشش کی لیکن تاتاری جرنیلوں نے بالعمُوم اُس کے اِسلام لانے کو پسند نہ کیا اور بغاوت کی۔ احمد

باوجود مقابلہ کے کامیاب نہ ہو سکا اور شہید ہوا۔ مؤرخین نے اِس واقعہ کو قدرت کی ایک عجیب ستم ظریفی قرار دیا ہے کہ باپ، یعنی ہلاکو خان تو اِسلام اور عرب تہذیب کو تباہ کرے اور بیٹا، یعنی احمد (تگودار خان) اُسی تہذیب اور اِسلام کے تحفظ کے لیے اپنی جان قربان کر دے۔

اگرچہ اِس واقعہ سے تاتاریوں میں اشاعتِ اِسلام کی رفتار قدرے سست پڑ گئی، مگر چونکہ دوسری طرف ہلاکو خان کا ایک چچازاد بھائی "برکہ" (۱۲۵۶ء تا ۱۲۶۶ء) بھی حضرت شیخ شمس الدین باخوریؒ کے دستِ حق پرست پر اِسلام قبول کر چکا تھا اور پھر احمد یعنی تگودار خان کے بھتیجے کے بیٹے غزن محمود (۱۲۹۵ء تا ۱۳۰۴ء) نے بھی اِسلام قبول کر لیا۔ اِس لیے وسطِ ایشیا کی تاتاری حکومت، تاتاری اِسلامی حکومت میں بدل گئی۔ اِس غزن محمود کے خلاف بھی اُس کے جرنیلوں نے تبدیلِ مذہب کے باعث بغاوت کی، مگر وہ سب کو شکست دے کر غالب آنے میں کامیاب ہو گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تقریباً تمام تاتاری قبائل اِسلام لے آئے ؎

ہر بنائے کہنہ کآباداں کنند　　　اوّل آں بُنیاد را وِیراں کنند

ایک وہ وقت تھا کہ تاتاری کُفّار کے ابتدائی حملے کے وقت سُلطان علاؤالدین محمد خوارزم شاہ نے بقولِ مشہور یہ کہہ کر اپنا گھوڑا لوٹا لیا تھا کہ اُسے ملائکہ اور اولیاء اللہ کی اَرواح چنگیزی لشکر کے سروں پر سایہ فگن یہ کہتی نظر آئی ہیں: اَیُّھَا الْکَفَرَۃُ اُقْتُلُوا الْفَجَرَۃَ (اے کافرو! اِن فاجروں کو قتل کرو) جس کے نتیجے میں لاکھوں اور کروڑوں مُسلمانوں کا خون بہا۔ اور ایک وقت یہ آیا کہ ایک تنہا درویش نے اپنی قوّتِ یدُاللّٰہی کا مظاہرہ کر کے لاتعداد تاتاریوں کو حلقہ بگوشِ اِسلام کیا۔ گویا ہر دو صُورتوں میں مشیّتِ ایزدی، حسبِ تقاضائے وقت و احوال اُسی تجلّی کی شانِ تدبیر کارفرما تھی۔ سچ ہے ع ازماست کہ برماست۔ آیاتِ ذیل:-

اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ (رعد: ۱۱)

بے شک اللہ تعالیٰ کِسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت کو نہ بدلے۔

وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِیُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ (ھود: ۱۱۷)

اور تیرا ربّ ہرگز ایسا نہیں ہے جو بستیوں کو زبردستی ہلاک کر دے اور وہاں کے لوگ نیک ہوں۔

اَوَلَمْ یَهْدِ لِلَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَاۤ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ۔ (الاعراف: ۱۰۰)

کیا اُن لوگوں پر جو زمین کے وارث ہوئے ہیں، وہاں کے لوگوں کے ہلاک ہونے کے بعد یہ ظاہر نہیں ہوا کہ اگر ہم چاہیں، تو اُنہیں اُن کے گناہوں کے سبب سے پکڑ لیں۔

وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِیَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِیْمٌ شَدِیْدٌ (ھود: ۱۰۲)

اور تیرے ربّ کی پکڑ ایسی ہی ہوتی ہے جب وہ ظالم بستیوں کو پکڑتا ہے اور اُس کی پکڑ سخت تکلیف دہ ہے۔

اسی کو ثابت کرتی ہیں کہ جب کوئی قوم اپنی بداعمالیوں کے باعث صراطِ مستقیم سے ہٹ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے ہلاک کر کے اُس کی جگہ کوئی دوسری قوم دِین کی خدمت کے لیے لا کھڑا کرتے ہیں۔

جب احیائے دین کے ظہورِ کامل کا وقت آتا ہے تو غلاموں سے سلاطین تک پاکیزہ زندگی کے نمونے بن جاتے ہیں سُلطان قطبُ الدین ایبک ارکانِ دین کی پابندی کے ساتھ ساتھ غریب پروری و مسکین نوازی کے سبب لکھ داتا مشہور ہوتا ہے۔ سُلطان شمسُ الدین التمش جناب قطبُ الدین بختیار کاکیؒ کے حسبِ وصیّت اُن کی نمازِ جنازہ پڑھا کر عصر کی سُنتوں اور تہجّد کے نوافل کا ہمیشہ ادا کرنے والا اور جنسی پاکیزگی کا مُرقّع ثابت ہوتا ہے اور سُلطان ناصرُ الدین محمودؒ سرکاری خزانے کو پبلک کی امانت سمجھتے ہوئے کتابتِ قرآن کو اپنا اور اپنے اہلِ خانہ کا ذریعۂ معاش بناتا ہے۔ اُمراء و سلاطین تبلیغِ اسلام میں خواجہ بہاؤ الدین نقشبندؒ، خواجہ غریبؒ نواز، حضرت گنج شکرؒ اور غوث بہاؤ الحقؒ کے احکام کی خُدّامِ خانہ زاد کی طرح تعمیل کرتے ہیں اور ان خدمات کے صلے میں ہند و چین جیسے کفرستانوں کے تخت و تاج سات سات اور آٹھ آٹھ سو سال کے لیے اپنے خاندانوں کے لیے وقف کرا لیتے ہیں۔

غوثُ الاعظمؓ کے کوائفِ زندگی

صاحبِ بہجۃ الاسرار حضرت غوث الاعظمؓ کی ولادتِ باسعادت رمضان ۴۷۱ھ کی چاند رات بمقام قصبہ جیال علاقہ جیل ہونا تحریر کرتے ہیں جیل طبرستان سے کچھ آگے بحیرۂ اخضر کے قریب کے علاقے کا نام ہے۔ آپؓ والدؒ کی طرف سے حسنیؓ اور والدہؒ کی طرف سے حُسینیؓ یعنی نجیبُ الطرفین سید ہیں۔ آپؓ کے والدِ ماجد حضرت سید ابُو صالحؒ ولیِ کامل تھے۔ اور جنگ و جہاد سے بہت اُنس رکھنے کی وجہ سے "جنگی دوست" مشہور تھے۔ حضرت غوثُ الاعظمؓ کے نانا بزرگوار سید عبدُ اللہ صومعیؒ بھی جیلان کے مشہور مشائخ و رؤسا میں سے تھے۔

کہتے ہیں کہ عنفوانِ شباب میں سید ابُو صالحؒ بہ سِلسلۂ ریاضات ایک دریا کے کنارے جا رہے تھے۔ اور کئی روز سے کچھ نہیں کھایا تھا۔ دریا کے کنارے پر ایک سیب پڑا ہوا دیکھا تو بِسم اللہ کہہ کر کھا لیا۔ کھانے کے بعد خیال پیدا ہوا کہ پتہ نہیں کس کا سیب تھا جو میں نے بلا اجازت کھا لیا ہے۔ اس لیے پریشانی کے عالم میں دریا کے ساتھ ساتھ سیب کے مالک کی تلاش میں چل پڑے تاکہ اُس سے اجازت حاصل کریں چند فرلانگ کی مُسافت کے بعد دریا کے کنارے سیبوں کا ایک باغ نظر آیا جس کے درختوں سے پکے ہوئے سیب پانی پر لٹکے ہوئے تھے۔ سید ابُو صالحؒ سمجھ گئے کہ وُہ سیب اِن ہی درختوں کا تھا۔ دریافت پر معلوم ہوا کہ یہ باغ سید عبدُ اللہ صومعیؒ کا ہے۔ لہٰذا اُن کی خدمت میں حاضر ہو کر بصد ادب بلا اجازت سیب کھا لینے کے لیے معافی کے خواستگار ہوئے۔ سید عبدُ اللہؒ چونکہ خود خاصانِ خُدا میں سے تھے، سمجھ گئے کہ نیک و ہونہار نوجوان ہے۔ چنانچہ کچھ عرصے کے لیے باغ کی رکھوالی کی شرط پیش کر کے کہا کہ اِتنا عرصہ یہ خدمت انجام دو۔ اِس کے بعد مُعافی کے متعلق غور کیا جائے گا۔ آپؒ نے رضائے الٰہی کی خاطر یہ خدمت منظور کر کے نہایت دیانتداری سے وقتِ مُعین تک اسے انجام دیا اور پھر حاضرِ خدمت ہو کر مُعافی کے طلب گار ہوئے۔ سید عبدُ اللہؒ نے فرمایا، ایک شرط اور باقی ہے، وُہ یہ کہ میری ایک لڑکی آنکھوں سے اندھی، کانوں سے بہری، ہاتھوں سے لُنجی اور پاؤں سے لنگڑی ہے اُسے نکاح میں قبول کرو تو بلا اجازت سیب کھانے کی مُعافی دے دی جائے گی۔ حضرت ابُو صالحؒ نے قبول کیا۔ اور بعدِ نکاح جب اپنی بیوی کو اُن تمام ظاہری عیُوب سے مُبرّا ہونے کے ساتھ ساتھ حُسنِ ظاہری سے بھی مُتصف پایا تو خیال گزرا کہ یہ کوئی اور لڑکی ہے اور غلطی کے خیال سے بحالِ پریشان گھر سے باہر نکل آئے۔ حضرت عبدُ اللہؒ نے فراستِ باطنی سے

پریشانیٔ خاطر کا سبب معلوم کر کے کہا کہ اَے بیٹے! یہی تمہاری بیوی ہے اَور میں نے اِس کی جو صفات تُم سے بیان کی تھیں وُہ سب صحیح تھیں۔ یہ اندھی ہے کہ آج تک کسی غیر محرم پر اِس کی نظر نہیں پڑی۔ یہ بہری ہے کہ کبھی خلافِ حق بات نہیں سُنی۔ نیز کبھی خلافِ شرع کام نہ کرنے اَور گھر سے باہر قدم نہ رکھنے کی وجہ سے لُنجی اَور لنگڑی بھی ہے۔ حضرتِ ابُو صالحؒ بہت خوش ہُوئے اَور اللہ تعالیٰ کا شُکر ادا کیا۔ حضرتِ غوثُ الاعظمؓ اِن دو پاکباز ہستیوں کی اَولاد تھے۔ آپؓ کی پیدائش کے وقت آپؓ کی والدۂ ماجدہ اُمّ الخیر سیدہ فاطمہؒ کی عمر شریف ساٹھ سال بیان کی جاتی ہے۔ آپؓ مادر زاد ولی کامل تھے۔ آپؓ خود فرماتے ہیں کہ مجھے اپنے ولی ہونے کا علم اُس وقت سے ہو گیا تھا، جب کم سِنی میں مکتب کو جاتے ہُوئے اپنے آگے پیچھے فرشتوں کو دیکھتا تھا۔ جو میرے ساتھ چلتے، میری حفاظت کرتے اَور مکتب پہنچنے پر لڑکوں کو کہتے کہ اللہ کے ولی کو بیٹھنے کے لیے جگہ دو۔

آپؓ کے والد و نانا بزرگوار کا اِنتقال آپؓ کی کم سنی میں ہی ہو گیا تھا، اِس لیے آپؓ کی سرپرستی اَور تعلیم و تربیت کا اہتمام سَر بسر آپؓ کی والدۂ ماجدہؒ کے ذِمّے رہا۔ ایامِ طفولیت میں کبھی بچّوں کے ساتھ کھیلنے کے خیال سے باہر نکلتے تو آواز آتی "اِلَیَّ یَا مُبَارَكُ!" اَے برکت والے! میری طرف آ۔" آپؓ سہم کر والدۂ محترمہؒ کی گود میں جا بیٹھتے اَور کھیل کا خیال ترک کر دیتے۔

جوان ہُوئے تو ایک مرتبہ بیل لے کر ہل چلانے کے ارادے سے اپنی زمین کی طرف جا رہے تھے کہ بَیل نے مُڑ کر دیکھا اَور بزبانِ اِنسان کہا "مَا لِهٰذَا خُلِقْتَ وَ لَا بِهٰذَا اُمِرْتَ"۔ یعنی اَے عبدُ القادِر! آپ کو اِس لیے نہیں پَیدا کیا گیا ہے اَور نہ اِس کا حُکم دیا گیا ہے۔" آپؓ گھبرا کر واپس آ گئے۔ مکان کی چھت پر چڑھے تو دیکھا کہ حاجیوں کا ایک قافلہ بیتُ اللہ شریف کو جا رہا ہے۔ اُتر کر والدۂ ماجدہ کی خدمت میں عرض کی کہ اگر اجازت ہو تو تحصیلِ علوم اَور زیارتِ بزرگان سے فیضیاب ہونے کے لیے بغداد چلا جاؤں۔ آپؓ کی عُمر اُس وقت اٹھارہ سال کے قریب تھی اَور والدۂ ماجدہؒ کی اٹھتّر سال۔ وُہ باچشمِ پُرنم اسّی ۸۰ دِینار، جو جنابِ غوث الاعظمؓ کے والدِ بزرگوارؒ نے ترکے میں چھوڑے تھے، نکال لائیں، چالیس ۴۰ دِینار غوث الاعظمؓ کے پیراہن میں سی دِیئے اَور چالیس ۴۰ اُن کے چھوٹے بھائی کے لیے رکھ لیے۔ پھر اُن سے ہمیشہ سچ بولنے کا عہد لے کر اُنہیں خُدا کے سپُرد کیا اَور کہا کہ اَب قیامت کے روز ملاقات ہوگی۔

اثنائے راہ جب قافلہ ہمدان سے آگے نکلا تو ڈاکوؤں کے گروہ نے اُسے لُوٹ لیا۔ ایک ڈاکو نے حضرت غوث الاعظمؓ سے پُوچھا کہ لڑکے! تیرے پاس بھی کچھ ہے؟" آپؓ نے فرمایا، "ہاں، چالیس ۴۰ دِینار ہیں"۔ ڈاکو کو یقین نہ آیا اَور مذاق سمجھ کر چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک دُوسرے ڈاکو نے بھی آکر یہی سوال کیا اَور وُہی جواب سُن کر اپنے سردار سے سرسری طور پر اِس کا ذکر کیا۔ سردار نے آپؓ کو بُلوا کر پُوچھا تو آپؓ نے اُسے بھی سچ سچ بتا دِیا اَور پیراہن چاک کرنے پر چالیس دینار برآمد ہو گئے۔ اِس پر ڈاکوؤں کا سردار احمد بدوی سخت متعجب ہو کر بولا۔ کہ لڑکے! تمہیں معلوم ہے، ہم رہزن ہیں جو مُسافروں کا مال لُوٹتے ہیں۔ پھر تُم نے ہم پر اِن دِیناروں کا بھید کیوں ظاہر کر دیا۔ جسے تُم نہایت آسانی سے خفیہ رکھ سکتے تھے۔ غوث الاعظمؓ نے فرمایا، "مَیں نے وقتِ رُخصت اپنی ضعیف والدہ سے سچ بولنے کا اِقرار کیا تھا، اِس لیے چالیس ۴۰ دِیناروں کی خاطر خلافِ عہد کیوں کرتا۔" سردار پر رقّت طاری ہو گئی اَور وُہ بہت رویا اَور کہنے لگا: "اَے بچّے! تجھے اپنی ماں کے ساتھ عہد کا اِتنا پاس ہے اَور حیف ہے

مجھ پر جو اِتنے سالوں سے اپنے خالق کے ساتھ کیے ہُوئے عہد کو پسِ پُشت ڈالے ہُوئے ہوں"۔ یہ کہہ کر وُہ اُٹھا اور آپؓ کے ہاتھ پر توبہ کی۔ اُس کے رُفقاء نے بھی اُس کی مُوافقت کی کہ راہزنی میں تُو ہمارا سَردار تھا تو توبہ میں بھی تُو ہی ہمارا قائد رہ۔ اور تمام لُوٹا ہوّا مال قافلہ والوں کو واپس کر دیا۔ "بہجۃُ الاسرار" میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اِس تائب گروہ کو واصلین باللہ میں سے کیا۔

بغداد پہنچ کر مشیّتِ ایزدی کے تحت فقر و فاقہ، مجاہدات و ریاضاتِ شاقہ اور تحصیلِ علم میں جس قدر مشقت آپؓ نے برداشت کی، اُس کی مِثال نہیں ملتی۔ وُہ چالیس اشرفیاں تو چند روز میں ہم درس طلبہ و مساکین کی ضرُوریات پر خرچ ہو گئی تھیں۔ عرصۂ دراز تک یہ حالت رہی کہ قُوتِ لایمُوت کے لیے دجلہ کے کنارے نِکل جاتے اور گِری پڑی سبزی ترکاری اُٹھا کر شِکم پُری کرتے۔ ایک مرتبہ بیس روز تک کچھ نہ مِل سکا تو کسریٰ کے محلات کے کھنڈروں کی طرف نِکل گئے تاکہ کوئی مباح چیز مِل سکے۔ وہاں دیکھا کہ ستر اولیاء اللہ اِسی طلب میں پھرتے تھے۔ اُن کے لیے رُکاوٹ نہ بننے کے خیال سے واپس آگئے تو ایک آشنا جو آپؓ ہی کی تلاش میں تھا، مِلا اور سونے کا ایک ٹکڑا دیا کہ والدۂ محترمہؒ نے آپؓ کے لیے بھیجا ہے۔ آپؓ نے اللہ تعالیٰ کا شُکر ادا کیا، اور اُس سے ایوانِ کسریٰ کے کھنڈروں میں واپس جا کر اُن مردانِ خدا اور دِیگر فقراء کی بھی خدمت کی اور شام تک سب کا سب راہِ خُدا میں خرچ کر دیا۔

بغداد کے قریب ایک وِیرانے میں پُرانا بُرج تھا۔ اس بُرج میں آپؓ نے گیارہ برس تک شب و روز عبادت و ریاضت کی، جس کی وجہ سے اُس بُرج کا نام "بُرجِ عجمی" پڑ گیا۔ آپؓ فرماتے ہیں، ایک مرتبہ میں نے اپنے پروردگار سے عہد کیا کہ مَیں اُس وقت تک کچھ نہ کھاؤں پیُوں گا جب تک کوئی دُوسرا مجھے میرے مُنہ میں لُقمہ دے کر نہ کھلائے گا۔ متواتر چالیس روز بغیر کھائے پیٔے گزُر گئے۔ چالیس دِن کے بعد ایک شخص آیا اور کھانا میرے سامنے رکھ کر چلا گیا۔ بھُوک کی شِدّت کی وجہ سے میرے نفس نے چاہا کہ کھانا کھا لے، لیکن میں نے اُس کی طرف مُطلق توجّہ نہ کی اور نفس "اَلجُوع! اَلجُوع" یعنی ہائے بھُوک! ہائے بھُوک! پُکارتا رہا۔ اِسی اثناء میں حضرتِ شیخ ابُو سعید مخزُومیؒ اُدھر سے گزُرے اور فراستِ باطنی سے اُس شور پر آگاہ ہو کر قریب تشریف لائے اور مجھ سے پُوچھا "اے عبدُالقادر! یہ شور کیسا ہے؟" مَیں نے کہا، یہ اِضطرابِ نفس ہے، مگر رُوح یادِ الٰہی میں مطمئن ہے۔ اُنہوں نے فرمایا "میرے غریب خانے پر چلو۔" اور یہ کہہ کر چلے گئے۔ میں نے دِل میں کہا، جب تک یہاں سے کوئی خُود نہ لے جائے گا، اُس وقت تک نہ جاؤں گا۔ ابھی اِسی خیال میں تھا کہ خِضر علیہ السلام تشریف لائے اور مجھے حضرت ابُو سعیدؒ کے مکان پر لے گئے۔ جہاں دروازے میں شیخ ابُو سعیدؒ کھڑے اِنتظار کر رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر فرمایا عبدُالقادر! کیا میرا کہنا کافی نہ تھا کہ خِضر علیہ السلام کے کہنے کی ضرُورت پڑی؟ یہ کہہ کر مجھے گھر میں لے گئے اور اپنے ہاتھ سے میرے مُنہ میں لُقمے ڈال کر کھانا کھلایا۔

عِشق فارِغ کرد اَز دُنیا و مافیہا مَرا

اِس دَوران دُنیوی اور شیطانی طاقتیں بھی غافِل نہیں رہی تھیں۔ ایک رات متذکرہ بالا کھنڈروں میں دُنیا اپنی مثالی

صُورت میں آراستہ و پیراستہ ہو کر اپنی تمام تر دِلکشیوں اَور دِلرُبائیوں کے ساتھ آپؓ کے سامنے آئی اَور یادِ الٰہی سے غافِل کرنا چاہا، مگر آپؓ نے اپنے جدِّ اعلیٰ مولائے کائنات سیّدنا علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کی سُنّت کی پیروی میں فرمایا، مجھ سے دُور رہ کہ میں تجھے تین طلاق دے چُکا ہُوں۔ جب تائیدِ ایزدی سے وُہ بے نیل مرام واپس لوٹ گئی تو آپؓ نے بطورِ تحدیثِ نعمت فرمایا ؎

عشق فارِغ کرد از دُنیا و مافیہا مرا　　　　کے تواند بُرد از رہ عشوۂ دُنیا مرا

ایک دفعہ ابلیسؑ آپؓ کے پاس آیا اَور کہا کہ آپؓ نے مجھے اَور میرے اتباع کو بہت تکلیف دی ہے اِس لیے مَیں آیا ہُوں کہ آپؓ کی خدمت اَور تابعداری میں رہُوں ابھی وُہ بات کر ہی رہا تھا کہ ایک ہاتھ غیب سے نمُودار ہوا اَور اُسے زمین میں دھنسا دیا ؎

مُدّعی آنے لگا راز کی اِس محفِل میں　　　　غیب کے ہاتھ نے جھٹ سینے میں اس کے مارا

ایک دُوسرے موقع پر وُہ نیزۂ آتشیں سے مُسلّح ہو کر آیا تو غیب سے ایک شمشیرِ برہنہ آپؓ کے ہاتھ میں آ گئی، جسے دیکھتے ہی وُہ بھاگ گیا۔

اِسی طرح ایک رات جب کہ آپؓ عراق کے ایک بے آب و گیاہ صحرا میں مصرُوفِ عبادت تھے آپؓ کو ایک روشنی نظر آئی، جِس نے تمام آسمان کو منوّر کر دیا اَور اُس میں سے آواز آئی "اَے عبدُالقادر! مَیں تیرا پروردگار ہُوں اَور تیری عبادت سے راضی ہو کر تجھے اپنی عبادت کی تکلیف سے آزاد کرتا ہُوں"۔ حضرتِ غوثُ الاعظمؓ فرماتے ہیں کہ مَیں نے اَپنے ظاہری و باطنی علوم میں نگاہ کی تو کہیں اِس صُورت کا جواز نظر نہ آیا اَور میں نے خیال کیا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم باوجُود اِس علوِ مرتبت کے عُمر بھر عبادت کے مُکلّف و پابند رہے۔ اُن کو عبادت کی تکلیف سے مُعافی نہ ملی تو اَور کوئی کیونکر اِس سے آزاد ہو سکتا ہے۔ اِس لیے مَیں نے لاحول پڑھا تو شیطان اصلی صُورت میں سامنے آ کر کہنے لگا، "مَیں نے اِس مقام پر بہتیرے عبادت گزاروں کو گمراہ کیا، مگر اَے عبدُالقادر! آپؓ اپنے علم کے زور سے بچ نِکلے"۔ مَیں نے پھر لاحول پڑھا اَور کہا، دُور ہو مردُود! مَیں اپنے عِلم کی وجہ سے نہیں، بلکہ محض اللہ تعالیٰ کی تائید اَور فضل وکرم سے محفُوظ رہا ہُوں۔ اِس پر وُہ سر پیٹنے لگا کہ آج مَیں آپؓ سے قطعاً مایُوس ہوا۔ آئندہ آپؓ پر وقت ضائع کرنا بے سُود ہے۔ مَیں نے کہا، مَیں تمہاری کِسی بات کا اِعتبار نہیں کرتا اَور ہمیشہ تمہارے مکر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا رہُوں گا۔

مُحی الدّینؓ

سیّدنا غوثُ الاعظمؓ ۴۸۹ھ میں خلیفہ مُستظہر باللہ عباسی کے عہد میں بغداد تشریف لائے۔ اَور تیئیس ۲۳ سال کی مُدّت میں جو آں حضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے مکّی و مدنی زمانۂ تبلیغ کا عرصہ ہے، اللہ تعالیٰ نے آپؓ کی ظاہری و باطنی ہر طرح کی تکمیل فرما کر "مُحی الدّین" کے لقب سے ملقّب فرما کر مسندِ اِرشاد عنایت فرمائی۔ "بہجۃُ الاَسرار" میں تحریر ہے کہ آپؓ نے ایک مرتبہ اپنے مشہُورِ خلائق لقب "مُحی الدّین" کے متعلق یہ وضاحت فرمائی کہ ۵۱۱ھ میں ایک جُمعہ کے روز میں سفر سے پا برہنہ بغداد کی طرف واپس آ رہا تھا

کہ ایک نہایت ہی لاغر اَور نحیف بیمار پر میرا گزر ہوا۔ اُس نے کہا اسلام علیک یا عبدُالقادر! مَیں نے سلام کا جواب دیا۔ کہنے لگا، "مجھے اُٹھاؤ"۔ مَیں نے اُٹھا کر بٹھلا دیا تو اچانک اُس کا چہرہ بارونق اَور جسم موٹا تازہ ہوگیا۔ مَیں حیران ہوا تو کہنے لگا، "تعجب کی بات نہیں۔ مَیں آپؓ کے جدّ پاک صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا دِین ہُوں، جو مُردہ ہو رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپؓ کے ذریعے مجھے نئی زندگی عطا فرمائی ہے۔ آپ مُحی الدِّین ہیں"۔ چُنانچہ جب میں جامع مسجد کی حدُود میں داخل ہوا تو ایک شخص نے اپنا جُوتا اُتار کر مجھے پہننے کو دیا، اَور "یا سیّدی مُحی الدّین" کے الفاظ سے مخاطب کیا۔ نماز جُمعہ تمام ہُوئی تو لوگ دوڑتے ہُوئے میری طرف آئے اَور "یا مُحی الدین" "یا مُحی الدین" پکارتے ہُوئے میرے ہاتھوں کو بوسے دینے لگے۔ حالاں کہ اِس سے پہلے کبھی کسی نے مجھے اِس نام سے نہیں پکارا تھا۔

شیخ عبدُالحق محدث دہلویؒ، "شرح مشکوٰۃ شریف" میں فرماتے ہیں کہ "اسلامؔ ظاہری اعمال کا نام ہے" "ایمان" باطنی اِعتقاد کا۔ اَور "دین" اِن ہر دو کے مجمُوعے کو کہتے ہیں۔ گویا "دِین" وُہ جامع نظام ہے جو بنی نوعِ اِنسان کے عقائد و اعمال، ظاہر و باطن، صُورت و معنی، رُوحانیت و جسمانیت پر مشتمل ہے۔ ایسے نظام کا احیاء نبیِ مُرسل یا اُس کے کامل ترین نائب کے بغیر ممکن نہیں۔ اگرچہ آں حضرتؐ نے ہر صدی کے سرے پر اَیسی ہستیوں کی نشان دہی فرمائی ہے، جن سے تجدیدِ دین کا فریضہ انجام پذیر ہوتا ہے، مگر تجدید اَور احیاء میں ایک نمایاں فرق ہے۔ مجدّدین کی فہرست میں اِبتداء سے لے کر اِس وقت تک بہت سے حضرات کے اسمائے گرامی پائے جاتے ہیں، مگر "مُحی الدِّین" کا لقب کسی اَور کو عطا نہیں ہوا۔ تاریخ اِسلام کے مُطالعہ سے یہ اَمر پایۂ ثبُوت کو پہنچ جاتا ہے کہ احیائے دِین کا اہم ترین فریضہ حقیقتاً جناب غوثُ الاعظمؓ کی ذاتِ گرامی قدر ہی سے پایۂ تکمیل کو پہنچا اَور یہ عظیم الشّان لقب صرف آپؓ ہی کے وُجُودِ مسعُود پر صادق آتا ہے"۔

آپؓ کی مجالسِ وعظ

سیّدنا غوثُ الاعظمؓ ہفتے میں قریباً تین بار مجلسِ وعظ منعقد فرماتے تھے۔ وعظ کیا ہوتا تھا، علم وحکمت کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہُوا سمندر ہوتا تھا، لوگوں پر وجدانی کیفیات طاری ہو جاتی تھیں۔ بعض اپنے گریبان چاک کر لیتے اَور کپڑے پھاڑ لیتے تھے اَور بعض بیہوش ہو جاتے تھے۔ کئی مرتبہ لوگ بحالتِ بے ہوشی واصل بحق ہو جاتے۔ آپؓ کی مجالس میں علاوہ رِجالُ الغیب، جنّات، ملائکہ اَور اَرواحِ طیبہ کے، عام سامعین کی تعداد ستر ستر ہزار تک پہنچ جاتی تھی۔ اَور آپؓ کی آواز دُور و نزدیک بیٹھے ہُوئے سب لوگ یکساں سُنتے۔ اُس دَور کے اکثر نامور مشائخ بالالتزام اِن مجالس میں حاضری دیتے تھے آپ سے بکثرت خوارق وکرامات کا ظہور ہوتا تھا۔ آپؓ کی مجالس کا اِنعقاد بغداد میں ہوتا، مگر آپؓ کے ہمعصر اَولیاء اللہ یعنی حضرت شیخ عبدُالرحمٰنؒ طفسُونجی اَور شیخ عدیؒ بن مُسافر وغیرہم اپنے اپنے شہروں میں اُسی وقت پر اپنے اپنے ارادت مندوں اَور شاگردوں کے ہمراہ دائرے بنا کر بیٹھ جاتے اَور نہ صرف حضرتِ غوثُ الاعظمؓ کے مواعظ سُنا کرتے بلکہ اُنہیں قلمبند بھی کرتے۔ پھر جب کبھی بغداد آنے کا موقع ملتا، اَور آپؓ کی مجلس میں قلمبند شدہ تحریرات کے ساتھ موازنہ کرتے تو سرِ مُو فرق نہ پایا جاتا۔

ایک مرتبہ آپؓ وعظ فرما رہے تھے کہ بحالتِ کیف آپؓ کی دستارِ مُبارک کا ایک پیچ کھُل گیا۔ یہ دیکھ کر تمام حاضرینِ مجلس نے بہ پاسِ اَدب اپنے سروں سے عمامے اُتار کر آپؓ کے منبر کے نیچے پھینک دیئے۔ جب وعظ ختم ہونے پر آپؓ کے حکم سے سب لوگوں نے اپنی اپنی دستاریں اُٹھالیں تو ایک زنانہ سربند پڑا رہ گیا۔ لوگوں کو حیران دیکھ کر آپؓ نے فرمایا کہ اِصفہان میں ہماری ایک عارفہ بہن رہتی ہیں، جنہوں نے جوشِ عقیدت میں اپنا سربند اُتار کر پھینک دیا ہے۔ آپؓ نے وُہ سربند اپنے دوشِ مُبارک پر رکھا۔ جہاں سے وُہ فوراً غائب ہوگیا۔

موازنۂ عقل و عشق

آج راڈار اَور ٹیلی ویژن کے زمانے میں اِن حقائق سے کچھ وُہی لوگ اِنکار کر سکتے ہیں جو رُوحانیت سے سر بسر نا آشنا ہوں۔ دَورِ حاضر کا سب سے بڑا سائنسدان آئن سٹائن کہہ گیا ہے کہ مَیں نے ریڈیو دُوربین کے ذریعے ایک اَیسا کہکشاں تو دیکھ لیا ہے جو زمین سے دو کروڑ نُوری سال کے فاصلے پر ہے، یعنی روشنی، جو فی سیکنڈ ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل طے کر جاتی ہے، وہاں دو کروڑ سال میں پہنچے گی، لیکن جہاں تک کائنات کی سرحدیں معلوم کرنے کا تعلق ہے۔ اگر میری عُمر ایک بلین یعنی دس لاکھ سال بھی ہو جائے، تو بھی نہیں کر سکتا۔ اِس کے برعکس اِس نُورِ ازل سے منوّر سراجِ مُنیر حضرت غوثُ الاعظمؓ اِس کائنات کے متعلق قصیدۂ غوثیہ میں فرماتے ہیں:۔

نَظَرْتُ اِلیٰ بِلَادِ اللّٰہِ جَمْعًا   کَخَرْدَلَۃٍ عَلیٰ حُکْمِ اتِّصَالٖ

(اللہ تعالیٰ کے تمام بلاد میری نظر میں اِس طرح ہیں جیسے ہتھیلی پر ایک رائی کا دانہ)

اِس سے مادیّت اَور رُوحانیّت کا اَور عقلِ نارسا اَور عشقِ کامگار کا فرق معلوم ہوتا ہے۔ حضرت خواجہ غریبؒ نواز فرماتے ہیں ؎

حسابِ عُمرِ صد عاقِل بحشر بگذرد یک دم   حسابِ یک دمِ عاشِق بصد محشر نمی گنُجد

یعنی حشر کے دِن سو سائنس دانوں کی عمروں کا حساب طرفۃُ العین میں ختم ہو جائے گا، مگر عاشق کی زِندگی کے ایک لمحے کا حساب سو حشر بھی بپا ہوں تو ختم نہیں ہو سکے گا۔

اقلیمِ ولایت کی شہنشاہی

حضرت غوثُ الاعظمؓ کی کرامات کی کثرت پر تمام مؤرّخین کا اِتفاق ہے، مگر آپؓ کی سب سے بڑی کرامت، جس کی بدولت آپؓ دُنیائے ولایت کے شہنشاہ مانے گئے، یہ ہے کہ ایک مرتبہ محلّہ حلبہ میں اپنے مہمان خانے میں وعظ فرماتے ہُوئے آپؓ پر حالتِ کشفی طاری ہُوئی اَور آپؓ نے فرمایا ۔

قَدَمِی ھٰذِہٖ عَلیٰ رَقَبَۃِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہِ

(میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔)

اِس مجلس میں عراق کے سب اکابر مشائخ موجُود تھے۔ سب نے یہ اِرشادِ گرامی سُن کر اپنی گردنیں خم

کردیں۔ اور تمام کرۂ ارض پر جہاں جہاں کوئی قطب، ابدال یا ولی تھا، ہر ایک نے آپؓ کے یہ الفاظ سُن کر گردن جھکا دی اور عارفِ کامل شیخ علیؒ بن ابو نصر الہیتیؒ نے جو مجلس میں حاضر تھے، اُٹھ کر آپؓ کا قدمِ مبارک اپنی گردن پر رکھ لیا۔ بعد میں اُنہوں نے اپنے ارادت مندوں کے استفسار پر بتلایا کہ سید عبدالقادرؓ نے یہ بات از خود نہیں کہی بلکہ اِسے کہنے کا اُنہیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا۔

خواجہ غریبؒ نواز چشتی کا سر جھکانا

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ اُن دنوں خراسان کے پہاڑوں میں مجاہدات و ریاضات میں مشغول تھے۔ آپؒ نے بھی روحانی طور پر جناب غوث الاعظمؓ کا مندرجہ بالا ارشادِ گرامی سُن کر اپنی گردن اِس قدر خم کی کہ پیشانی زمین کو چھونے لگ گئی، اور عرض کی: "قَدَمَاكَ عَلٰى رَاسِيْ وَعَيْنِيْ (آپؓ کے دونوں قدم میرے سر اور آنکھوں پر ہوں)" حضرت غوث الاعظمؓ نے اِس اظہارِ نیاز سے متاثر ہو کر مجلس میں فرمایا کہ سید غیاث الدین کے صاحبزادے نے گردن جھکانے میں سبقت کی ہے جس کے باعث عنقریب ولایتِ ہند سے سرفراز کیے جائیں گے۔

شیخ صنعانؒ کا انکار و توبہ

اِصفہان کے ایک ولی اللہ شیخ صنعانؒ جناب غوث الاعظمؓ کے ہم عصر تھے۔ دریائے علم و عرفان کے زبردست شناور تھے اور کرامات و خوارق اُن سے بکثرت سرزد ہوتے تھے۔ غوث الاعظمؓ کا مذکورہ بالا فرمان روحانی طور پر اُنہوں نے بھی سُنا، مگر آں جنابؓ کا مرتبۂ کمال پہچاننے میں ٹھوکر کھا جانے کے باعث گردن خم کرنے میں متامل ہوئے، جس پر اُسی وقت اُن کی ولایت و بصیرت سلب ہو گئی اور تہی دامن ہو جانے کی وجہ سے ایمان بھی خطرے میں پڑ گیا، بالآخر اُن کے ایک ارادت مند کی عاجزی و خدمت گزاری کے باعث جناب غوث الاعظمؓ نے متوجہ ہو کر اُنہیں کفر سے بچا لیا۔ اور توبہ کرنے پر منصب بحال ہوا۔

اِس فرمان کا مفہوم

جناب غوث الاعظمؓ کی زبانِ مبارک سے نکلے ہوئے اِن الفاظ کے متعلق یہ تو سبھی تسلیم کرتے ہیں کہ وہ بحکمِ الٰہی کہے گئے تھے، مگر وسعتِ فرمان کے معاملہ میں موجودہ دور کے بعض حضرات نے اختلاف کیا ہے، اُن کا خیال ہے کہ آپؓ کا یہ فرمان صرف اولیائے وقت کے ساتھ مخصوص تھا، کیونکہ اولیائے متقدمین میں حضرات صحابۂ کرامؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ اور اولیائے متاخرین میں حضرت امام مہدیؑ بھی شامل ہیں۔ لیکن اکثریت اور اکابرین کی رائے یہ ہے کہ اِس قول کے تحت آپؓ کے زمانہ کے اولیائے حاضر و غائب کے علاوہ، تمام اولیائے متقدمین و متاخرین بھی آتے ہیں۔ اور اولیاء سے مُراد وہ ولی اللہ ہیں جو اصحابؓ و ائمۂ اہل بیتؓ وغیرہ کے مختص ناموں سے منسوب نہیں۔

تصرّفات بعد از وصال

آپؓ کے فیوض و برکات کا سلسلہ آپؓ کے وصال کے بعد بھی بدستور جاری ہے اور بفضلہٖ تعالےٰ ہمیشہ جاری رہے گا جیسا کہ فضائل اہلِ بیتِ کرامؓ کے ضمن میں پہلے ذکر ہو چکا ہے، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو مقامِ جذب و ولایت کا فاتحِ اوّل قرار دیتے ہوئے جناب سیدۃ النساءؓ، حسنین شریفینؓ و بقیہ ائمہ اہلِ بیتِ کرامؓ کو اُسی نسبت کے اقطاب بیان فرما کر سیدنا غوث الاعظمؓ کی اِس مقام میں ایک خصوصی شان تحریر کی ہے۔ نیز اپنی کتاب "ہمعات" کے ہمعہ ۱۱ میں لکھا ہے:-

"و در اَولیائے اُمّت و اصحابِ طُرقِ اقوائے، کسیکہ بعد تمام راہِ جذب باکد وجوہ، بہ اصلِ ایں نسبت (اویسیہ) مَیل کردہ است و در آں جا بوجہ اتم قدم زدہ است، حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی اند، و لہٰذا گفتہ اند کہ ایشاں در قبر خود مثلِ احیا تصرّف می کنند"۔

"اور اُمت کے اَولیائے عظام میں سے راہِ جذب کی تکمیل کے بعد جس شخص نے کامل و مکمل طور پر اِس نسبتِ اویسیہ کی اصل کی طرف رجوع کر کے وہاں کامل اِستقامت سے قدم رکھا ہے وُہ حضرتِ شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؓ ہیں۔ اُور اِسی وجہ سے کہتے ہیں کہ آں جنابؓ اپنی قبر شریف میں زندوں کی طرح تصرّف فرماتے ہیں"۔

حضرت شاہ ولی اللہ ایک اُور جگہ فرماتے ہیں: حق تعالیٰ نے آں جنابؓ کو وُہ قوّت عطا فرمائی ہے کہ دُور و نزدیک ہر جگہ یکساں تصرّف فرماتے ہیں آپؓ اپنے ہم عصر اُور بعد میں آنے والے تمام اَولیائے کرام کے لیے حصُولِ ولایت اُور وصُولِ فیض کا وسیلۂ کبریٰ اور واسطۂ عظمیٰ ہیں۔

شیخ عبدالحق بلخیؒ نے اپنی کتاب "خوارق الاحباب فی معرفۃ الاقطاب" میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت غوث الاعظمؓ نے ایک مجلس میں اِرشاد فرمایا کہ ڈیڑھ سو سال بعد بُخارا میں ایک درویش بہاؤ الدین نامی پیدا ہوگا، جو ہم سے ایک خاص نعمت کا مُستحق ہوگا۔ چُنانچہ جب حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندؒ نے میدانِ سلُوک میں قدم رکھا تو حضرتِ خضرؑ کے اِشارے پر حضرتِ غوث الاعظمؓ کی رُوحانیت کی طرف متوجہ ہو کر "الغیاث، الغیاث، یا محبُوب سُبحانی" پُکارتے ہُوئے سو گئے اُور خواب میں آں جنابؓ کے فیوض و برکات سے سرفراز ہُوئے۔

اِسی طرح فضائل اہلِ بیتِ کرامؓ کے ضمن میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کے ایک مکتوب کا حوالہ بھی آچکا ہے۔ جس میں وُہ ائمہ اہلِ بیتِ کرامؓ کے بعد منصب قطبیّتِ کبریٰ کا حضرتِ غوث الاعظمؓ کی ذاتِ گرامی سے مختص ہونا بیان کر کے تحریر فرماتے ہیں کہ:-

"وصُولِ فیوض و برکات دریں راہ بہر کہ باشد از اَقطاب و نُجباء بتوسطِ شریفِ اُو مفہوم می شود، چہ ایں مرکز غیرِ اُو را میسّر نہ شدہ۔ ازیں جاست کہ فرمُود ؎

اَفَلَتْ شُمُوسُ الْاَوَّلِیْنَ وَشَمْسُنَا　　اَبَدًا عَلٰی اُفُقِ الْعُلٰی لَاتَغْرُبُ

"اِس راہ میں برکات و فیوض کا حصُول، اقطاب و نُجباء کو جو بھی ہوں، آپؓ ہی کے توسّل سے

ہوتا ہے، کیونکہ یہ مرکزی حیثیت آپؓ کے بغیر کسی دُوسرے کو میسّر نہیں ہُوئی۔ اسی وجہ سے آپؓ نے اس شعر میں فرمایا ہے کہ

"اگلوں کے آفتاب غروب ہو گئے، مگر ہمارا آفتاب بلندی کے اُفق پر ہمیشہ چمکتا رہے گا، اور کبھی غرُوب نہ ہوگا، یعنی مجھ سے پہلے حضرات کے لیے دائرۂ ولایت کا مرکز ہونے کا شرف وقتِ معیّن کے لیے تھا، مگر میرے لیے یہ مقام اَبدی و سرمدی ہے۔"

"رُوحُ المعانی" میں حضرتِ مجدّدؒ سے نقل ہے کہ قطبیّتِ کبرٰی کا مقام حضرتِ امام مہدیؑ تک جناب غوثُ الاعظمؓ کی ذاتِ بابرکت کے ساتھ مختص ہے۔

حضرتِ شیخ محمد اکرم چشتی صابری، قدّوسیؒ "اِقتباسُ الانوار" میں آں جنابؓ کے متعلق لکھتے ہیں کہ :-

"جس کسی کو ظاہری باطنی فیض حاصل ہُوا، سیّدنا غوث الاعظمؓ کی وساطت سے ہی ہُوا۔ خواہ اُسے معلُوم ہو یا نہ ہو۔ کوئی ولی آپؓ کی مُہر کے بغیر منظُور اور مُعتبر نہیں ہو سکتا۔ حق تعالیٰ نے آپؓ کو وُہ مقام عطا فرمایا ہے کہ تمام تصرّفات کی باگ ڈور آپؓ کے ہاتھ میں دے دی ہے، جسے چاہیں، کسی منصبِ ولایت پر مقرر فرمادیں، جسے چاہیں، ایک آن میں معزُول فرمادیں۔"

نیز تحریر فرماتے ہیں کہ اِس فقیر کو متعدّد ثقہ روایات سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت خواجۂ بزرگ اجمیریؒ پیشوائے سلسلۂ چشتیہ حسبِ ارشادِ نبویؐ، سیّدنا غوثُ الاعظمؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر کچھ عرصہ فیض حاصل کرتے رہے اور آپؒ نے "شغلِ سہ گوشی" اور "حرزِ سیفی" بھی آنجنابؓ سے حاصل کیا۔ اِن ہر دو حضراتؒ کی مُلاقات اور خواجۂ غریبؒ نواز اجمیری کے غوثُ الاعظمؓ سے اِستفاضہ کے ثبوت پر کتاب "فوز المطالب" مُصنّفہ مولٰینا بُرہان الدّین خان، بھی قابلِ دید ہے۔

حضرتِ غوث الاعظمؓ واکابرینِ اُمّت

حضرتِ خواجہ غریبؒ نواز اجمیری نے حضرت غوث الاعظمؓ کی شان میں مندرجۂ ذیل اشعار کہے ہیں : آپؒ حسب تصریح "تحفۃ الابرار" از مرزا آفتابؒ بیگ چشتی سُلیمانی جناب غوث الاعظمؓ کے رِشتے میں خالہ زاد بھائی ہیں :-

یا غوثِ مُعظّم، نُورِ ھُدٰی، مُختارِ نبیؐ، مُختارِ خُدا
سُلطانِ دو عالم، قُطبِ عُلیٰ، حیراں زِجلالت ارض و سما
درصدق ہمہ صدّیقؓ وشی، درعدل و عدالت چو عُمریؓ
اے کانِ حیا عُثمانؓ منشی، مانندِ علیؓ باجُود وسخا
در بزمِ نبیؐ، عالی شانی، ستّارِ عیُوب مُریدانی
در مُلکِ ولایت سُلطانی، اے منبعِ فضل و جُود وسخا

چوں پائے نبیؐ شد تاجِ سرت، تاجِ ہمہ عالم شد قدمت
اقطابِ جہاں در پیشِ درت اُفتادہ چو پیشِ شاہ گدا
گر دادِ مسیحؑ بہ مُردہ رواں، دادی تو بدینِ محمدؐ جاں
ہمہ عالم محی الدیں گویاں، بر حسن و جمالت گشتہ فِدا

حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار اُوشی کاکیؒ مندرجہ ذیل میں حضرت غوث الاعظمؓ کو مخاطب کرتے ہیں :-

قبلۂ اہلِ صفا ، حضرتِ غوث الثقلینؓ
دستگیرِ ہمہ جا ، حضرتِ غوث الثقلینؓ
خاکِ پائے تو بُود روشنیٔ اہلِ نظر
دیدہ را بخش ضیاء حضرتِ غوث الثقلینؓ
بے نواخستہ دِلم، نیست کسے آنکہ دہد
خستہ راجز تو دوا ، حضرتِ غوث الثقلینؓ
حضرتت کعبۂ حاجاتِ ہمہ خلقان است
حاجتم ساز روا ، حضرتِ غوث الثقلینؓ
مُردہ دِل گشتہ ام و نامِ تو محی الدین است
مُردہ را زندہ نما ، حضرتِ غوث الثقلینؓ

اسی طرح کُتبِ معتبرہ سے حضرتِ شیخ الشیوخ شہاب الدین سُہروردیؒ ، حضرتِ سیّد احمد رفاعی ، خواجہ ابُو یُوسفؒ ہمدانی نقشبندی اَور کئی دیگر پیشوایانِ سِلسلہ ہائے طریقت کا آنجنابؓ سے اِستفاضہ ثابت ہے۔

حضرتِ شیخ الشیوخ شہاب الدین سُہروردیؒ آپؓ کی شان میں فرماتے ہیں :-

"شیخ عبدالقادرؓ بادشاہِ طریق اَور تمام عالمِ وجُود میں صاحبِ تصرّف تھے۔ کرامات و خوارقِ عادت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک دوامی یدِطُولیٰ عطا فرمایا تھا " (ترجمہ)

حضرت شاہ عبدالحق محدّث دہلویؒ فرماتے ہیں ؎

غوثِ اعظمؓ دلیلِ راہِ یقین	بہ یقیں رہبرِ اکابرِ دین
اوست در جُملہ اَولیاؒ مُمتاز	چُوں پیمبر در انبیاؑ مُمتاز

نیز "اخبار الاخیار" میں رقمطراز ہیں :-

"اللہ تعالیٰ نے غوث الاعظمؓ کو قُطبیتِ کبریٰ اَور ولایتِ عُظمیٰ کا مرتبہ عطا فرمایا۔ فرشتوں سے لے کر زمینی مخلوق تک آپؓ کے کمال . جلال اَور جمال کا شہرہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے بخشش کے خزانوں کی کُنجیاں اَور جسمانی تصرّفات کے لوازم و اسباب آپؓ کے اِختیار و اِقتدار میں دے دیئے تھے اَور تمام اَولیاء اللہ کو آپؓ کا مطیع و فرمانبردار بنا دیا تھا۔ غرضیکہ تمام اَولیائے وقت ، حاضر و غائب ، قریب و بعید ، ظاہر و باطن سب کے سب آپؓ کے فرمانبردار و اطاعت گزار تھے اَور آپؓ تمام اَولیاء کے سردار و سالار تھے۔ کیونکہ

آپؓ قطب الوقت، سُلطانُ الوجود، امامُ الصدیقین، حُجت العارفین، رُوحِ معرفت، قطب الحقیقت، خلیفۃ اللہ فی الارض، وارثِ کتاب اللہ، نائبِ رسول اللہ، الوجود البحت، النور الصرف، سُلطان الطریق اور متصرف فی الوجود علی التحقیق ہیں:۔

حضرتِ امام عبداللہ یافعی فرماتے ہیں کہ جناب غوث الاعظمؓ کی کرامات درجۂ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔

حضرت مخدوم علاؤالدین علی احمد صابرؒ کلیری عرض گزار ہیں:۔

من آمدم بہ پیش تو سُلطانِ عاشقاں ذاتِ تو ہست قبلۂ ایمانِ عاشقاں

در ہر دو کون جز تو کسے نیست دستگیر دستم بگیر از کرم اے جانِ عاشقاں

حضرت شاہ ابُوالمعالیؒ کا ارشاد ہے ۔

گر کسے واللہ بعالم از مئ عرفانی است از طفیلِ شاہ عبدالقادرؓ گیلانی است

حضرت مولانا الحاج محمد امداد اللہ مہاجر مکیؒ کا ارشاد ہے:۔

خداوندا! بحقِ شاہِ جیلاںؓ محی الدین و غوث و قطبِ دوراں

بکُن خالی مرا از ہر خیالے ولیکن آں کہ زو پیداست حالے

رسالہ "انوارِ قادریہ" پر حضرت قبلۂ عالمؒ کی تقریظ

اسی ضمن میں حضرت قبلۂ عالم گولڑوی نے کتاب "انوارِ قادریہ" کو پڑھ کر اپنے تاثرات قلمبند فرمائے ہیں، جو مکتوبات شریف موسومہ "مہرِ چشتیہ" اور فتاویٰ مہریہ سے یہاں نقل کیے جاتے ہیں:۔

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ اَوَّلًا وَّ اٰخِرًا وَّالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ مِنْہُ بَاطِنًا عَلَیْہِ وَ ظَاہِرًا وَّعَلٰی اَھْلِ بَیْتِہٖ وَعِتْرَتِہِ الطَّاھِرِیْنَ وَ اَصْحَابِہٖ طُرًّا وَّالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ۔

اَمَّا بَعْدُ رسالہ "انوارِ قادریہ" میرے ملاحظہ سے گزرا۔ علاوہ حُسنِ مضامین کے بوجہ ذکرِ ساداتِ کرام علیہمُ الرضوان، طرزِ بیان و عبارتِ عام فہم کی رُو سے بھی ناظرینِ اہلِ اسلام کے لیے عموماً و معتقدین و شائقینِ سلسلۂ قادریہ کے لیے خصوصاً میری ناقص رائے میں مُفیدِ عام و مُوجبِ خیر و برکت ثابت ہوا ہے جَزَی الْمُصَنِّفَ رَبُّہٗ عَنْ نَاظِرِیْھَا۔ چُونکہ رسالہ ہذا بوجہ اشتمال بر ذکرِ آں محو در شہودِ ذات و مُنصبغ بصبغاتِ صفات۔ آں قائل قَدَمِیْ ھٰذِہٖ عَلٰی رَقَبَۃِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہِ۔ آں مبرا از التفات بماسوی اللہ، آں غوثِ اہالیانِ ارض و سماء، آں وارثِ علومِ جدیہ فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِہٖ مَاۤ اَوْحٰی۔ آں مرکز و نقطۂ حُبیہ دائرۂ وجود، محبُوبِ ربانی، امامُ الثقلین، محی الدین سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اس قابل نہیں کہ بعض دیگر مسائل اور مصنفات کی مانند صرف معمولی تقریظ پر اکتفا کیا جائے۔ لہٰذا تیمناً و تبرکاً فوائد و قلائد دُررِ غُررِ ذیل سے محلّیٰ و موشح کرنا اس کا غیر مناسب معلوم نہیں ہوتا۔

فائدہ: آپؓ کا سچا اور پاک فرمان ذیل کہ "یہ قدم میرا ہر ولی کی گردن پر ہے" از قبیلِ شطحیات نہیں، جیسا کہ کم ظرف لوگ کم حوصلگی کی وجہ سے ایسے دعاوی کیا کرتے ہیں بلکہ بوجہ مقامِ صحو و استقامت و تمکین میں

مامور ہونے کے ایسا فرمایا گیا ہے۔ بوجوہِ متعدّدہ :۔

(ا) اگر یہ فرمان امرِ خداوندی کی تعمیل نہ ہوتا بلکہ معاذ اللہ کم حوصلگی کے باعث صادر ہوتا، جیسا کہ بعض متصوّفین موجودہ زمانہ کا خیال ہے تو پھر آں کاسرِ اصنامِ غیر و غیریّت، آں ناصبِ خیامِ وحدت و احدیّت، آں مرکزِ دائرۂ پرکارِ وجود، آں مہبطِ تجلّیات و انوارِ شہود، آں گوئے از ہمہ بُردہ در حق پرستی، آں قطب الوحدت خواجۂ خواجگان معین الحق والدّین چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بروقتِ صدورِ فرمانِ عالی سب سے پہلے سرِ تسلیم خم نہ فرماتے۔

(ب) بوجہ کمالِ اتباعِ محمّدی صلی اللہ علیہ وسلم مثلِ قول علیہ السلام : اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ آدَمَ وَبِیَدِیْ لِوَاءُ الْحَمْدِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وغیرہ یہ فرمان صادر ہوا۔

(ج) آپؓ ایسے اقوال کے صدور کا منشاء قولِ ذیل سے بیان کرتے ہیں : وَمَا قُلْتُ قَوْلِیْ ھٰذَا اِلاَّ وَقَدْ قِیْلَ لِیْ یعنی میں از خود ایسی بات نہیں کہتا ہوں، بلکہ منجانب اللہ ارشاد ہوتا ہے کہ ایسا کہو۔

(د) رئیس المکاشفین شیخ اکبر قدّس سرّہٗ "فتوحات" کے باب ۳۷ میں بعد ذکرِ اقسامِ اولیاء اللہ فرماتے ہیں :۔

"وَمِنْھُمْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ رَجُلٌ وَّاحِدٌ وَقَدْ تَکُوْنُ امْرَءَۃً فِیْ کُلِّ زَمَانٍ اٰیَتُہٗ (وَھُوَ الْقَاھِرُ فَوْقَ عِبَادِہٖ) لَہُ الْاِسْتِطَالَۃُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ سِوَا اللّٰہِ شَھْمٌ، شُجَاعٌ، مِقْدَامٌ، کَثِیْرُ الدَّعْوٰی بِحَقٍّ یَقُوْلُ حَقًّا وَّیَحْکُمُ عَدْلًا کَانَ صَاحِبُ ھٰذَا الْمَقَامِ شَیْخُنَا عَبْدُ الْقَادِرِ الْجِیْلِیْ بِبَغْدَادَ کَانَتْ لَہُ الصَّوْلَۃُ وَالْاِسْتِطَالَۃُ بِحَقٍّ عَلَی الْخَلْقِ کَانَ کَبِیْرَ الشَّانِ"۔

یعنی اولیاء میں سے ایک ولی ایسا ہوتا ہے کہ سوائے حق سُبحانہٗ تعالیٰ کے ہر چیز پر غالب اور متصرّف رہتا ہے اور پُر زور دعاوی کرتا ہے، مگر اُس کا دعویٰ اور بول بالا سچا ہی ہوتا ہے۔ ایسا ہی حکم اُس کا عدل و انصاف سے ہوتا ہے۔ اِس مقام کے صاحب بغداد میں عالی جناب ہمارے شیخ عبد القادر جیلی گویا آیت وَھُوَ الْقَاھِرُ فَوْقَ عِبَادِہٖ کے مظہر تھے۔

اسی باب ۳۷ میں لکھتے ہیں کہ محمّد اوانی المعروف "ابن قائد" افراد میں سے تھے۔ اولیائے افراد وہ ہوتے ہیں، جو خضر علیہ السلام کی طرح دائرۂ قطب سے خارج ہوں۔ عالیجناب غوث پاک قدّس سرّہٗ محمّد اوانی مذکور کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ یہ اولیائے افراد سے ہے اور یہ محمّد اوانی غوث پاکؓ کے اصحاب و خدّام میں سے تھے۔

حضرت شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصریح ہٰذا سے نتائج ذیل ثابت ہوئے :۔

۱۔ عالی جنابؓ نہ صرف مقامِ غوثیّت کے مالک تھے، بلکہ اِس سے بالاتر تھے۔

۲۔ آپؓ ہر شے پر سوائے خدائے عزّ وجلّ کے غالب و متصرّف تھے۔

۳۔ ایسا شخص لاف زن و کم ظرف نہیں ہوتا بلکہ سچا اور صاحبِ تمکین ہوتا ہے۔

۴۔ ہر زمانے میں ایسا ولی ہونا چاہیئے۔ وہ عبارت جس سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے، اسی باب میں ہے، مگر خوفِ طوالت کی وجہ سے نقل نہیں کی گئی ہے۔

۵۔ حضرتِ شیخؓ کے زمانے میں اِس تصرّف کا مالک حسبِ تصریحِ شیخ رضی اللہ عنہ ایک ولی تھا مگر اُسی باب میں لکھتے ہیں کہ گو یہ ولی مقامِ وَھُوَ الْقَاھِرُ فَوْقَ عِبَادِہٖ میں ہے، لیکن شیخنا عبد القادر رضی اللہ

عنہ میں علاوہ مقامِ ہذا کے اور وجوہِ فضیلت بھی موجود تھے۔

چنانچہ سیدنا عبد القادرؒ و سیدنا خواجہ نظام الدینؒ ہر دو مقامِ محبوبیت میں شریک ہیں۔ مگر حسبِ تصریح حضرت خواجہ نظام الدینؒ اورنگ آبادی، حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی دہلویؒ سیدنا عبد القادرؓ سے مستفیض ہیں (ملاحظہ ہو نظام القلوب)۔ نیز محبوبیتِ قادریہ عالمگیر ہے اور محبوبیتِ نظامیہ کئی قطعاتِ ارض تک نہیں پہنچی۔ رہا لفظِ سُبْحَانِیْ وَ اِلٰهِیْ سو مقامِ جذب و محبوبیت سے جیسا تناسب کہ لفظِ سُبْحَان کو ہے لفظِ اِلٰہ کو نہیں۔ کما قال اللہ تعالیٰ۔ سُبْحَانَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا۔ اور نہ لفظِ اِلٰہ ذاتِ بحت پر دال ہے بلکہ سُبْحَان کہ رتبۂ ذات کا نام ہے۔ (ملاحظہ ہوں فتوحات و شروحِ فصوص)

حضرت مجدد الفِ ثانیؒ دوسری جلد کے آخری مکتوب میں حضور غوثِ اعظمؓ کے بارے میں فرماتے ہیں:-

"وصول فیوض و برکات دریں راہ بہر کہ باشد از اقطاب و نجبا بتوسطِ شریفِ او مفہوم می شود، چہ ایں مرکز غیر او را میسر نہ شد الخ

اس موقع پر برائے فائدہ مندرجہ ذیل سوالات و جوابات بھی درج کیے جاتے ہیں:-

سوال۔ لفظ ولی اللہ اصحابؓ کرام پر بھی بدلیل قولہ تعالیٰ اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا و سائر آیاتِ قرآنیہ بولا جا سکتا ہے، تو حسبِ قولِ مذکور چاہیئے کہ آپؓ کا قدم اصحابؓ کرام کی گردن پر بھی ہو۔ حالانکہ یہ امرِ مسلّم ہے کہ کوئی ولی، خواہ کیسا ہی کامل ہو۔ صحابہؓ کے رتبے کو نہیں پہنچ سکتا۔

جواب۔ متأخرین کے عرف و محاورے میں ولی اللہ ماسوائے صحابی پر بولا جاتا ہے۔

سوال۔ عبارتِ فتوحات "مسطورہ بالا یعنی لَهُ الْاِسْتِطَالَةُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ سِوَی اللّٰهِ سے پایا جاتا ہے کہ اس ولی کا تصرف انبیاء علیہم السلام پر بھی ہوتا ہے۔

جواب۔ عالیجناب رضی اللہ عنہ کا زمانہ انبیاء کا زمانہ نہ تھا۔

سوال۔ لفظِ فِیْ كُلِّ زَمَانٍ مندرجہ عبارتِ فتوحات "مسطورہ بالا سے پایا جاتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے زمانے میں بھی ایسے ولی کا ہونا واقعی امر ہے اور نیز اسی باب میں قبل از عبارتِ مذکور حضرتِ شیخ تصریح فرماتے ہیں کہ بعد آنحضرتؐ چار انبیاء باجسامہم زندہ ہیں۔

جواب۔ مفضول کا تصرف فاضل پر مثل تصرف جبرائیلؑ برآں حضرتؐ واقعی اور مسلّم شدہ امر ہے۔ کیونکہ بوجہ تخالفِ فیما بین وجوہِ فضیلت، استبعاد مندرجہ سوال بخوبی مندفع ہو سکتا ہے۔ وہی آخری مکتوب شریف ملاحظہ ہو۔ چنانچہ عالیجناب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خُضْنَا بَحْرًا الْوَقُوفُ عَلٰی سَاحِلِهِ الْاَنْبِیَاءُ۔ یعنی ہم ایسے دریا میں ڈوبے ہیں، جس کے کنارے پر انبیاء علیہم السلام کو کھڑا ہونا نصیب نہیں ہوا۔ بحر و دریا سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یعنی ہم کو بوجہ کمالِ اتباعِ ظاہری و باطنی، شریعت و طریقت ذاتِ پاک محمدیؐ میں کامل فنا حاصل ہے۔ بخلاف سائر انبیاء علیہم السلام کہ وہ اپنی اپنی شرائع میں رنگین ہونے کے باعث اس فنا کامل سے عاری ہیں۔

سوال۔ عیسیٰ ابن مریم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام حسبِ احادیثِ صحیحہ بعد النزول شرعِ محمدیؐ کے پابند

ہوں گے۔ لہٰذا کاملِ فنا کے مستحق ہوئے اور عالی جناب کے فرمانِ مذکور لَمْ یَقِفْ عَلٰی سَاحِلِهِ الْاَنْبِیَآءُ سے سمجھا جاتا ہے کہ کسی پیغمبرؑ کو ذاتِ محمدیؐ میں فنائے ظاہری و باطنی نہ ہوگی۔

جواب۔ فرمانِ مذکور کا مطلب یہ ہے کہ میرے قولِ ہٰذا سے پہلے کسی نبیؑ کو بجز ذاتِ محمدیؐ میں فنائے کامل واتباعِ شرعِ محمدیؐ حاصل نہیں ہوا۔ کیونکہ لَمْ یَقِفْ میں کلمہ لَمْ مضارع پر ماضی منفی کا معنی دیتا ہے بنابریں اگر بعد اس فرمان کے قربِ قیامت میں عیسٰی علیہ السلام کو اتباعِ شرعِ محمدیؐ میں اتباعِ کامل حاصل ہو تو مخالفِ قولِ مذکور نہ ہوگا۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَّ اٰخِرًا وَّالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْهِ ظَاهِرًا مِّنْهُ وَبَاطِنًا۔ العبد مہرِ محبت کا بندہ، علیؑ کا نام لیوا، شاہِ جیلان کا حلقہ بگوش از گولڑہ بقلمِ خود۔ ۱۸ صفر ۱۳۳۱ھ

القصہ حضرتِ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے جناب غوث الاعظمؓ کی شان میں کیا خوب عرض کیا ہے:۔

گویم زِکمالِ تو چہ غوثُ الثقلینا ۔۔۔ محبوبِ خدا، ابنِ حسنؓ، آلِ حسینؓا

سر در قدمت جملہ نہادند و بگفتند ۔۔۔ تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَیْنَا

ما عاجز و حیران بماندیم بگرداب ۔۔۔ لَا مَخْلَصَ اِلَّا بِكَ بِاللّٰهِ لَدَیْنَا

ما تشنہ چو ماہی ہمہ در دشت فتادیم

اے ابرِ کرم بار تو بشتاب اِلَیْنَا



الحمد لله الذی کشف لاولیائه ما لا یحیط بعلم العقل والقیاس واوصل محبیهم ومعتقدیهم الیٰ ما لا یمکن الوصول الیه لسائر الناس والصلوٰة علیٰ حبیبه المصطفیٰ ورسوله المجتبیٰ الذی لا یمکن العروج الی مراتب العلی الّا بمتابعته فیما اتی فمن کان متابعته اکثر ففضله اعظم واوفر ان اکرمکم عند الله اتقٰکم وعلیٰ اٰلہٖ واصحابه النجوم الہدی وعلیٰ جمیع متبعیه اهل الکرم والتقیٰ۔

یہ کتاب جناب غوث الثقلین شیخ محی الدین ابو محمد عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب پر مشتمل ہے۔ اس کا مضمون کتاب بہجۃ الاسرار کی تلخیص اور انتخاب ہے۔ بہجۃ الاسرار تصوف کی بڑی مشہور و معروف کتاب مانی جاتی ہے جس کے فاضل مصنف مُلّا نور الدین ابی الحسن علی ابن یوسف الشافعی اللخمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علماءِ قرأت میں بڑے شہرت یافتہ ہیں۔ ان کے تفصیلی حالات بہت سے تذکروں میں ملتے ہیں۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ حدیث کے جلیل القدر اور ممتاز علماء میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کو محک الرجال کے خطاب سے یاد فرماتے ہیں۔ (محک کے معنی کسوٹی ہے جس طرح سونے کا معیار معلوم کرنے کے لیے کسوٹی ضروری ہے ویسے ہی رجال حدیث کی سند وصحت معلوم کرنے کے لیے آپ کا نام معیار کی حیثیت رکھتا ہے) بہجۃ الاسرار کے مصنف کی تعریف میں طبقات المقرئین میں لکھا ہے کہ آپ کے آباؤ اجداد شام کے رہنے والے تھے۔ مگر آپ قاہرہ (مصر) میں ۶۴۰ھ میں پیدا ہوئے اور جامعہ ازہر میں قرأت میں بڑا نام پیدا کیا۔

امام ذہبی طبقات المقرئین میں لکھتے ہیں کہ میں بذاتِ خود آپ کی مجلسِ قرأت میں پہنچا

تو مجھے آپ کا اندازِ قرأت (سمت و سکوت)، بڑا پسند آیا۔ وہ جناب شیخ سیدنا عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سچّے عاشقوں میں سے تھے۔ آپ نے حضرتِ شیخؒ کے کمالات ومناقب میں ضخیم کتابیں لکھیں۔ شیخ محمد بن محمد جزری جو علماءِ قرأت و حدیث میں بڑی اہم شخصیت مانے جاتے ہیں اور حصن حصین کے مصنّف ہیں۔ احوال قراء میں لکھتے ہیں کہ مَیں نے بہجۃ الاسرار کو مصر میں پڑھا تھا اور مجھے باقاعدہ اس کی اجازت ملی تھی۔ بہجۃ الاسرار کے مصنّف اور شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے درمیان صرف دو واسطے ہیں اور ان کے متعلق حضرت سیّدنا عبد القادر جیلانیؒ نے بشارت دی تھی، "طوبیٰ لمن رأنی ولمن رای من رأنی ولمن رای من رأی من رأنی"۔ پھر فرمایا: عبد لہٗ فوق المعالی رتبہ۔ یہ بشارت امام اجل شیخ الحرمین عبد اللہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے روضۃ الریاحین میں بیان کی ہے۔ بعض لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ یہ کتاب مخدوم جہانیاں کے کسی مرید نے لکھی تھی جو غلط ہے البتہ آپ کے کسی مرید نے اسکا فارسی زبان میں ترجمہ ضرور کیا تھا۔ ایسے ہی دوسرے علماءِ کرام مثلاً شیخ مجد الدین شیرازی رحمۃ اللہ علیہ (جو مصنفِ قاموس ہیں اور بڑے مشاہیر علماء و فضلاء سے مانے جاتے ہیں) نے ایک کتاب روض المناظر فی مناقب الشیخ محی الدین عبد القادر لکھی۔ شارح صحیح بخاری اور صاحبِ مواہب الدنیہ علامہ قسطلانیؒ نے بھی "روضۃ الزاہر فی مناقب الشیخ عبد القادر" تصنیف کی ہے۔ ایسے ہی ہم نے بعض علماءِ کرام سے سُنا ہے کہ اُنھوں نے حضرت غوث پاکؒ کے مناقب میں بارہ کتابیں دیکھی ہیں جن میں سے بہجۃ الاسرار ایک ہے۔

بہجۃ الاسرار بہت بڑی کتاب ہے جس میں جناب غوث الثقلینؓ اور دُوسرے مشائخ کرام کے مناقب بھرے پڑے ہیں اور بزرگانِ دین کے وُہ اقوال بھی درج کیے گئے ہیں، جن میں جناب غوث الاعظم کو خراجِ عقیدت پیش کیا گیا ہے۔ جناب غوث الاعظم سے پہلے آنے والے بزرگوں نے آپ کے کمالات اور آمد کی تفصیلات بیان کی ہیں۔ راقم الحروف ان اقوال کو نہایت اختصار سے پیش کرتے ہوئے اپنی تالیف کا نام "زبدۃ الآثار تلخیص بہجۃ الاسرار" تجویز

کر رہا ہے۔ میری دلی خواہش ہے کہ میرا نام بھی جناب غوث پاک کے تعریف کرنے والوں، مریدوں اور محبوبوں میں لکھا جائے۔ اگرچہ مہجور و محروم نیاز مندان سلسلہ قادریہ جناب غوث پاک کے ظاہری جمال اور پاکیزہ مجلس میں حصّہ لینے سے قاصر ہیں تاہم آنجناب کے اوصاف و کمالات کے مطالعہ سے محروم نہیں رہیں گے۔

یہ حقیقت ہے کہ حضرت کے فضائل و مناقب حد و حساب سے باہر ہیں اور انھیں لحاظِ تحریر میں لانا بڑا مشکل کام ہے۔ جو کچھ آج تک لکھا جا چکا ہے وہ اس بحرِ بیکراں سے ایک حقیر سا قطرہ ہے۔

امام اجل کبیر، شیخ الحرمین حضرت عبداللہ یافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کے اوصاف اتنے روشن اور درخشاں ہیں کہ اگر پھولوں کی پتیاں دفتر بن جائیں اور باغوں کی ٹہنیاں قلمیں بنا لی جائیں تو آپ کے اوصاف کو نہیں لکھا جا سکتا۔ آپ کے کمالات کا احاطہ کرنے میں بڑے بڑے عارفین قاصر ہیں اور کوئی اسلوبِ تحریر ان کمالات کے مکمل بیان پر حاوی نہیں ہو سکتا۔ اگر ہم لکھنا شروع کریں تو زمانہ بھر کی قلمیں ناکام ہو جائیں گی۔

امام یافعیؒ کا یہ قول ان آیہ کریمہ کی تلمیح ہے کہ لو کان البحر مداد لکلمت ربی ـــ و لو ان ما فی الارض من شجرۃ اقلام۔ محققین کے نزدیک اولیاءُ اللہ اور اصفیاءِ الٰہی جو اللہ کے خاص بندے ہیں کے اوصاف و کمالات بیان کرنے کے لیے ایسی تلمیحات کو مثالی طور پر بیان کرنے میں کوئی قباحت نہیں ورنہ حقیقت میں اسمائے صفاتِ الٰہی اور اس کے کمالات لاتناہی ہر قسم کی تعبیر و تمثیل سے بلند ہیں۔ اور ان کے ساتھ تمثیل و نظیر قائم نہیں کی جا سکتی۔

امام یافعیؒ کا مندرجہ بالا قول بڑا عمدہ اور صحیح ہے اور اس پر کسی قسم کا شبہ اور شک نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جناب غوث اعظم کی ولادت، رضاعت اور پرورش کے وقت ہی سے ولایت کے آثار و خوارق ظاہر ہونے لگے تھے چنانچہ وہ رمضان شریف کے دوران دن کے وقت اپنی والدہ کا دودھ نہیں پیا کرتے تھے۔ یہ بات مشہور ہو گئی تھی کہ اشراف کے گھر

ایک ایسا لڑکا پیدا ہوا ہے جو رمضان میں دن کے وقت دودھ نہیں پیتا۔

لوگوں نے حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ آپ کو سب سے پہلے کب احساس ہوا کہ آپ ولی اللہ ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ایک دن میں مدرسہ جارہا تھا، میں نے دیکھا کہ فرشتوں کی ایک کثیر تعداد میرے ارد گرد چل رہی ہے۔ واپسی پر بھی یہ فرشتے دکھائی دیئے حتّٰی کہ میں ان کی باتیں سنا کرتا۔ جب وہ کہتے کہ ولی اللہ کے لیے جگہ چھوڑ دو تاکہ وہ تشریف فرما ہو سکیں، تو مجھے اپنے متعلق یہ احساس پیدا ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کی نوازشیں میرے لیے ہی نازل ہو رہی ہیں، اُس وقت میری عمر صرف نو سال تھی۔"

آپ سے کرامات آئے دن ظاہر ہوتی رہیں اور تواتر کے ساتھ ہر زمانے میں آپ کے خوارق نظر آتے رہے۔ شیخ اجل علی بن الہیتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے زمانے میں کسی ایسے ولی اللہ کو نہیں دیکھا جس سے اتنی بے شمار کرامات رُونما ہوئی ہوں۔ جو شخص جس وقت جس انداز کی کرامت کی خواہش کرتا آپ سے بلا تامل ظاہر ہوتی تھی۔ یہ کرامات بعض دفعہ تو آپ کے اپنے ارادہ و اختیار سے رُونما ہوتی تھیں لیکن بعض اوقات آپ کے اختیار و خواہش کے بغیر بھی نمایاں ہوتی رہتیں۔

شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ "سلطان الطریق والتصرف فی الوجود علی التحقیق" تھے۔ شیخ ابو سعید احمد بن ابی بکر الحریمی، شیخ ابی عمر اور عثمان انصر الفہیمی فرماتے ہیں کہ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کشادہ دست اور کرامات و خوارق کے منبع تھے۔ آپ کی کرامات آبدار موتیوں کی طرح ہر وقت مقبول و معروف ہوتی تھیں اور مسلسل رُونما ہوتی رہتی تھیں۔ ہم اندازہ نہیں کر سکتے کہ یہ کہاں تک پہنچیں گی۔ نوّے سال ہو گئے مگر ان کی کرامات کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔

آپ کی عبادات و ریاضات اور مجاہدات کے علاوہ آپ کے علوم، اعمال اور احوال کی تفاصیل صحیح اور مستند ذرائع سے ثابت ہیں۔ چنانچہ آپ کے ہمعصر شیوخ نے آپ کی

لاتعداد کرامات و فضائل بیان کیے ہیں۔ حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ آپ کی کرامات تواتر کی حدود سے اس اتفاق و کثرت سے ملتی ہیں کہ آفاق کے کسی دوسرے ولی اللہ کے حصہ میں نہیں آئی ہیں۔

قدمی ہٰذہٖ علیٰ رقبہ کل ولی اللہ

جناب غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کراماتِ جلیلہ میں "قدمی ھٰذہٖ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ" کا اعلان بہت عظیم الشان معرکہ مانا جاتا ہے۔ جب اس اعلان کی شہرت کائنات ارضی کے تمام مشایخ وقت اور عظیم ائمۂ آفاق تک پہنچی تو متقدمین نے اس اعلان کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا۔ معاصرین کی گردنیں جھک گئیں اور دنیا کے تمام مشائخ خواہ حاضر تھے یا غائب، چھوٹے تھے یا بڑے، مشرق میں تھے یا مغرب میں، غرضیکہ ہر ایک نے تصدیق و تائید کی۔ اربابِ حال نے تو اس اعلان پر بڑے لطیف اور نفیس انداز میں تبصرے کیے ہیں۔

مصنفِ "بہجۃ الاسرار" لکھتے ہیں کہ ہمیں مشائخ کی ایک جماعت نے (جن کے آخرین بزرگ شیخ ابو محمد شبکی بطایحیؒ تھے) بتایا کہ اُن کی مجلس میں ایک دن مشائخ کبار کا ذکر چلا تو فرمایا کہ عجم میں ایک ایسا شخص پیدا ہوا ہے جو خداوند تعالیٰ کے نزدیک بڑے بلند مقام کا مالک ہے، وُہ بغداد میں رہتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ "میرا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے" اس لیے ہر ولی اللہ کا فرض ہے کہ اس اعلان کے بعد اس عظیم الشان حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دے کیونکہ وُہ اپنے زمانہ کا یگانہ انسان (فرد) ہے۔"

صاحب "بہجۃ الاسرار" نے مزید لکھا ہے کہ مشائخ عظام میں سے ایک بزرگ ابو یعقوب یوسف بن ایوب ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں بتایا ہے کہ اُنھوں نے شیخ ابا احمد عبد اللہ بن علی بن موسیٰ ملقب بہ نجفیؒ سے سُنا کہ وُہ کہا کرتے تھے: "میں گواہی دیتا ہوں کہ عنقریب عراق میں ایک ایسا عظیم انسان پیدا ہونے والا ہے جو کرامات کا مظہرِ عظیم ہوگا اور اسے ساری مخلوق میں مقبولیت حاصل ہوگی اور وُہ اعلان کرے گا "قدمی ھٰذہٖ علیٰ رقبۃ کل

ولی اللہ" دنیا کے تمام ولی اللہ اس کے سامنے گردنیں جھکا دیں گے۔ ہر ایک بزرگ آپ کی تائید و تصدیق سے درجۂ ولایت کو پہنچے گا اور آپ ہی ہر ایک کی سفارش اور شفاعت کریں گے۔

تین اولیاء اللہ قبروں میں زندہ ہیں

شیخ عقیل منجیؒ سے روایت ہے (اور یہ شیخ عقیلؒ ان چار بزرگوں میں سے ہیں جو بقول شیخ علی قرشی عراق کے مشائخ کبار میں شمار ہوتے تھے) کہ میں نے چار بزرگوں کو دیکھا ہے جن کا تصرف قبروں میں بھی جاری و ساری رہتا ہے۔ یہ تصرف زندگی کی تمام قوتوں کی طرح ہوتا ہے۔ یہ بزرگ شیخ عبدالقادر جیلانی، شیخ معروف کرخی، شیخ عقیل منجی اور شیخ حیات بن قیس حرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں"۔

قطبِ وقت کی روایت

شیخ عقیلؒ سے لوگوں نے پوچھا کہ اب قطبِ وقت کون ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ اس وقت مکہ شریف میں ہیں مگر عام لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہیں۔ ہاں اولیائے اللہ انھیں پہچانتے ہیں۔ یہ قطبِ وقت عنقریب بغداد سے ظاہر ہوں گے۔ وہ جب لوگوں سے بات کریں گے تو لوگ ان کی کرامت سے اُنھیں پہچان لیں گے کہ یہ قطبِ وقت ہے۔ وہ کہیں گے: "قدمی ھٰذہٖ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ"۔ اولیائے اللہ آپ کے قدموں میں اپنی گردنیں جھکا دیں گے۔ اگر میں اس وقت تک زندہ رہا تو آپ کے قدموں میں رہوں گا۔ یہ وہ شخص ہے جس کی وجہ سے مخلوقِ خدا کو بے پناہ نفع ہوگا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کرامات جتنی اس شخص کو عطا کی ہیں اتنی اور کسی کو نہیں ملیں۔

آخرین مشایخ میں بعض حضرات نے روایت کی ہے جن میں حضرت عبدالرحمٰن طفسونجیؒ بھی تھے کہ سیدنا شیخ عبدالقادرؒ اس وقت جواں سال تھے مگر ہمارے شیخ تاج العارفین ابوالوفاءؒ ان کی زیارت کو آیا کرتے تھے۔

حضرت ابوالوفاء کا ادب

جناب سیّد شیخ عبدالقادرؒ جب بھی شیخ ابوالوفاء کو نظر آتے تو آپ اوباً کھڑے ہو جاتے۔ اپنے دوستوں کو بھی حضرت شیخ رحؒ کی تعظیم کے لیے کھڑے ہونے کا حکم دیتے اور کہا کرتے یہ وقت کے عظیم ولی اللہ ہیں۔

شیخ ابوالوفاء کی خواہش

ایک دن شیخ ابوالوفاء نے حضرت سیّدنا عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی کہ جب آپ مرتبۂ کمال کو پہنچیں تو مجھے ضرور یاد رکھیں اور اپنے محاسن کو برقرار رکھنا۔ پھر کہا: "اے عبدالقادر! ہر پرندہ چہچہا کر خاموش ہو جاتا ہے مگر آپ کا طائرِ رُوحانیت قیامت تک چہچہاتا رہے گا۔" جب شیخ ابوالوفاؒ نے بار بار اس بات کو کہا تو لوگوں نے آپ سے پُوچھا کہ آپ اس قدر تکریم و تعظیم کیوں کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا؛ حضرات! ایک وقت آنے والا ہے یہ نوجوان تمام خورد و کلاں کے لیے مشعلِ راہ بنے گا اور لوگ اس کے محتاج ہوں گے۔ میں علیٰ وجہ البصیرت یہ کہہ سکتا ہُوں کہ وُہ اپنے اس دعوٰی میں کہ "میرا قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے" بالکل سچا ہے۔ اولیائے اللہ آپ کے سامنے گردنیں جُھکا دیں گے۔ آپ لوگوں میں جو بھی موجود ہو اس کا فرض ہے کہ اس دعوٰی کی تائید کرے۔

شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃُ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میرے مرشد وعمِ بزرگوار شیخ ابوالنجیب عبدالقادر سُہروردی رحمۃُ اللہ علیہ نے بتایا کہ وُہ ایک دن شیخ حماد دباسؒ کے پاس بیٹھے تھے (جو اولیائے وقت میں سے تھے) حضرت شیخ عبدالقادر ابتدائے حال میں آپ کی مجلس میں آیا کرتے تھے اور کام کرتے تھے اور نہایت مودب طریقہ سے مجلس میں بیٹھا کرتے۔ جب سیّدنا عبدالقادر مجلس سے اُٹھ کر چلے گئے تو شیخ حمادؒ نے بتایا اس عجمی نوجوان کا قدم اتنا بلند ہے کہ ایک وقت آئے گا کہ اولیاء اللہ کی گردنیں اس کے نیچے ہوں گی اور اس کو اجازت دی جائے گی کہ اعلان کر دے "قدمی ھذہٖ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ۔"

اس قسم کی خبریں بہت سے مشایخ نے قبل از وقت بیان کی تھیں۔ ایک دفعہ شیخ ابو مدین شعیبؒ نے گردن جھکا کر کہا کہ اے اللہ! میں تجھے، تیرے فرشتوں اور حاضرینِ مجلس کو گواہ ٹھہراتا ہوں کہ مَیں نے اطاعت قبول کر لی ہے اور گردن جھکا دی ہے۔ احباب نے آپ سے پوچھا کہ اس واقعہ کی کیا حقیقت ہے؟ تو آپ نے بتایا: ابھی ابھی شیخ عبد القادرؓ نے بغداد میں اعلان فرمایا ہے "قدمی ھٰذہٖ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ"۔

شیخ عدی بن مسافرؒ نے بیان فرمایا: شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میری تعریف کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ اگر نبوت محنت و مجاہدہ سے حاصل کی جا سکتی تو شیخ عدی بن مسافرؒ کو ملتی۔ شیخ عدی کو لوگوں نے پوچھا: یہ کیا بات ہے آج تک کسی ولی اللہ نے وہ دعویٰ نہیں کیا جو شیخ عبد القادرؒ نے کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ہاں یہ دعویٰ اور کوئی کر بھی نہیں سکتا تھا آپ تو مقامِ فردیت پر فائز تھے۔ زمانے کے فرد کو جب تک کوئی بات کہنے کا حکم نہ دیا جائے وُہ نہیں کہتا۔ حضرت شیخ کو جب حکم ہُوا تو پھر انھوں نے دعویٰ کیا۔ یہی وجہ ہے کہ تمام اولیاء اللہ نے آپ کے دعویٰ کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا جس طرح فرشتوں نے حضرت آدمؑ کو سجدہ کر دیا تھا اولیاء اللہ نے اپنے سرِ نیاز جھکا دیے۔

حضرت شیخ ابو النجیب سہروردیؒ فرماتے ہیں کہ مَیں بھی اس مجلس میں شریک تھا جس میں حضرت شیخ سیدنا عبد القادرؒ نے دعویٰ کیا کہ "میرا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے۔" مَیں نے اپنی گردن جھکا دی حتیٰ کہ میرا سر زمین سے جا لگا اور تین بار مَیں نے کہا: عَلیٰ راْسی، عَلیٰ راْسی، علیٰ راْسی۔ (میرے سر آنکھوں پر)

تصدیقِ دعویٰ ھٰذہٖ قدمی

شیخ خلیفہ اکبرؒ نے جو صاحبِ رویائے کثیرہ تھے بیان کیا ہے کہ مَیں نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ مَیں نے دریافت کیا: یارسول اللہ! شیخ عبد القادر نے "قدمی ھٰذہٖ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ" کا دعویٰ کر دیا ہے۔ آنحضرت نے فرمایا:

"صدق الشیخ عبد القادر (شیخ عبد القادر سچے ہیں) وہ وقت کے قطب ہیں اور مجھے ان کی خاطر داری مطلوب ہے"۔

مشایخِ کرام نے حضرت شیخ ابوسعید قیلویؒ سے پوچھا کہ آیا شیخ سید عبد القادر رضی اللہ عنہ نے "قدمی ھٰذہٖ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ" حکماً کہا تھا؟ حضرت ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ہاں! یہ حکم خداوند تعالیٰ کی طرف سے تھا اور اس میں کوئی شبہ نہیں، یہ قطبیت کا نشان ہے۔ ہر زمانے میں اقطابِ وقت کے ذمہ بعض اقطاب تو ان امور کو خاموشی سے انجام دیتے رہتے ہیں کیونکہ انھیں سکوت کے بغیر چارۂ کار نہیں ہوتا لیکن بعض کو اعلان کرنیکا حکم ہوتا ہے۔ انھیں ایسا دعوٰی کیے بغیر چارۂ کار نہیں ہوتا خواہ اس اعلان میں انھیں کتنی ہی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے۔ یہ اعلان اکمل ترین مقامِ قطبیت ہوتا ہے کیونکہ یہ شفاعت کی علامت ہوتی ہے۔ الغرض اس موضوع پر ہمارے پاس بے پناہ اخبار و شواہد موجود ہیں جن سے اس دعوٰی کی تائید ہوتی ہے کہ اس قسم کے سارے دعوے بامرِ الٰہی کیے جاتے رہے ہیں۔

انبیاء اور اولیاء کے احکام میں امتیاز

انبیاء پر امرِ الٰہی کی حقیقت کیا ہے؟ اور اولیاء اللہ پر جو احکام (الہام) نافذ ہوتے ہیں ان کی حیثیت کیا ہے؟ اس کی وضاحت مندرجہ ذیل الفاظ میں کی جاتی ہے اس سلسلہ میں ہم بزرگانِ دین کے اقوال اور جناب غوثِ اعظمؓ کے ارشادات کی روشنی میں خیالات کا اظہار کریں گے۔ اس سے ہماری مراد وُہ علم صریح ہے جو اس قلب سلیم کو بلاشائبہ ظن و تخیل حاصل ہوتا ہے جو بشریت کی کدورت سے صاف، نفسانی خواہشات سے پاک اور خداوند تعالیٰ سے پیوست رہتا ہے۔ صریح سے وہ فعل مراد ہوتا ہے جو وحی کے واسطہ کے بغیر ہو۔ نبوّت و ولایت کے مابین فرق معلوم کرنے کے لیے یہ بات بھی قابلِ غور ہے نبوّت وُہ کلام ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وارد ہو اور اس کا ذریعہ رُوح الامین یعنی

وحی الٰہی ہو۔ وحی کو پیغام رسانی کا حکم ہوتا ہے اور رُوح الامین اس پر مُہر لگاتے ہیں۔ اس کلام کی تصدیق ہر چھوٹے بڑے پر واجب ہو جاتی ہے اور اس سے انکار کرنے والا کافر ہو جاتا ہے۔ ایسا کرنے سے ظاہر و باطن کی خرابیاں رُونما ہوتی ہیں اور مال و جان کا نقصان ہوتا ہے مگر ولایت اس حدیث کا نام ہے جو بطریق الہام وارد ہوتی ہے جس سے قلب و زبان مطمئن ہو جاتے ہیں۔ اس پیغام کو مجذوب کا دل قبول کرنے کے لیے ساکن ہو جاتا ہے چنانچہ انبیاء کے لیے وحی اور کلام اور اولیاء اللہ کے لیے خطاب و الہام ضروری ہیں۔ انکارِ انبیاءؑ کفر ہوتا ہے اور ظاہر و باطن کی خرابی کا باعث ہوتا ہے اور انکارِ اولیاء موجبِ خبث و ضلال ہوتا ہے نعوذ باللہ من ذالک۔

درحقیقت کشف کا طور طریقہ عقلی طریقوں سے بلند و بالا ہوتا ہے۔ عقل مکاشفات کے ادراک سے عاجز ہوتی ہے۔ جس طرح حسّ عقلی ادراک سے مطلع نہیں ہوتی اِسی طرح عقل مکشوفات پر حاوی نہیں ہو سکتی۔ بعض محققین نے کہا ہے کہ جو چیز ایمان سے معلوم ہوتی ہے وُہ کشفِ عیاں سے بالاتر ہوتی ہے۔ سیّد الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "اس طریقہ پر ایمان لانا بھی وِلایت کی ایک قسم ہے۔ جن لوگوں نے اقوالِ مشایخ پر علی الاطلاق حکم صادر کیے ہیں یا اپنے مقامات و مراتب کے اظہار کے لیے ایسی باتیں کہہ دی ہیں جو عقل کے پیمانے پر نہیں اُترتیں۔ وُہ عالمِ سُکر اور استغراق نفس کی بنا پر ہوتی ہیں۔ بعض اوقات ایسے احکامات کشف سے ہٹ کر عقل بھی تسلیم کر لیتی ہے اور اس بات کی تمیز کرنا کہ یہ احکامات کس جانب سے وارد ہوئے یا کیسے وارد ہُوئے، بڑا مشکل کام ہے۔ چنانچہ انھیں تسلیم کرنے ہی میں بہتری ہے اسی لیے فرمایا گیا ہے کہ اسلم و تسلیم پر عمل کریں تاکہ مختلف خطرات سے محفوظ رہ سکیں۔ دُوسرے مقام پر یہ خبر بھی دی گئی ہے:

"بل کذبوا بما لم یحیطوا بعلمہ ویلما یاتھم تاویلہ یستل اللہ عافیۃ۔"

اے کہ از کشمکشِ قال و مقال | نیست قوت ادراک کمال
ہیچ نایافتہ در خود اثرے | نہ شنیدہ زکساں جز خبرے
قابل کار نہ معذوری | یا خود از کوششِ آں بس دُوری
باش کیں راہ گزار دگر است | ہر کسے قابل کار دگر است
بنگر حالت درویشاں را | سوزش و شورشِ عشقِ ایشاں را
کہ دریں راہ چہ طلبہا دارند | زیں طلبہا چہ لقبہا دارند
زیں طلب گرنہ خدا یافتہ اند | ایں ہمہ بہر چہ بشتافتہ اند
در طلب ایں ہمہ جانبازی چیست | مال واسباب خدا سازی چیست
باری ار نیست ترا وجدانے | معتقد باش و بیار ایمانے

حضور غوث پاک رضؓ کے فضائل و

جناب غوث الاعظم رضؓ متقدمین اور متاخرین کی نظر میں کمالات کے موضوع پر

متقدمین اور متاخرین نے "قدمی ھذا علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ" پر اظہارِ خیال کیا ہے وُہ حدو حساب سے باہر ہے۔ مشایخِ وقت اور بزرگانِ متقدمین نے جس انداز میں بیان کیا ہے وُہ آپ کے کمالات کی بڑی دلیل ہے۔ شیخ قدوہ ابو محمد شبلیؒ نے کہا ہے کہ شیخ ابوبکر بزازؒ ایک دن حضرت غوث پاک کا تذکرہ فرما رہے تھے کہنے لگے کہ عراق میں ایک ایسے بزرگ ظاہر ہونے والے ہیں جو فضل و کرامت میں بڑے بلند مقام پر فائز ہوں گے۔ ان پر تمام اقطاب کے حالات واضح کر دیے جائیں گے اور اُن کے سینوں کے تمام علوم ان پر روشن ہوں گے۔

تمام مقربین بارگاہِ الٰہی کے حالات و مقامات کو جناب شیخ عبدالقادرؒ پر آگاہ کر دیا جائے گا۔ مکاشفین کے تمام اطوار بھی آپ پر روشن کر دیے جائیں گے۔ پھر مزید کہا کہ اللہ تعالیٰ شیخ سیدنا عبدالقادرؓ کی بدولت اپنے اولیاء کے درجات بلند فرمائے گا

اور مخلوقِ خدا کو بڑا فائدہ پہنچے گا۔ پھر کہا: وہ ان لوگوں میں سے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فخر و مباہات کا اظہار فرمائے گا۔"

شیخ عز ازبطایحی نے پیش گوئی کی تھی کہ "۴۷۰ھ میں ایک نوجوان جس کا نام سیدنا عبدالقادرؓ ہوگا، ظاہر ہوگا۔ اس کی ہیبت سے ہی مقاماتِ ولایت ظاہر ہوں گے اور اس کی جلالت سے کرامات ظاہر ہوں گی۔ وہ حال پر چھا جائیں گے اور محبتِ خداوندی کی بلندیوں پر پہنچ جائیں گے۔ تمام عالمِ امکان اُن کے حوالے کر دیا جائے گا۔ عالمِ امکان میں جو کچھ بھی ہے آپ کے سامنے لایا جائے گا۔ تمکنت میں ثابت قدم ہوں گے اور عالمِ قدم کے تمام حقایق آپ کے سامنے یدِ بیضا کی طرح روشن ہوں گے اور ازل کے تمام اسرار ان پر ظاہر ہوں گے۔ حضرت قدس میں ان کی شان اس قدر بلند ہوگی کہ کسی دوسرے ولی اللہ کو نصیب نہیں ہوگی۔"

شیخ منصور بطایحی کی مجلس میں جناب غوث الاعظم کا تذکرہ ہوا تو آپ نے فرمایا: "عنقریب وہ وقت آنے والا ہے کہ سیدنا عبدالقادر کو بہت بلند مقام مل جائے گا دنیا کے تمام عارفین اُن کے ماتحت ہوں گے اور انھیں اس حالت میں وصال ہوگا کہ ان سے بڑھ کر خدا اور رسول اللہ کی نظروں میں زمین پر محبوب ترین انسان دوسرا نہیں ہوگا۔ حاضرین میں جس کو یہ وقت نصیب ہو۔ اس پر فرض ہے کہ وہ آپ کے مقام کو پہچاننے کی کوشش کرے اور اُن کی تعظیم و تکریم کرے۔"

حضرتِ شیخ حماد دباس رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے حضرت غوث پاکؓ کا ذکر چلا تو آپ نے فرمایا: "اگرچہ عبدالقادرؓ ابھی نوجوان ہیں مگر میں اُن کے سر پر دو جھنڈے لگے دیکھ رہا ہوں۔ یہ جھنڈے ولایت کے ہیں۔ ان جھنڈوں کی فرمانروائی تحت الثریٰ سے لے کر ملکوت اعلاء تک ہے۔ میں نے اپنے کانوں سے ملکوت اعلاء پر سنا ہے کہ انھیں ان القابات سے نوازا جاتا ہے جن سے صدیقین کو نوازا جاتا ہے۔" جب شیخ سیدنا عبدالقادرؓ آپ کے پاس تشریف لاتے

تو آپ انھیں مرحبا مرحبا یا الجبل الراسخ والطور العالی و سید العارفین کے خطابات سے استقبال کرتے تھے۔

شیخ عقیل منجی رح کے سامنے جناب شیخ عبدالقادر رض کے متعلق یہ بیان کیا گیا کہ ایک نوجوان ولی اللہ بغداد میں ظاہر ہوا ہے تو آپ نے فرمایا: اس کا حکم تو آسمانوں پر بھی چلتا ہے۔ وہ بڑا رفیع الشان نوجوان ہے۔ ملکوت میں اسے "باز سفید" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ عنقریب اسے منفرد اور ممتاز مقام حاصل ہوگا اور اسے خاص امور پر مامور کر دیا جائے گا اور آپ سے ہی روحانیت کے احکامات صادر ہوا کریں گے۔

شیخ ابو بغرائی مغربی کے بعض احباب نے بغداد جانے کے ارادے کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا: جب تم بغداد جاؤ تو ایک نوجوان شیخ عبدالقادر رض سے ملاقات کرنا نہ بھولنا۔ جب تم اس عجمی نوجوان کو ملو تو میرا اسلام عرض کرنا اور میرے لیے دعا بھی کرانا اور یاد رکھو اس بات کو کبھی نہ بھولنا۔ مجھے اللہ کی قسم ہے آج تک اللہ تعالیٰ نے عجم میں ایسا آدمی پیدا نہیں کیا اور عراق میں اس کے پایہ کا کوئی آدمی نہیں ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس نوجوان کی وجہ سے مشرق کو مغرب پر فوقیت حاصل ہو جائے گی۔ اس کا علم اور نسب کائنات عالم میں ممتاز کر دیے جائیں گے اور دنیا کے اولیاء کرام میں آپ کو ممتاز کر دیا جائے گا۔

شیخ عدی بن مسافر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس شیخ ابوالقاسم عمر بزاز رح فیضِ روحانیت کے لیے حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: عمر! تم بحرِ محیط کو چھوڑ کر ایک نہر کے کنارے آگئے ہو حضرت سید عبدالقادر رض زمانہ کے اولیاء اللہ کے آقا ہیں اور خدا کے محبوبین کے شہسوار ہیں

شیخ ابوعبداللہ قرشی رح کہا کرتے تھے کہ سیدنا عبدالقادر رض اپنے زمانہ کے بہترین ولی اللہ ہیں اور وہ اکمل و اعلیٰ ولی اللہ ہیں۔ علماء ان کے پیچھے رہتے ہیں۔ عارفانِ الٰہی انھیں اپنے سے بہتر جانتے ہیں۔ مشائخ وقت اپنے آپ کو ان سے کمتر خیال کرتے ہیں۔

ابوسعید قیلوی رح سے قطبِ وقت کے اوصاف دریافت کیے گئے تو آپ نے فرمایا کہ

قطب تمام امورِ وقت کو اپنے قبضہ میں رکھتا ہے اور کون و مکان کے تمام امور کا اختیار اسے دے دیا جاتا ہے۔ لوگوں نے پوچھا: پھر ایسا قطبِ وقت آپ کی نظروں میں کون ہے؟ آپ نے فرمایا: شیخ سیّد عبد القادر جیلی ہی ایسی شخصیت ہیں۔"

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی نگاہِ جلال کے اثرات

شیخ خلیفہ شہر ملکی سے یہ روایت منسوب ہے کہ جناب غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کو دُنیا کے تمام اولیاء، ابدال اور اقطاب کے احوال و اسرار سپرد کر دیے گئے تھے۔ آپ کی نگاہِ جلال جب کائناتِ ارضی کے کسی گوشے پر پڑتی تو ساکنانِ ارضی سطحِ ارض سے لے کر تحت الثریٰ تک لرزہ براندام ہو جاتے ہیں۔ انھیں یہ بھی اُمید ہوتی ہے کہ آپ کی نگاہِ لطف سے برکات میں اضافہ ہو گا مگر یہ ڈر بھی رہتا ہے کہ اُن کے جلال سے احوال سلب نہ کر لیے جائیں۔ شیخ ابو البرکات بن صخر اموی نے کہا ہے کہ حضرت سید عبد القادر ہر ولی اللہ کے ظاہری و باطنی احوال پر نگاہ رکھتے ہیں۔ کوئی ولی اللہ اپنے ظاہری یا باطنی احوال میں آپ کی اجازت کے بغیر تصرف نہیں کر سکتا۔ ایسے ولی اللہ جو بارگاہِ الٰہی میں ہمکلام ہونے کے مرتبہ عالی پر فائز ہیں۔ وُہ بھی حضرت غوثِ اعظم کی اجازت کے بغیر دم نہیں مار سکتے۔ اِن اولیائے وقت پر موت سے پہلے اور موت کے بعد بھی آپ ہی کا تصرف رہتا ہے۔

شیخ ابی محمد قاسم بن علبید بصری نے بتایا کہ میں نے حضرت خضر علیہ السلام سے حضرت سیّدنا عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق پُوچھا تو آپ نے بتایا کہ وہ اس وقت کے "فرد احباب" ہیں۔ اللہ تعالیٰ کبھی کسی ولی اللہ کو مرتبۂ عالی عطا نہیں فرماتا جب تک حضرت غوث پاک کو منظور نہ ہو۔ کسی مقرب ولی اللہ کو اس وقت تک بزرگی نہیں دی جا سکتی جب تک وہ حضرت غوث اعظم کی بزرگی کا اعتراف نہ کر لے۔ اللہ تعالیٰ کسی کو اس وقت تک اپنا ولی نہیں بناتا

جب تک اُس کے سینہ میں حضرت غوث پاکؓ کا ادب بدرجۂ اتم موجود نہ ہو۔

شیخ ابُومدین نے بتایا ہے کہ میں حضرت خضر علیہ السّلام کو تین سال تک ملتا رہا۔ ایک روز میں نے آپ سے مشرق و مغرب کے مشایخ کے متعلق گفت گو کی اور اس سلسلہ میں سیّدنا شیخ عبد القادر کا ذکر آیا۔ آپ نے فرمایا: وہ صدیقوں کے امام ہیں۔ عارفین کے لیے محبت ہیں اور معرفت میں رُوح کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اولیاء اللہ میں ان کی شان بڑی نادر اور باکمال ہے۔ اولیاءِ کرام کے درمیان ایک بھی ایسی شخصیت نہیں جس کا مقام جناب غوث پاکؓ سے بلند ہو۔ میں بھی جناب غوث پاکؓ کے بلند مقام کی تصدیق کرتا ہوں۔ میں نے خضر علیہ السلام سے اس سے زیادہ تعریف کسی ولی کے حق میں نہیں سُنی۔

خواب میں کشف کا مکمل علم

ابو سعود احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ایک دفعہ شیخ علی بن ہیتی حضرت غوث الاعظمؓ کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے جناب غوث پاکؓ اس وقت سو رہے تھے۔ میں نے چاہا کہ آپ کو بیدار کروں مگر شیخ علیؒ نے منع کر دیا اور کہنے لگے: واللہ، واللہ، واللہ! حضرت شیخ عبد القادرؓ کا کوئی حواری موجود نہیں۔ جب حضرت بیدار ہُوئے اور باہر تشریف لائے تو فرمانے لگے: ہم محمدی ہیں اور حواریّین تو حضرت عیسٰیؑ کے ہوتے ہیں۔ پھر آپ نے معارف و اسرار پر کچھ گفتگو کی۔ شیخ علیؒ فرماتے ہیں کہ مَیں نے آج تک شیخ کی طرح عارفانہ گفتگو کسی سے نہیں سُنی۔

شیخ ابو محمد ابن علی بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے ایک خواب کا واقعہ بیان کیا کہ اُنھوں نے خواب میں دیکھا کہ قیامت برپا ہے، انبیاء و اولیاء موقف کی طرف تشریف لے جا رہے ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم بھی تشریف لائے آپ کے پیچھے آپ کی اُمت تھی جو ایک سیلِ بیکراں کی طرح آ رہی تھی۔ اس میں جلیل القدر شیوخ اور اولیاء بھی تھے مگر حضرت سیّدنا عبد القادرؓ کو نمایاں حیثیت حاصل تھی۔ میں نے پُوچھا کہ یہ کون بزرگ ہیں؟ مجھے بتایا گیا کہ یہ حضرت شیخ عبد القادرؒ ہیں۔

شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ اپنے چچا ابو النجیب سہروردیؒ کے ساتھ (۵۶۰ھ) جناب غوث پاکؓ کی زیارت کو آیا۔ میرے چچا نے آپ کا نہایت ہی ادب کیا۔ آپ کے سامنے دو زانو ہو کر نفس گم کردہ بیٹھے رہے۔ جب میں مدرسہ نظامیہ میں گیا تو اپنے چچا سے پوچھا کہ آپ اس قدر مودّب کیوں ہو گئے تھے؟ آپ نے فرمایا: میں ادب کیوں نہ کرتا اللہ تعالیٰ نے انھیں اختیارات وجود ملکوت میں بھی عطا فرمائے ہیں، میں اس کا ادب کیوں نہ کروں، جب کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ادب کرنے کا حکم دیا ہے اگر وہ چاہیں تو اولیاء اللہ کے احوال و مقامات کو برقرار رکھیں اگر چاہیں تو ایک طرف پھینک دیں۔

شیخ موسیٰ الزولی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخؒ کا نہایت ادب کیا کرتے تھے۔ جب لوگوں نے وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ وہ سلطان الاولیاء ہیں، وہ سیّد العارفین ہیں، میں ان کا کیسے ادب نہ کروں جب کہ اُن کے سامنے فرشتے بھی ادب سے حاضر ہوتے ہیں۔

شیخ شہاب الدینؒ کا فلسفۂ کلام

شیخ شہاب الدین سُہروردیؒ بیان کرتے ہیں کہ مَیں آغازِ جوانی میں بڑا تیز طبع تھا۔ مجھے علم کلام، یونانی فلسفہ اور دُوسرے علوم مناظرہ و مجادلہ پر بڑا عبور تھا۔ میرے چچا ابو النجیب سُہروردیؒ مجھے ایسے علوم سے اکثر روکتے رہتے تھے مگر مَیں باز نہیں آتا تھا۔ ایک دن میرے چچا میرے پاس آئے۔ اور مجھے سیّدنا عبد القادرؓ کی زیارت کے لیے ساتھ لے گئے اور مجھے کہا کہ اے عمر! اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: یا ایہا الذین اٰمنوا اذا ناد یتم الرسول الآیہ یاد رکھو تم ایسے شخص کے پاس آئے ہو جس کا دل اللہ تعالیٰ کے اسرار و رموز کی خبریں دیتا ہے لہٰذا یاد رکھو اُن کے سامنے محتاط ہو کر بیٹھنا تاکہ آپ کی برکات حاصل کر سکو۔ ہم آپ کے سامنے بیٹھ گئے، میرے چچا نے آپ کی خدمت میں عرض کی: یا سیدی! یہ میرا بھتیجا ہے جو علم کلام اور فلسفہ میں مشغول ہے۔ مَیں نے اسے بارہا منع کیا ہے لیکن یہ ایسے علوم سے باز نہیں آتا۔ آپ نے میری طرف توجہ فرماتے ہُوئے کہا: عمر! تمھیں کون کون سی کتابیں یاد ہیں؟

میں نے بتایا کہ فلاں فلاں کتاب۔ یہ سُنتے ہی آپ نے میرے سینے پر اپنا ہاتھ پھیرا۔ مجھے اللہ کی قسم ہے ابھی آپ کا ہاتھ سینہ سے جُدا نہیں ہُوا تھا کہ ان تمام کتابوں کے الفاظ یکسر مجھے بھُول گئے اور ان کتابوں کے تمام مسائل، مطالب میرے ذہن سے محو ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے میرے سینہ میں علم لدنّی بھر دیا۔ میں فوراً اُٹھ کر کھڑا ہو گیا حالانکہ میں عارفانہ گفتگو کر رہا تھا آپ نے مجھے فرمایا کہ تم عراق میں مشہور ترین عالمِ دین ہو۔ حضرت شہاب الدین عمر سُہروردیؒ کہتے ہیں؛ شیخ عبدالقادر سلطان الطریق تھے اور اُن کا تصرف تمام موجودات پر حاوی ہے۔ شیخ ابی عمرو عثمان مرزوقی قرشیؒ فرماتے ہیں؛ شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے شیخ، امام اور سیّد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں جو انعام و اکرام انھیں عطا کیے ہیں کسی دُوسرے ولی کو نصیب نہیں ہُوئے۔ یہ تمام انعامات حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اجازت سے اور آپ کی وساطت سے دُوسرے اولیاء اللہ کو تقسیم ہوتے ہیں۔ ایک اور واقعہ حضرت شیخ قدوہؒ سے منسوب ہے۔ آپ کہا کرتے تھے کہ سیّدنا شیخ عبدالقادرؓ امام اہل طریقت ہیں اور شیخ الشیوخ ہیں۔ آپ کے نور سے اہلِ دل کے قلوب و اذہان منوّر ہوتے ہیں۔ اہل حقایق کے معارف و اسرار آپ کی بدولت کھلتے ہیں۔ چونکہ آپ کا نور نورِ نبوۃ سے روشن ہوتا ہے اور اسی سے قوت ملتی ہے اور ولایت کی تمام شاخیں نورِ نبوی سے ہی غذا پاتی ہیں اسی لیے اس نورِ ولایت پر اعتماد و اعتقاد ضروری ہے۔

قدمِ من بر قدمِ مصطفیٰ است

شیخ خلیفہ اکبرؒ نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ مجھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب میں فرمایا کہ سیّدنا عبدالقادر ہمارے قطب ہیں میں ان کے معاملات کی خاص رعایت کرتا ہُوں۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ شہاب الدین سُہروردیؒ نے اس بات کی تائید کی ہے کہ ہر ولی کے قدم نبی کے قدم پر ہوتے ہیں اور میرا قدم میرے جدِّ مکرّم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدموں پر ہے۔ حضور کا قدم اُٹھتے ہی میں نے اپنا قدم آپ کے نشانِ پا پر رکھا ہے۔ میرا ہر قدم

اقدامِ نبوت پر ہوتا ہے۔ اس مقام کو نبی کے بغیر کوئی نہیں پا سکتا اور یہ بات جناب غوث اعظمؓ کے لیے خاص تھی۔ یہ جاننا ضروری ہے کہ بعض بزرگانِ دین نے حضرت غوثِ اعظمؓ کی شان میں مختلف روایات بیان کی ہیں جو آپ کی ذات کے ساتھ مخصوص تھیں مگر بعض روایات مطلق تھیں چونکہ آپ سیّدالاولیاء ہیں آپ کے لیے تقدّم و تاخّر کی روایات حضرت خضرؑ کے علاوہ بھی واقع ہوئی ہیں اور آپ کی فضیلت متقدمین و متاخرین مشایخ دونوں پر یکساں وارد ہوتی ہیں۔ یہ بات واضح ہے کہ شہود عدول کی مثبت زیادت راجح ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی حکایات اور معاملات کی تمام اولیائے وقت نے تائید و تحریم کی ہے۔ اس طرح کی تعظیم کسی دوسرے ولی اللہ کو نصیب نہیں ہوئی۔ آپ کے مناقب اور مآثر اتنے زیادہ ہیں کہ بہجۃ الاسرار اور دوسری ہزاروں کتابیں ان سے بھری پڑی ہیں۔

زیرِ نظر "زبدۃ الآثار" تو بہجۃ الاسرار کا ہی خلاصہ ہے۔ یہاں ان کمالات میں سے چند چیزیں لی گئی ہیں ویکفیٰ باللہ التوفیق۔

نسب و صفات جناب غوث الاعظمؓ

سیّد السادات، شیخ الاسلام، شیخ شیوخ العالم غوث الاعظم شیخ محی الدین ابو محمد عبدالقادر بن ابی صالح موسیٰ بن ابی عبداللہ بن یحییٰ الزاہد بن داؤد بن موسیٰ بن عبداللہ بن موسیٰ الجون بن عبداللہ المحض ملقب بالمجل بن حسن المثنیٰ بن حسن بن علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

ابی عبداللہ صومعی زہد و تقویٰ میں مشہور تھے۔ ولادت کے وقت آپ جیلان میں تھے۔ جیلان، جیل (بکسر جیم و سکون یا) یہ قصبہ طبرستان میں واقع ہے۔ کہتے ہیں گیلان، جیلان و گیل ایک قریہ ہیں جو دریائے دجلہ کے کنارے واقع ہیں اور یہ قصبہ بغداد سے واسطہ کے متصل ایک دن کی راہ پر ہے۔ جغرافیہ دانوں نے اس کا نام جیل عجم، گیل عجم، گیل عراق اور جیل لکھا ہے۔ یہ قصبہ مدائن کے پاس ہے۔ ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ جیلانی لقب آپ کے جدِّ امجد سے منسوب ہے جو جیلان سے تعلق رکھتے تھے۔ بعض گیلانیوں سے

میں نے خود سنا ہے کہ اُن کے مخدوم زادے ابھی تک گیلان ہی میں ہیں اور وہ صاحب اہلسنت وجماعت پر ہیں۔ ابو عبداللہ صومعی جیلان کے اجل مشائخ میں سے تھے۔ وہ وقت کے بہترین زاہدوں میں سے شمار ہوتے تھے۔ صاحبِ احوال سنیہ اور کراماتِ جلیلہ تھے۔ عراق عجم کے جلیل القدر مشائخ نے آپ سے ایک دفعہ ملاقات کی تو آپ کو بڑا مجیب الدعوات پایا بڑھاپے کے باوجود آپ نوافل وریاضت میں مشغول رہتے، ہمیشہ ذکرِ الٰہی کرتے، خشوع و خضوع سے عبادت کرتے۔ حفظ حال ومراعات پر پابند تھے۔ وُہ اکثر کسی امر کے واقعہ ہونے سے پہلے ہی خبر دے دیتے تھے۔

بعض مشایخ نے آپ سے بعض حکایات بیان کی ہیں کہ آپ کی والدہ کا اسم گرامی ام الخیر امۃ الجبار فاطمہ بنت ابی عبداللہ صومعی تھا۔ وُہ خیر و اصلاح کی مالکہ تھیں۔ شیخ اصیل ابومحمد عبداللطیف بن شیخ قدوہ ابوالنجیب جو معروف مشایخ میں سے تھے، بیان کرتے ہیں:
ام الخیر امۃ الجبار فاطمہ والدہ شیخ سیدنا عبدالقادر بڑی راسخ العقیدہ اور نیک عورت تھیں۔ وُہ بیان کرتی ہیں کہ جب حضرت شیخ پیدا ہُوئے تو رمضان میں دن کے وقت میرا دُودھ نہیں پیا کرتے تھے۔ ایک بار رمضان کے بارے میں رویت ہلال کے بارے میں اختلاف پڑا تو لوگ میرے پاس آئے اور دریافت کیا تو میں نے انھیں بتایا کہ میرے بیٹے نے آج دُودھ نہیں پیا، جس سے وُہ سمجھ گئے کہ چاند ہوگیا۔ اس واقعہ سے میرے بیٹے کی فضیلت وشرافت کا شُہرہ ہوگیا۔ میرے بیٹے نے کبھی بھی رمضان میں دن کے وقت دُودھ نہیں پیا۔ آپ کے بھائی شیخ ابواحمد عبداللہ آپ سے چھوٹے تھے۔ آپ علم و زہد میں بڑے معروف ہُوئے۔ آپ کی پھُوپھی اُم محمد عائشہ بڑی نیک اور صالحہ عورت تھیں۔ ان سے بڑی کرامتیں ظہور میں آئیں۔ ایک دفعہ جیلان میں قحط کی شدت ہُوئی تو لوگوں نے طلب دُعائے باراں کی۔ لیکن نمازِ استسقٰی کے باوجود بھی بارانِ رحمت کا نزول نہ ہُوا۔ لوگ اس نیک بی بی کے پاس آئے اور طلبِ بارانِ رحمت کی درخواست کی۔ کہتے ہیں حضرت اُم محمد عائشہ نے اپنے صحن میں جھاڑو دیا اور کہا:

بارِ الٰہا! میں نے جھاڑو دے دیا ہے اب پانی برسانا تیرا کام ہے۔" ابھی زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ زور دار بارش برسنے لگی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی نے آسمان سے مشکوں کے منہ کھول دیئے ہیں۔ لوگ اپنے اپنے گھروں کو پانی میں شرابور ہو کر پہنچے۔ اس نیک بی بی نے بڑی عمر پائی اور جیلان میں ہی مدفون ہوئیں۔

یاد رہے کہ نسب نامہ میں لفظ "موسیٰ" استعمال کیا گیا ہے۔ یہ ناموں میں اضداد کے معنوں میں آتا ہے جیسے ابیض، اسود پر اطلاق کیا جاتا ہے اور اس وزن پر بہت سے دوسرے لفظ بھی آتے ہیں یہاں بھی یہی مراد ہے "موسی ادم اللون" اور وہ سفیدی جو سیاہی سے ملی ہوئی ہو۔ حضرت موسیٰ کی والدہ کی عمر ساٹھ سال تھی کہ انھیں حمل ہوا۔ قریش کی عورتوں میں دیکھا گیا ہے کہ ساٹھ سال کی عمر میں بھی حمل ہو جاتا ہے۔ عبد اللہ لقب سے مراد خالص ہے کیونکہ آپ کے والد حسن بن حسن بن علیؓ اور والدہ فاطمہ بنت حسین بن علیؓ تھیں۔ اس طرح آپ کا نسب خالص ہے اور اس نسب میں کوئی موالی نہیں ہے۔ اس طرح آپ کریم الطرفین سیّد تھے۔ الحسنی والحسینی۔

مُجل (بضم میم وفتح میم) حسن مثنّیٰ کا لقب ہے۔ سلام اللہ علیہم اجمعین۔ آپ علماءِ کرام کی طرح لباس پہنا کرتے تھے اور اونٹ پر سوار ہوتے تو طیلسان کی چادر اوڑھ لیتے۔ آپ کے سامنے غاشیہ ڈال دیا جاتا تھا۔ جب آپ وعظ فرماتے تو بلند کرسی پر بیٹھتے۔ آپ کے کلام میں تیزی اور محبت کی آمیزش ہوتی۔ جب آپ بات شروع کرتے تو دوسرے لوگ خاموش ہو جاتے۔ جب آپ کسی چیز کا حکم فرماتے تو لوگ فوری بجالاتے۔ اگر کسی صاحبِ دل آدمی کی نگاہ آپ کے چہرے پر پڑتی تو اس کے دل میں خود بخود خضوع وخشوع پیدا ہو جاتا تھا۔ آپ جب نگاہ اٹھاتے تو یوں معلوم ہوتا گویا تمام لوگوں کو دیکھ رہے ہیں۔ جب آپ نمازِ جمعہ کے لیے جامع مسجد کو تشریف لے جاتے تو راستے میں لوگ تعظیماً کھڑے ہو جاتے اور اپنی مشکلات اور مسائل کے متعلق سوال کرتے۔ آپ ان کے لیے دعا فرماتے جس سے مسائل حل ہو جاتے۔

آپ کی آواز، نشست و برخاست ہر طرح موزوں و مناسب ہوتی۔ آپ خطبہ ارشاد فرمانے لگتے تو آپ کی بلند آوازی سے ہر ایک سامع آسانی سے بات سُن لیتا تھا۔ جب آپ کو چھینک آتی تو لوگ سُن کر یرحمك الله کہتے۔

ایک دفعہ خلیفہ المستنجد باللہ جامعہ مقصورہ میں تھا تو لوگوں نے یرحمك الله کہا تو خلیفہ نے اپنے غلاموں سے دریافت کیا کہ یہ شور کیسا ہے؟ اُنھوں نے بتایا کہ لوگ جناب شیخ سیدنا عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چھینک کے جواب میں دُعا کہہ رہے ہیں۔ خلیفہ یہ بات سُن کر مبہوت رہ گیا اور دِل ہی میں کہنے لگا کہ اس مردِ حق آگاہ کی لوگوں کے دلوں میں کتنی عزت ہے۔

آپ بڑے صاحبِ عظمت و ہیبت تھے۔ جب آپ گفتگو فرماتے تو مخاطب پر بعض دفعہ رعب سے لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔ کبھی آپ یونہی کسی پر نگاہ ڈالتے تو وہ لرزہ براندام ہو جاتا۔ جب آپ بیٹھتے تو آپ کے خادم آپ کے اِردگرد حلقہ باندھ لیتے گویا وُہ شیر ہیں جو اپنے بادشاہ کے اردگرد جمع ہیں۔ اس حلقے کی مثال ملنا محال ہے۔ آپ کے حکم کی اتباع فوری ہوتی اور ہر شخص اسے نہایت آسان جان کر بجا لاتا۔

آپ نحیف البدن اور میانہ قد و قامت کے مالک تھے۔ سینہ چوڑا، گھنی دراز ریش مبارک، سُرخ و سفید رنگ، پیوستہ ابرو، بلند آواز، بارُعب کلام اور گفتگو میں بے پناہ اثر تھا۔ آپ چالیس سال کی عمر میں فتویٰ نویسی اور تدریس پر حاوی ہو چکے تھے۔ آپ کی ولادت ۴۷۰ھ میں جیلان میں ہوئی اور وفات ۵۶۱ھ میں ہوئی۔ آپ بغداد شریف میں ۴۸۶ھ میں تشریف لائے جب کہ آپ کی عمر صرف سولہ سال تھی۔ آپ نے علوم دینیہ حاصل کرنے میں بڑی محنت شاقہ سے کام لیا اور ائمۂ کرام، شیوخِ وقت، علماءِ اُمت اور اعلام ہدیٰ سے استفادہ کرتے رہے۔ پھر آپ قرآنِ حکیم اور اتقان پر غور کرتے رہے۔ حدیث کے فروع و اصول کو مقتدر محدثین سے سنا اور احادیث مشہور ترین محدثین سے حاصل کیں غرضیکہ تمام علوم متداولہ و مروّجہ میں مہارت حاصل کر لی۔ اس سے پیشتر کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیائے ولایت میں معروف کیا، آپ

دنیائے علم ظاہریت میں آفتابِ کمال بن کر چمک رہے تھے۔ آپ کو مخلوق خاص وعام میں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی اور آپ کی زبان اور دل سے حکمت کے رموز ظاہر ہونے لگے۔ آپ سے کرامات ظاہر ہونے لگیں۔ ولایت کے بعد خاص مقامات آپ پر کھلنے لگے۔ مجاہدہ و تجرّد میں انفرادیت آنے لگی۔ آپ کی دُنیا کے علایق سے قطع تعلقی اور اللہ تعالیٰ کی ذات سے وابستگی ظاہر ہونے لگی اور طلبِ حق میں صبر اور مصائب و مشکلات پر تسلیم کی خُو پیدا ہو گئی۔ آپ اپنے مدرسہ میں تدریس و فتوٰی نویسی کے کام میں منہمک رہتے اور وعظ و نصیحت کے دریا بہا دیتے اور زیارت بزرگانِ وقت اور نذر و نیاز کا قصد فرمانے لگے۔ آپ کے حلقہ میں وقت کے جیّد علماءِ کرام، فقہائے اعلام اور صالحینِ اُمت جمع ہونے لگے اور آپ کے کلام سے استفادہ کرنے لگے۔ طلبائے علم آفاق آپ کی مجلس میں آتے اور منتہی بن کر نکلتے اور مریدانِ عراق آپ کے ہاتھ پر توبہ کرتے۔ طلباءِ علومِ دینیہ جو مختلف مدارس سے تحصیلِ علوم کر کے آتے وُہ بھی آپ کے کثرتِ علوم سے فائدہ اُٹھاتے۔ آپ کے مدرسہ میں ایک درس تفسیرِ قرآن کا، ایک تشریح حدیث کا، ایک مذہبیات کا اور ایک اصول و نحو کا ہر روز ہوتا تھا۔ ظہر کے وقت قرأت قرآن پاک کا درس ہوتا تھا گویا آپ حقائق کے خزانوں کی کنجیاں تقسیم کرتے تھے۔ معارف و اسرارِ الٰہی کی راہیں آپ کے فیض سے کھلتی تھیں۔ آپ کے حلقہ سے علم و عمل کے منتہی استفادہ کرتے۔ وہ علم و حکمت میں قطبِ وقت سمجھے جانے لگے اور اصول و فروع کی شناخت کراتے تھے۔ آپ کے ہاں معقولات، منقولات اور دُوسرے علوم کے چشمے پھُوٹتے تھے۔ آپ کے شاگردوں کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے فیض سے قول و فعل اور تصنیف و تالیف میں بڑی مدد دی اور بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ بڑے فوائد املا کیے گئے۔ آپ کی آوازِ آفاقِ عالم میں نشر ہونے لگی، گردنیں آپ کے سامنے جھک گئیں۔ تمام مخلوق نے آپ کے کمال کے اعتراف میں گردنیں جھکا دیں اور آپ کے طرح طرح کے اوصاف زبان زدِ عوام و خواص ہوئے۔ آپ کا لقب بزرگ طرفین وحدّین مشہور ہو گیا اور

آپ کو صاحب البراہین والسلطانین کہا جانے لگا اور آپ کو امام الفریقین وطریقین کہا جانے لگا آپ کا نام قطب الخافقین اور غوث الثقلین مشہور ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ بے شمار اور بیجد و حساب شاگرد آپ کے حلقۂ تلمذ میں آئے۔ ان میں معروف زمانہ علماء و اولیاء کی بھی خاصی تعداد تھی۔

صاحبِ بہجۃ الاسرار نے ان علماء و اولیاء کرام کے اسمائے گرامی بھی لکھے ہیں جنہوں نے آپ سے تلمذ کیا اور لکھا ہے کہ یہ سارے علماء و فقہاء قادریہ سلسلۂ تصوف سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ سارے آپ کی تعظیم و تکریم دلی طور پر کرتے تھے۔ آپ کے آداب و سلوک پر کاربند رہے۔ ان کے دلوں میں جناب غوث پاکؓ کی محبّت بھری ہوئی تھی۔ اُن کی زبانیں آپ کے مناقب سے مالامال تھیں۔ اور وُہ اپنے سلسلہ کے تمام ارادت مندوں کو آپ کی اتباع کی وصیت کرتے رہے۔

شیخ امام ابی محمد ابراہیم بن محمود بطایحی (یہ وقت کے جلیل القدر فقیہ اور قاری تھے) نے بیان کیا ہے کہ جب میرے شیخِ طریقت کا تذکرہ بارگاہِ ربّ العزّت میں ہوتا تھا تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بعد جناب رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، آپ کے صحابہ اور پھر حضرت شیخ سیّد عبدالقادرؓ کا ذکر ضرور آتا اور کہا کرتے تھے کہ جب مشایخ سے بیعت ہوتی تو شیخ کے نام پر بھی بیعت لی جایا کرتی تھی۔

" ابُوصالح نصر قاضی القضاۃ بیان کرتے ہیں۔ میں نے اپنے والد شیخ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ کو کہتے سُنا کہ جس سال میرے والد نے حج کیا تو میں بھی اُن کے ہمراہ تھا۔ سیّدنا شیخ عبدالقادرؓ نے شیخ ابوعمرو عثمان بن مرزودقی اور شیخ ابومدین شعیب کو میدانِ عرفات میں خرقۂ خلافت پہنایا اور چند اور ادبھی آپ نے بتائے اور یہ لوگ آپ کے سامنے مودب بیٹھے رہے۔

فرزندانِ غوث الاعظمؓ بہجۃ الاسرار میں آپ کی اولاد پاک اور ان میں سے

مشاہیر زمانہ بزرگوں کا تفصیلی ذکر کیا گیا ہے مگر ہم یہاں نہایت اختصار کے ساتھ آپکی اولاد کا تذکرہ کرنا چاہتے ہیں۔ ہم آپ کے ان فرزندانِ ارجمند کا ذکر کریں گے جنہوں نے آپ کے فقہی مسلک کو اپنایا تھا اور آپ سے درسِ حدیث لیا اور اپنے وقت کے فاضل ترین اور یگانۂ وقت بن کر چمکے۔ ان صاحبزادگان کے متعلق بہت علوم اشاروں میں بیان کیے گئے ہیں۔ اس طرح انھیں مراتب و احوال میں ایک دُوسرے کی فضیلت کا معیار نہ بنانا چاہیے۔ یہ تمام علم و فضل میں یکتائے روزگار تھے۔ اُن سے مختلف التّوع کرامات و کمالات ظاہر ہوتی رہیں۔

شیخ الانام سیف الدین ابو عبداللہ عبدالوہاب جمال الاسلام قدوۃ العلماء فخر المتکلمین نے اپنے والدِ محترم سے فقہ میں سند حاصل کی اور حدیث بھی آپ سے ہی سُنی اور امّت کے دُوسرے علماء محدثین سے بھی استفادہ کیا۔ وہ طلب علم کی خاطر بلادِ عجم میں مختلف مقامات پر رہے اور اپنے والدِ محترم کے بعد آپ کے مدرسہ میں درس دیا کرتے تھے۔ حدیث بیان فرماتے اور وعظ کرتے، فتویٰ بھی دیتے۔ بہت سے مشایخ اور علماء نے آپ سے سندِ خلافت حاصل کی۔ آپ شعبان ۵۲۲ ھ میں پیدا ہُوئے اور ۵ شوال ۵۷۵ ھ میں بغداد میں واصلِ بحق ہُوئے۔ آپ کے مزار پر عظیم مقبرہ بنایا گیا ہے۔ دوسرے صاحبزادے شیخ الامام الائمہ شرف الدین ابو محمد ابی عبدالرحمٰن عیسیٰ شرف الاسلام جلال العلماء سراج العراق والمصر ذواللسان علی الانسان المتکلمین تھے۔ آپ اپنے والد کے طریق فقہ پر عمل کرتے تھے۔ آپ سے اور آپ کے علماء کی جماعت سے حدیث سُنی۔ اس طرح آپ درسِ حدیث اور وعظ بیان فرمایا کرتے تھے۔ آپ فتویٰ بھی دیتے تھے۔ آپ نے چند کتابیں مسمّٰی بجواہر الاسرار، لطائف الانوار تصنیف کیں۔ یہ کتابیں علمِ تصوّف میں مشہور ہُوئیں۔ آپ پر بہت سے حقایق کشف ہوتے تھے۔ آپ مصر تشریف لے گئے اور وہاں حدیث بیان کرتے رہے۔ مصر میں بہت سے علماء آپ کے درس سے فارغ ہو کر دنیائے علم مد

پہلے۔ آپ کی وفات مصر میں ہی ۵۰۳ھ میں ہوئی۔

واسع العلم عزیز الفضل کامل العقل متواضع جلیل القدر اور عالی رتب جناب شیخ الانام الجلیل شمس الدین ابو محمد ابو بکر جن کی کنیت ابی بکر عبد العزیز تھی، آپ کے تیسرے فرزند تھے۔ آپ جمال العراق اور فخر العلماء کے خطابات سے مشہور ہوئے۔ اپنے والد مکرم سے تفقہ کیا، حدیث سنی اور والد کے انداز میں وعظ و درس جاری کیے۔ وقت کے جلیل القدر علماء آپ کے درس سے فارغ ہوئے۔ وہ وافر العقل، عزیز العلم، متواضع اور حسنِ اخلاق کے مالک تھے۔

آپ کے چوتھے صاحبزادے الشیخ الامام جمال الدین ابو عبد الرحمٰنؒ ہیں جن کی کنیت ابو الفرح عبد الجبار تھی۔ آپ سراج العلماء مفتیِ عراق مشہور ہوئے۔ آپ نے اپنے والد سے فقہ سیکھی، حدیث پڑھی اور درس جاری کیا۔ آپ بڑے نیک طینت اور وسیع القلب تھے۔ آپ کا سینہ اہلِ علم کی محبت کا گہوارہ تھا۔ علم و فضل میں یدِ بیضا رکھتے تھے۔

شیخ الامام الحافظ تاج الدین ابو بکر عبد الرزاق سراج العراق، جمال الائمہ، فخر الحفاظ شرف الاسلام قدوۃ الاولیاء بھی آپ کے فرزند ارجمند تھے۔ آپ نے فقہ اپنے والد محترم سے سیکھی اور اپنے حلقہ درس سے بڑے بڑے جیّد علماء کرام پیدا کیے۔ وُہ صاحبِ فکر انسان تھے۔ اچھی صحت تھی۔ زہد و تقوٰی کے مالک تھے اور بے پناہ علوم پر حاوی تھے۔ کہتے ہیں کہ آپ تیس سال تک مراقبہ میں رہے اور ایک بار بھی آسمان پر نگاہ نہیں ڈالی۔ یہ بات حیا اور عظمتِ الٰہی کی بناء پر تھی۔ آپ ۶۳۶ھ میں بغداد میں واصل بحق ہوئے۔ آپ کی ولادت ذیقعدہ ۵۲۸ھ میں ہوئی۔ الشیخ الجلیل ابو اسحٰق ابراہیم زین الفقہاء جمال المفسرین بھی آپ کے فرزند تھے۔ آپ نے اپنے والد سے فقہ لی اور بہت سے علمائے وقت آپ کے درس میں رہے۔ بڑے ثقہ، متواضع، کریم الاخلاق تھے۔ آپ واسط کی طرف چلے گئے اور وہیں ۵۹۲ھ میں ہوئی۔

الشیخ العالم الفاضل ابو الفضل محمد بھی آپ کے فرزند تھے۔آپ بھی اپنے والد کے فقہ پر رہے اور ۲۵ ذیقعدہ ۶۰۰ھ میں بغداد میں فوت ہوئے اور مقبرہ حلیلہ میں دفن کر دیے گئے۔

الشیخ الاجل ابو عبدالرحمٰن عبداللہ بقیۃ السلف تھے۔آپ نے بھی اپنے والد سے درس لیا وہ بچپن میں ہی علومِ دینیہ میں یکتا ہو گئے۔ وہ حدیث کا سبق دیتے تھے۔ بغداد میں ۲۷ صفر ۵۲۹ھ میں وفات پائی۔ ۵۰۸ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ یہ صاحبزادے جناب غوث الاعظمؓ کے سب سے چھوٹے فرزند تھے۔

الشیخ الفاضل ابوزکریا یحییٰ بڑے فقیہ اور جلیل القدر عالمِ دین تھے۔آپ مصر میں تشریف لائے۔آپ بڑے بااخلاق اور صاحبِ علم و فضل تھے۔آپ بغداد میں شعبان کی پندرہ تاریخ ۶۰۰ھ میں واصل بحق ہوئے اور اپنے بھائی ابی عبداللہ عبدالوہاب کے مزار کے پہلو میں دفن ہوئے۔آپ کی تاریخ پیدائش ۶ ربیع الاوّل ۵۵۵ھ ہے۔

الشیخ الامام ضیاءُ الدین ابونصر موسیٰ بھی آپ کے جلیل القدر صاحبزادگان میں سے تھے آپ سراج الفقہاء زین المحدثین کہلاتے تھے۔ اپنے والد سے فقہ حاصل کی۔ حدیث کا سبق بھی جناب غوث الاعظمؓ سے لیا۔ دمشق اور مصر میں درسِ حدیث دیتے رہے اور مخلوقِ خدا نے آپ سے بڑا استفادہ کیا۔ کچھ عرصہ مصر میں قیام کرنے کے بعد دمشق میں قیام پذیر ہوئے آپ جمادی الاخریٰ ۶۱۲ھ میں فوت ہوئے اور سفح جبل قاسون میں دفن ہوئے تھے۔

صاحبِ بہجۃ الاسرار نے حضرت غوث الاعظمؓ کی اولاد پاک کے علمی کمالات اور دینی خدمات پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ مولف نے تفصیل کے ساتھ لکھا ہے کہ آپ کی اولاد پاک سے لوگوں کو کس قدر علمی فیض حاصل ہوا اور کس قدر علماء کبار و فضلاءِ زمانہ نے ان سے تلمذ کیا۔ اس قسم کے کمالات علمیہ اور فیضانِ روحانیہ کسی بزرگ کی اولاد سے دیکھنے میں نہیں آئے۔

ے ہر چہ اسباب کمال است رُخ خوب ترا
ہمہ بر وجہ کمال است کما لا یخفیٰ

آپ کے دس صاحبزادگان جن کا ہم اُوپر ذکر کر آئے ہیں، بڑے عظیم الشان اور رفیع المقام بزرگ ہُوئے ہیں اُن کے تفصیلی کمالات کا تذکرہ بہجۃ الاسرار اور دُوسری کتابوں میں ملاحظہ فرمائیں۔

آنحضرتؓ کی اولاد مقیم بہ ملتان، لاہور اور اوچ

شرفاءِ گیلان جو بعد میں ملتان، لاہور اور اوچ شریف آ کر قیام پذیر ہُوئے۔ حضرت غوث پاک کی اولاد پاک میں سے ہیں اور یہ سارے گیلانی سید حضرت شیخ سیف الدین عبد الوہابؒ کی اولاد میں سے ہیں۔ یہ سچے خلفاء، صاحبِ عز و تمکین سید ہیں۔ صوری و معنوی کمالات کے خزینہ ہیں۔ ان میں سے حضرت کلیم اللہ شیخ موسٰی بن شیخ حامد گیلانی بڑے معروف ہُوئے ہیں۔ راقم الحروف (شیخ عبد الحق محدّث) بھی اشارہ غیبی اور حکمِ خداوندی سے اپنے والدِ مکرم کی اجازت لے کر ان کی بارگاہ میں حاضر ہوتا رہا ہے اور اس سلسلہ عالیہ کا حلقہ بگوش رہا ہے۔ ان کا مخلص محب اور مرید رہا ہے۔ آپ سلطانِ وقت کے جلیل القدر امراء میں سے بھی رہے ہیں۔ آپ کے کسی مرید نے آپ کو شہید کر دیا تھا اور ملتان میں مدفون ہُوئے۔ فقیر (شیخ محدّث) نے آپ کے متعلق یہ رُباعی کہی تھی ؎

اے دیدہ بیا جمال منظور بہ بیں
آں جبہہ و آں جمال و آں نور بہ بیں
در وادی ایمن محبّت بگزر ؏
ہم موسٰی و ہم درخت ہم طور بہ بیں

جناب غوث الاعظمؓ کے ظاہری و باطنی علوم

بہجۃ الاسرار کے مصنّف شیخ الاجلّ ابو محمد یُوسف بن الامام الازجی عبد الرحیم بن علی الجوزی نے بیان کیا کہ مجھے حافظ ابو العباس احمدؒ نے بتایا کہ میں اور تمہارا والد ایک دن حضرت سیدنا عبد القادر جیلانیؒ کی خدمت میں حاضر ہُوئے۔ ایک قاری نے قرآن پاک کی چند آیات تلاوت کیں اور حضرت نے ان کی تفسیر بیان کی اور اس کی خاص توجیہہ بیان کی میں نے

آپ کے والد سے دریافت کیا کہ کیا آپ اس توجیہہ کو جانتے ہیں۔ انہوں نے بتایا؛ ہاں! حضرت نے ایک اور توجیہہ بیان کی۔ میں نے پھر پوچھا تو اُنھوں نے بتایا کہ ہاں یہ بھی جانتا ہُوں اور اُنھوں نے اس توجیہہ کی تشریح بھی میرے سامنے بیان کر دی۔ پھر اسی طرح آپ نے گیارہ توجیہات بیان کیں۔ آپ کے والد ان سب کو بیان کرتے رہے۔ آخر آپ نے چالیس توجیہات بیان کیں۔ مَیں نے آپ کے والد سے سوال کیا تو اُنھوں نے بتایا کہ اب میں نہیں جانتا۔ اس طرح جناب غوث اعظمؓ ہر توجیہہ کی نسبت قائل سے ملاتے رہے۔ آپ کے والد حضرت شیخ عبدالقادرؒ کے علمی تبحر پر بڑے حیرت زدہ ہُوئے۔ آخر میں سیّد شیخ عبدالقادرؓ نے فرمایا؛ اب ہم قال سے حال کی طرف آتے ہیں۔ لَا اِلٰہ اِلَّا اللہ! یہ کہنا تھا کہ سارے اہلِ مجلس مضطرب ہوگئے اور چند لمحوں میں آپ کے والد نے اپنے کپڑے پارہ پارہ کر دیئے۔ یہ معاملہ تو علم ظاہر کا ہے مگر علمِ لدنّی کی کسے خبر ہے۔ وُہ تو انسانی ذہن کے احاطہ میں نہیں آسکتا۔ کوئی واصف اس کی صفت بیان نہیں کر سکتا۔

ایک دفعہ شیخ بزازؒ سیّدنا عبدالقادر جیلانیؓ کی خدمت میں حاضر ہُوئے۔ آپ اس وقت دُودھ پی رہے تھے۔ تھوڑا سا آرام کیا اور چُپ رہے۔ پھر فرمانے لگے؛ اللہ تعالیٰ نے علمِ لدنّی کے ستّر دروازے میرے لیے کھول دیئے ہیں اور ہر دروازہ زمین و آسمان کی پہنائیوں سے بھی زیادہ وسیع ہے۔ پھر آپ نے معارف خواص پر گفتگو شروع کی جس سے اہلِ مجلس مدہوش ہوگئے۔ اس قسم کے کئی اور واقعات آپ کی مجلس وعظ کے ذکر میں بیان کیے جائیں گے۔

آپ کی خدمت میں دنیائے اسلام کے ہر شہر سے استفتاء آیا کرتے تھے جس پر آپ کی آخرین رائے طلب کی جاتی تھی۔ ہم نے ایک رات بھی ایسی نہیں گزاری جس رات آپ کے پاس ایسے دینی سوالات نہ آئے ہوں اور ان پر آپ نے غور نہ کیا ہو اور پھر ان پر اپنی رائے ثبت نہ کی ہو۔ آپ فقہی مسائل میں امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے مسلک پر فتوٰی دیا کرتے تھے۔ صاحب بہجۃ الاسرار فرماتے ہیں کہ آپ مجتہد فی المذہب تھے۔ آپ

اجتہاد کرتے تھے۔ ان کا اجتہاد کبھی تو مسلک شافعیؒ پر ہوتا اور کبھی مسلک حنبلیؒ پر۔ یہ مشہور ہے کہ آپ مذہبِ حنبلی پر تھے اور بغداد میں اکثریت علماء حنابلہ کی ہی تھی۔ چونکہ امام احمد بن حنبلؒ بھی بغداد میں رہے اس لیے ان کی تعلیمات کا اثر زیادہ تھا۔ آپ کا مقبرہ بھی بغداد میں ہی ہے پہلے حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بغداد میں رہے۔ پھر حضرت امام احمد بن حنبلؒ کو بغداد میں چھوڑ کر خود مصر چلے گئے۔ جناب غوث الاعظمؓ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے بعض فقہی مسائل میں اختلاف رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ نے اپنی کتاب میں بہت سے مقامات پر لکھا ہے قال الامام احمد، قال امامنا احمد۔ آپ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے بڑے مدّاح تھے۔

شیخ قدوہ ابو الحسن علی بن الهیتیؒ نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت سیّدنا عبد القادر جیلانی اور شیخ بقا بن بطوؒ کے ساتھ حضرت امام احمد بن حنبل کی قبر کی زیارت کی۔ میں نے دیکھا کہ حضرت امام حنبل بہ نفس نفیس قبر مبارک سے باہر تشریف لائے اور سیّدنا عبد القادر کو اپنے سینے سے لگایا اور ایک اعلیٰ خلعت پہنائی اور کہا: عبد القادر! لو علمِ شریعت، علمِ طریقت، علمِ حال و علم فعل الرجال اللہ تعالیٰ نے آپ کے سپرد کر دیے ہیں۔

صاحبِ بہجۃ الاسرار نے ایک بڑا عجیب واقعہ لکھا ہے کہ ایک دفعہ عراق کے علماء کی طرف سے ایک فتویٰ آیا جس پر علماء عراق و عجم جواب دینے سے قاصر تھے۔ صورتِ مسئلہ یہ تھی:

"کیا فرماتے ہیں علمائے سادات اس انسان کے بارے میں جس نے اس شرط پر اپنی بیوی پر تین طلاق کی قسم کھالی کہ اگر وُہ ایسی عبادت خداوندی کرے جس میں ساری کائنات ارضی میں اس کا اس وقت کوئی شریک نہ ہو سکے۔ ایسے حالات میں اسے کون سی عبادت کرنا ضروری ہے اور اگر وُہ نہ کر سکے تو کیا اس کی بیوی کو تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔"

آپ نے فوری طور پر جواب لکھا کہ وُہ شخص فوری طور پر مکہ مکرمہ میں آئے۔ مطاف کو خالی کرا لیا جائے اور وُہ تنہا طواف کرے۔ اس طرح اس پر قسم واقع نہیں ہوگی۔

جناب شریف ابی عبداللہ محمد بن شیخ عباس بن خضر حسینی موصلیؒ نے کہا ہے کہ میں نے اپنے والد کو یہ کہتے سنا ہے کہ میں نے خواب میں سیدنا شیخ عبدالقادرؒ کے مدرسہ بغداد کو دیکھا۔ وہ اتنا وسیع تھا کہ بحر و بر کے سارے مشایخ اس میں جمع ہیں۔ شیخ محی الدین جیلانیؒ ایک بلند تخت پر جلوہ فرما ہیں۔ ہر ولی اللہ کے سر پر عمامہ ہے اور ہر عمامہ پر ایک ایک طرّہ۔ بعض اولیاء اللہ کے دو۲ دو۲ طرّے تھے لیکن حضرت شیخ سید عبدالقادرؒ کے عمامے پر تین طرّے تھے۔ میں اس خواب کی تعبیر میں حیران تھا، جب علی الصبح بیدار ہوا تو میرے سرہانے حضرت خضرؑ کھڑے تھے اور فرما رہے تھے ایک طرہ علمِ شریعت کا ہے، ایک علم طریقت کا اور ایک علمِ حقیقت کا۔

وجہ تسمیہ محی الدین

مشایخ قادریہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے آپ سے "محی الدین" لقب کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا: "میں ایک دفعہ ایک لمبے سفر سے بغداد کی طرف لوٹ رہا تھا، میرے پاؤں ننگے تھے۔ مجھے ایک بیمار آدمی ملا، جس کا رنگ اُڑا ہوا تھا اور بڑا ہی نحیف الجسم نظر آتا تھا۔ مجھے اس نے سلام کیا میں نے "وعلیکم السلام" کہا تو مجھے کہنے لگا کہ میرے قریب ہو جاؤ۔ میں نزدیک ہُوا تو مجھے کہنے لگا: مجھے اٹھاؤ۔ میں نے اُسے اٹھا کر بٹھایا تو اس کا جسم اچھا توانا نظر آنے لگا اور اس کے چہرے پر رونق نظر آنے لگی۔ مجھے اُس نے پُوچھا کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟ میں نے نفی میں جواب دیا تو کہنے لگا: میں تمھارا دین ہُوں جو اس قدر نحیف و نزار ہو گیا تھا چنانچہ آپ نے دیکھ لیا ہے کہ آپ کی وجہ سے مجھے اللہ تعالیٰ نے ازسرِ نو زندگی بخشی ہے۔ آج سے تمھارا نام "محی الدین" ہو گا۔

جب میں جامع مسجد کی طرف واپس آیا تو مجھے ایک شخص ملا اور مجھے کہنے لگا: یا سید محی الدین۔ میں نے نماز ادا کی تو لوگ میرے سامنے ادباً کھڑے ہو گئے اور ہاتھوں کو بوسہ دینے لگے اور زبان سے "یا سید محی الدین" پکارنے جاتے تھے حالانکہ اس سے پہلے کوئی بھی مجھے اس لقب سے نہیں پکارتا تھا۔

طریقۂ روحانیت حصول قربت، وصول سلوک، ریاضت، مجاہدہ، تزکیۂ نفس، تصفیۂ قلب، تخلیہ رُوح، حصول فنا و بقا غرضیکہ احوال و مقامات سے جو کچھ بھی حاصل ہوتا ہے اسے طریقہ کہا جاتا ہے۔

ہمارے شیخ ابو محمد علی بن ادریس یعقوبی نے ہمیں بتایا ہے کہ لوگوں نے شیخ علی بن ہیتی سے حضرت محی الدین سید عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طریقۂ رُوحانیت کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے بتایا کہ آپ کا ہر قدم خدا کی طرف اُٹھتا تھا۔ آپ کا طریق توحید تجرید اور توحید تفرید میں تھا اور بارگاہِ الٰہی میں عبُودیت کے موقف پر قایم تھے۔ یہ مقامِ عبدیت کسی چیز کیلئے یا کسی چیز کی نسبت سے نہیں تھا بلکہ یہ کمال ربوبیت کی وجہ سے تھا۔ وُہ ایسی شخصیت تھے جو تفرقہ کی مصاحبت سے بہت بلند ہو کر احکامِ شریعت کی پیروی کے ساتھ جمعیتِ قلب پر قائم تھے۔

شیخ عدی بن مسافرؒ سے حضرت غوثِ اعظمؓ کے طریقہ تصوّف کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے بتایا کہ دل و جان سے ظاہری و باطنی اتحاد سے ریاضتِ خداوندی سے لاغر ہو جانا اور نفس کی تمام صفات کو فنا کر کے تمام اقدارِ نفسانی کا پوست کشیدہ ہو جانا، اور تمام نفع و نقصان اور دُوری و نزدیکی محض اللہ کی ذات کے لیے اختیار کر لینا۔ شیخ بقا بن بطوؒ فرماتے ہیں کہ سیدنا عبد القادر کے قول و فعل میں مکمّل اتحاد تھا اور نفس اور قلب ایک سمت قدم اٹھاتے۔ اخلاص اور تسلیم باہمی کام کرتے۔ یہ ساری قوتیں کتاب و سنّت کے تابع تھیں۔ ہر خطرہ میں، ہر لحظہ اور ہر نفس میں اللہ تعالیٰ کی اتباع کو لازم قرار دیا کرتے تھے۔

شیخ ابو الفرح عبد الرحیمؒ نے بتایا کہ میں بغداد میں آیا تو سیدنا شیخ عبد القادرؓ کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ میں نے آپ کو صاحبِ حال اور فارغ القلب پایا۔ آپ کا ذہن ماسوی اللہ سے خالی تھا۔ ایک چیز میرے ذہن سے اُتر گئی تو میں اُمِّ عبید کے پاس آیا۔ شیخ رفاعی چونکہ میرے خالو تھے اُن کے سامنے میں نے شیخ عبد القادر کی مجلس کے اوّلین تاثرات پیش کیے۔

آپ نے مجھے کہا: بیٹا! اس وقت رُوئے زمین پر دُوسرا کون ہے جو شیخ عبدالقادرؒ کا مقابلہ کرے۔ جس مقام پر شیخ پہنچے ہیں اور جس روحانی قوت کے وُہ مالک ہیں، کسی دُوسرے کو کب نصیب ہُوتی ہے۔

شیخ عارف ابی الحسن علی قرشی (رحمۃ اللہ علیہ) سے لوگوں نے حضرت شیخ کے متعلق پُوچھا تو آپ نے بتایا کہ آپ کی رُوحانی قوت تمام اولیاء اللہ پر فائق ہے اور آپ کا طریقہ مکمل توحید تھا اور آپ کی تحقیقات ظاہری اور باطنی شریعت کے مطابق ہوتی تھیں۔ آپ کا دل فارغ، تفکراتِ دنیا سے دُور اور مشاہدۂ خداوندی میں غرق تھا۔ روحانیت کا مُلکِ اعظم آپ کی رضا کے ماتحت کر دیا گیا تھا۔

جنابِ غوث الاعظمؒ کا غائب ہونا

شیخ عارف ابوعبداللہ محمد بن ابی الفتح الهروی نے بتایا ہے کہ میں سیدنا عبدالقادر رضی اللہ عنہ کی پُورے چالیس برس خدمت کی۔ مَیں نے دیکھا کہ آپ اس طویل عرصہ کے دوران عشاء کی نماز کے وضو کے ساتھ صبح کی نماز ادا کیا کرتے تھے۔ اس دوران بعض اوقات خلیفہ بغداد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چاہا کہ آپ سے ملاقات ہو مگر جناب غوث الاعظمؒ کو اپنے طریق عبادت سے فرصت نہ ملی۔ میں چند راتیں آپ کے پاس ٹھہرا تو مَیں نے دیکھا کہ آپ رات کے پہلے حصے میں نماز مختصر پڑھتے۔ پھر ذکر فرماتے: جب رات کا تیسرا حصہ گزر جاتا تو فرماتے: المحیط العالم الرب الشہید الحسیب الفعال والخلاق الخالق البارئ المصور۔ پھر آپ کا جسم نڈھال ہو جاتا اور بعض اوقات آپ کا جسم بہت چھوٹا ہو جاتا اور بعض اوقات بہت بڑا دکھائی دیتا۔ کبھی آپ کا جسم ہوا میں اڑتا اور غائب ہو جاتے پھر آپ نماز پڑھتے دکھائی دیتے۔ جس حصے میں غائب ہوتے وُہ اکثر رات کے تیسرے حصے کا دُوسرا پہر ہوتا تھا۔

آپ کی عادت تھی کہ سجدہ دراز فرماتے اور اپنے منہ کو زمین سے لگا لیتے۔ پھر آپ

بیٹھ کر مراقبہ فرماتے۔ آپ کے جسم پاک کو نور کی شعاعیں اپنی لپیٹ میں لے لیتی تھیں۔ حتیٰ کہ آپ غائب ہو جاتے اور ان نورانی شعاعوں سے آنکھیں خیرہ ہو جاتی تھیں۔ بعض اوقات مجھے سلام سلام کہنے کی آواز آتی اور آپ وعلیکم السلام کہتے۔ اس طرح آپ نمازِ صبح کے لیے باہر تشریف لے آتے۔

رجال الغیب اور جنّوں کی حاضری

آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں پچیس سال عراق کے جنگلوں میں ریاضت کرتا رہا۔ میں لوگوں کو پہچانتا تھا مگر لوگ مجھے نہیں پہچانتے تھے۔ میرے پاس رجال الغیب اور جنّوں کی جماعتیں آتیں اور میں انھیں خداشناسی کا راستہ دکھایا کرتا تھا۔ چالیس سال تک میں نے عشاء کے وضو کے ساتھ صبح کی نماز ادا کی تھی۔ پندرہ سال تک نمازِ عشاء میں ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر قرآن پاک ختم کرتا رہا۔ میرا ہاتھ دیوار میں گڑے ہوئے کیل کی طرح رہتا تاکہ مجھے نیند نہ آئے حتیٰ کہ سحری تک سارا قرآن پاک ختم کر لیتا۔ کبھی کبھی تین دن سے لے کر چالیس دن تک میں سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا کرتا تھا۔ کبھی میرے خوابوں میں ایسی صورتیں آتیں جنھیں میں زور سے آواز دیتا تو وہ صورتیں غائب ہو جاتیں۔ بعض اوقات دنیا اپنی تمام آرائشوں کے ساتھ میرے سامنے آتی میں اسے اتنا ڈانٹ دیتا کہ وہ میری نظروں سے دور ہو جاتی۔ میں پورے گیارہ سال "برج عجمی" پر قیام پذیر رہا۔ میری اقامت کی وجہ سے ہی اس برج کا نام "برج عجمی" پڑ گیا تھا۔ بسا اوقات یوں ہوتا کہ میں اپنے اللہ سے عہد کر لیتا کہ میں اس وقت تک کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک مجھے کھلایا یا پلایا نہیں جائے گا۔ چنانچہ میں اسی حالت میں چالیس روز تک رہا۔ چالیس دن کے بعد ایک شخص آیا۔ میرے سامنے اُس نے کھانا لگا دیا اور خود چلا گیا۔ شدت گرسنگی کے عالم میں یہ کوئی بڑی بات نہ تھی کہ میں کھانے کی طرف ہاتھ بڑھاتا مگر مجھے اپنی قسم یاد آگئی اور میں نے کھانے سے ہاتھ روک لیا۔ بھوک کی بے تابی سے میرے پیٹ سے ایک آواز آئی جو الجوع الجوع (بھوک بھوک) پکار رہی تھی۔ میں نے اس

آواز کی بھی کوئی پروا نہ کی۔ پھر میرے پاس شیخ ابوسعید مخزومی قدس سرہ العزیز تشریف لائے اور میری اس آواز کو سنتے ہی فرمانے لگے: عبدالقادرؒ! یہ کیسی آواز ہے؟ مَیں نے عرض کیا: یاحضرت! یہ میرے نفس کے قلق و اضطراب کی شورش ہے لیکن میری رُوح میرے اللہ کے پاس پُرسکون ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: آؤ باب ازج کی طرف چلیں۔ آپ نے وہاں پہنچ کر مجھے اپنی حالت پر چھوڑ دیا اور خود چلے گئے۔

اس کے بعد حضرت خضرؑ میرے پاس آئے اور کہنے لگے: اُٹھو! اور ابوسعید المخزومی کی طرف چلیں۔ مَیں آپ کی خدمت میں حاضر ہُوا تو آپ کے سامنے کھانا رکھا تھا۔ میں نے پُوچھا: یاحضرت! مجھے کھانا کون دے رہا ہے؟ آپ نے بتایا: یہ کھانا اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے۔ آپ مجھے کھلاتے گئے حتّٰی کہ میں سیر ہو گیا۔ پھر آپ نے مجھے اپنے ہاتھ سے خرقہ پہنایا۔ چنانچہ میں نے اسے پہن لیا اور اپنا کام جاری رکھا۔ کچھ عرصہ کے بعد میرے پاس ایک اور شخص آیا جسے میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس نے پُوچھا: کیا تم میری مجلس کی خواہش کرتے ہو۔ میں نے خواہش کا اظہار کیا۔ آپ نے فرمایا: بشرطیکہ میری مخالفت نہ کرو۔ میں نے کہا: بہت اچھا۔ اس نے کہا: میرے آنے تک یہاں ہی بیٹھے رہنا۔ مَیں پُورا ایک سال اُسی جگہ رہا۔ اور ایک سال بعد آیا اور مجھے اسی جگہ بیٹھے پایا۔ میرے پاس چند لمحے بیٹھ کر اٹھا اور مجھے کہا اب تم اس جگہ سے جا سکتے ہو اور اس وقت تک نہ آنا جب تک میں واپس نہ آجاؤں۔ پھر وُہ غائب ہو گیا اور ایک سال گزرنے کے بعد آیا۔ اس طرح اس نے تین بار کیا۔ جب آخری بار آیا تو اس کے پاس ایک نان اور دُودھ تھا اور کہنے لگا: میں خضرؑ ہوں اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں یہ کھانا تمھیں کھلاؤں۔ ہم نے اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھایا۔ پھر اس نے مجھے کہا کہ اُٹھو۔ ہم بغداد آئے، میرے شیخ نے دریافت کیا کہ ان تین سالوں میں تم کھانا کہاں سے کھاتے رہے ہو؟ مَیں نے بتایا جو چیزیں ظاہراً زمین پر پھینک دی جاتی تھیں اور میرا نفس اُنھیں دیکھ پاتا اور آہ وزاری سے اُن چیزوں کے کھانے کی التجا کرتا اور کبھی

غصے سے لڑتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ مجھے نفس کی خواہشات پر فتح دی۔

شیاطین کا حملہ اور شکست

میرے پاس بسا اوقات شیاطین مختلف شکلوں میں آتے اور قسم قسم کے ہتھیاروں سے لیس ہوکر حملہ آور ہوتے اور میری طرف آگ کے انگارے پھینکتے۔ لیکن میرے دل میں اتنی استقامت تھی کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ میں اپنے باطن میں کسی پکارنے والے کی آواز سنتا تھا: "اے عبدالقادر! ثابت قدم رہو، ہم نے تمہیں ثابت قدم کر دیا ہے جس طرح کہ حق ہوتا ہے۔" یہ شیطان میرے اردگرد دائیں بائیں بھاگتے نظر آتے اور اس طرف بھاگ جاتے جدھر سے آتے تھے۔ کبھی کبھی تو ان شیطانوں میں سے ایک ہی آتا اور کہا کرتا تھا، اٹھو اور وہاں چلو ورنہ ہم یوں کر دینگے اور یوں کر دیں گے۔ اس طرح مجھے دھمکیاں دے دے کر ڈرایا جاتا تھا اور بے پناہ دہشت پھیلائی جاتی۔ میں اُس کے منہ پر طمانچہ مارا کرتا اور وُہ بھاگ جاتا اور میں لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھتا تو وُہ جلنے لگتا۔

شیطان کے مکروفریب

ایک بار مجھے شیطان دُور بیٹھا نظر آیا، وُہ رو رہا تھا اور اپنے سر پر خاک ڈال رہا تھا اور کہہ رہا تھا: "عبدالقادر! تم نے مجھے مایوس کر دیا ہے۔" میں نے کہا: او لعنتی! بھاگ جاؤ، مجھے ہمیشہ تم سے خطرہ رہا ہے۔ وُہ کہنے لگا: یہ بات میرے لیے بڑی سخت ہے حالانکہ میرے پاس کئی قسم کے جال ہیں جس میں شرک اور دُوسرے وساوس کے جال بھی ہیں۔ میں نے اسے پُوچھا: یہ کیا ہے؟ وُہ کہنے لگا: یہ دنیاوی خواہشات کا جال ہے جو آپ جیسے لوگوں کو قید کرنے کے کام آتا ہے۔ شیخ فرماتے ہیں: میں نے شیطان کے ایسے فریب سے ایک سال تک سخت نگرانی کی حتیٰ کہ ان خواہشات کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ پھر دنیاوی اشیاء کی خواہش کو میرے اردگرد دلایا گیا، میں نے دریافت کیا کہ یہ چیزیں کیا ہیں؟ مجھے بتایا گیا کہ دنیاوی اسباب ہیں جو آپ کے اردگرد جمع کر دیئے گئے ہیں۔ میں نے ان اسباب پر پورا سال نگاہ رکھی حتیٰ کہ یہ اسباب بھی ختم ہو گئے اور میں

ان سے جدا ہو گیا۔ اس کے بعد میرے دل میں بہت سے علائق جمع ہونے لگے۔ میں نے دریافت کیا؛ یہ کیا چیز ہے ؟ مجھے بتایا گیا کہ یہ آپ کی آرزوئیں اور اختیارات ہیں۔ مجھے اس کام پر بھی ایک سال تک توجہ کرنا پڑی حتیٰ کہ یہ آرزوئیں اور اختیارات بھی میرے دل سے دُور ہو گئے اور میرا دل ان تمام چیزوں سے آزاد ہو گیا۔ اس کے بعد میرے نفس کو میرے سامنے کیا گیا مَیں نے دیکھا کہ نفس کے سارے درد اور اس کی خواہشات زندہ ہو گئی ہیں۔ میں نے ان خواہشات پر پورا سال توجہ دی تو نفس کے سارے درد ختم ہو گئے اور خواہشات کا خاتمہ ہو گیا اور میرے اللہ کا امر ہر چیز پر حاوی ہو گیا۔ میں تنہا رہ گیا اور باقی تمام چیزیں پیچھے رہ گئیں۔ اس کے باوجود بھی اپنے مطلوب تک نہ پہنچ سکا حتیٰ کہ مجھے توکل کے دروازے میں گزر کر اپنے مطلوب تک آنا پڑا۔ مجھے اس راہ میں بڑی مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ پھر مَیں شکر کے دروازے سے ہو کر تسلیم کے دروازہ کی طرف بڑھا اور بابِ فنا سے ہوتا ہوا بابِ قرب کے پاس پہنچ گیا اور وہاں سے مشاہدہ کے دروازہ تک پہنچ گیا۔ پھر دروازہ پر مجھے سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ میں ان سارے مقامات سے گزر کر فقر کے مقام پر پہنچا وہ خالی پڑا تھا، میں آگے بڑھا تو مجھے وُہ تمام چیزیں نظر آئیں جنھیں میں پیچھے چھوڑ آیا تھا۔ میرے سامنے گنجِ اکبر کھول دیا گیا مجھے وہاں بڑی عظمت ملی اور "حریت خالص" حاصل ہو گئی تمام اسبابِ دنیوی کو محو کر دیا گیا اور تمام صفات منسوخ کر دی گئیں اور الحمدُ للہ صرف ذاتی وجود ہی باقی رہ گیا۔

"نورِ شیطانی کی تاریکی"

شیخ جلیل ضیاء الدین ابو نصر موسیٰ بن شیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ اُن کے والدِ محترم بتاتے تھے کہ میں ایک دفعہ سفر پر روانہ ہُوا، جہاں مجھے کچھ دیر ہو گئی، پانی نہ ملا اور اس طرح مجھے سخت پیاس لگی، میرے سر پر بادل کا ایک ٹکڑا اچھا گیا اور کوئی چیز ان بادلوں سے نیچے اُترتی دکھائی دی۔ پھر میں نے دیکھا کہ کوئی روشنی نمودار ہو رہی ہے جس سے تمام

افق روشن ہو گیا اور ایک شکل میرے سامنے ظاہر ہوئی جس نے بلند آواز سے کہا: عبد القادر! میں تمھارا رب ہوں میں نے تمھارے لیے تمام حرام چیزوں کو حلال کر دیا ہے۔ اب تم جو چیز چاہو، کھا سکتے ہو۔ میں نے اسی وقت اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم کہا اور للکارا: او لعنتی! دُور ہو جاؤ۔ وہ "نور" تاریکی میں تبدیل ہوتا گیا اور وہ صورت دھواں بن گئی اور کہنے لگی: عبد القادر! تیرے علم نے تجھے آج بچا لیا اور مناظرہ کے فن نے مجھے شکست دے دی ہے حالانکہ میں نے اب تک ستر اولیاء طریقت کو اسی طرح گمراہ کر دیا ہے۔

میں نے کہا: "مجھے میرے علم اور مناظرہ نے نہیں بلکہ میرے اللہ کے فضل نے بچا لیا ہے۔"

مجھے پوچھا گیا کہ تم نے یہ کیسے معلوم کر لیا تھا کہ یہ شیطان ہے تو میں نے کہا: جب اُس نے مجھے یہ کہا حللت لك المحرمات تمھارے لیے تمام حرام حلال کر دیے گئے ہیں۔

بغداد سے شوستر کا سفر

شیخ ابو القاسم عمر بن مسعود البزاز رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سیدنا عبد القادرؒ سے یہ کہتے سُنا تھا، ابتدائے کار میں میرے سامنے جو احوال آتے تھے میں انھیں حل کرنے میں بڑی جلدی کرتا تھا اور ان کے نتائج سے مجھے علم نہیں ہوتا تھا لیکن جس وقت یہ حجاب ختم ہو گئے۔ یہ احوال آسان ہو گئے۔ ایک دفعہ مجھے ایک بہت دُور دراز مقام پر پہنچنا تھا میں بغداد کے ایک ویرانے میں تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک لمحے میں بلاد شوستر میں پہنچ گیا ہوں حالاں کہ بغداد سے شوستر کا فاصلہ بارہ روز کی مسافت ہے۔ مجھے اپنے کام میں بڑی فکر ہوئی مجھے سامنے ایک عورت دکھائی دی جو کہہ رہی تھی: تمھیں اس بات پر تعجب آ رہا ہے؟ حالاں کہ تم شیخ عبد القادرؒ ہو۔

حضرت شیخ کے بدن پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی

شیخ ابی عبد اللہ محمد بن الخضر بن عبد اللہ الحسینی الموصلیؒ سے روایت ہے کہ میرے باپ نے مجھے بتایا کہ میں شیخ سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

تیرہ سال تک خدمت کرتا رہا۔ مجھے ایک دن بھی نظر نہیں آیا کہ آپ کے ناک یا گلے سے پانی بہہ نکلا ہو، اور میں نے اس تیرہ سالہ عرصہ میں آپ کے بدن پر مکھی بیٹھی نہیں دیکھی تھی اور نہ ہی آپ کو کسی دنیا دار کے استقبال میں اُٹھتے دیکھا۔ میں نے بادشاہوں کو وہاں آتے دیکھا وہ آپ کے ساتھ نیچے چٹائی پر بیٹھتے اور آپ کو کبھی کسی کے ساتھ کھانا کھاتے نہیں دیکھا ہاں، ایک بار آپ نے خلیفۂ بغداد کو لکھا کہ عبد القادرؒ تمھیں یہ حکم دیتا ہے اور تیرے لیے یہ حکم بجالانا ضروری ہے۔ جب خلیفۂ وقت کو یہ تحریر ملی تو اس پر فوری عمل کرتا گیا۔

کہتے ہیں ایک دفعہ آپ کی خدمت میں شاہی نقیب حاضر ہُوا۔ اس سے پہلے وُہ کبھی آپ کے پاس نہیں آیا تھا آپ نے اس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: کاش! تم پیدا نہ ہوتے، اور اگر پیدا ہو گئے ہو تو تمھیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ تمھارے پیدا ہونے کا مقصد کیا ہے۔ اے خوابِ غفلت میں سونے والے! بیدار ہو۔ اپنی آنکھیں کھول اور غور کر کے دیکھ تمھارے سامنے کیا ہے، تمھیں معلوم نہیں کہ عذاب کے لشکر تمھارے سامنے آپہنچے ہیں۔ تم پیادہ پا ہو: زوال پذیر ہو، تم سفر کو انتقال کرنے والے ہو، کئی سال گزر گئے ہیں، کیا تمھارے کانوں تک میری ایک بات بھی پہنچی ہے؟ تجھے معلوم ہے کہ اس دنیا نے تجھ جیسے جاہ وکثرت کے کتنے متوالوں کو زہر پلا دیا ہے۔ خدا تک پہنچنے کے لیے صرف دو ہی قدم ہیں، ایک قدم نفس اور دُوسرا قدم خلق۔ اگر ان دُو قدموں پر قابُو پا لیا تو اے مرید! خداوند تعالیٰ تک آسانی سے پہنچ جائے گا۔ ایک قدم دُنیا ہے اور دوسرا قدم آخرت تک رسائی کا ہے۔

ایک بار آپ منبر سے نیچے اُترے تو آپ کے ایک شاگرد نے عرض کی کہ آپ نے اپنے کلام میں بڑے مبالغے سے کام لیا ہے۔ آپ نے فرمایا: بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ میرا کلام ایک نور ہے جو دلوں کی ظلمتوں کو دُور کر دیتا ہے۔

راوی نے بیان کیا ہے پھر وُہ شاہی نقیب آپ کی مجلس میں اکثر آیا کرتا تھا، اور

نہایت عجز و انکسار کے ساتھ بیٹھا رہتا، حتّٰی کہ اسے موت نے آ لیا۔

حضرت غوثِ پاکؒ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ آپ کا امر کس چیز سے ثابت ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: حق گوئی سے۔ میں نے زندگی بھر کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ وہ قصہ بڑا مشہور ہے جب آپ نے اپنی والدہ سے سفرِ بغداد کے لیے اجازت لی۔ اجازت دیتے وقت والدہ نے آپ کو چالیس دینار دیے اور آپ نے اپنی گدڑی میں سی لیے۔ راستے میں آپ کو رہزنوں نے آ لیا مگر آپ نے سچ بول کر انہیں توبہ پر آمادہ کر لیا تھا۔ رہزنوں کی توبہ آپ کی زندگی کا مشہور واقعہ ہے۔

حضرت غوث اعظمؒ کا اگر کوئی لڑکا یا لڑکی فوت ہو جاتی تو آپ فریضۂ تبلیغ دین کو ترک نہ فرماتے تھے حتّٰی کہ لوگ جنازہ لے آتے تو آپ منبر سے اُتر کر نمازِ جنازہ ادا کرتے تھے۔

جناب غوث الاعظمؒ جاڑے کی سرد راتوں میں بھی ایک ہی کُرتہ میں گزارا کرتے تھے اور اکثر ایسا ہوتا کہ سردیوں میں بھی بدن سے پسینہ نکلتا تھا اور شاگرد پنکھا ہلاتے۔

مجلسِ وعظ میں سانپ

ایک دفعہ آپ کی مجلس میں ملک کے نامور فقہاء اور ممتاز علماء موجود تھے۔ آپ مسئلہ قضاء و قدر پر گفتگو فرما رہے تھے کہ اچانک چھت سے ایک بہت بڑا سانپ مجلس میں آگرا۔ حاضرین ڈر کر بھاگ نکلے۔ مگر آپ بیٹھے رہے۔ سانپ آپ کے کپڑوں میں گھس گیا اور جسم کے گرد حلقہ مار کر گریبان کے راستہ سے باہر نکل آیا اور آپ کی گردن میں لپٹ گیا۔ اس کے باوجود آپ نے سلسلۂ کلام جاری رکھا اور نہ ہی اپنی جگہ سے ہٹے۔ وہ سانپ آپ کو چھوڑ کر زمین پر آ بیٹھا اور دُم کے بل کھڑا ہو کر یُوں ہمکلام ہُوا جیسے ہم نے کبھی نہیں سُنا تھا اور پھر باہر چلا گیا۔ لوگ لوٹ آئے۔ آپ نے فرمایا کہ سانپ نے مجھے کہا ہے کہ مَیں نے اس طرح بہت سے اولیاء کو آزمایا ہے مگر آپ کی طرح کوئی بھی ثابت قدم نہیں رہا۔ میں نے سانپ کو بتایا کہ تم مجھ پر اس وقت گرے جب میں قضاء و قدر پر گفتگو کر رہا تھا تو ایک حقیر کیڑے سے زیادہ حیثیت نہیں

رکھتا ہے قضا، قدرہ حرکت دیتے ہیں۔ میں نے ارادہ کر لیا کہ میرا فعل میرے قول کے برعکس نہیں ہونا چاہیئے۔

غوث الاعظمؓ کا وعظ

جناب غوث پاک فرماتے ہیں کہ ابتدائے کار پر مجھے سوتے اور جاگتے میں امر و نہی کا غلبہ تھا۔ بعض اوقات کلام کا اتنا غلبہ ہوتا تھا کہ خاموش رہنے کی قدرت نہیں رکھتا تھا۔ صرف دو تین آدمی میری باتیں سنتے رہے۔ پھر لوگوں کی تعداد بڑھنے لگی حتیٰ کہ مخلوقِ خدا کا ہجوم ہونے لگا۔ ایک وقت آیا کہ میں باب خلیفہ کے مصلّے پر بیٹھتا تو لوگوں کے لیے جگہ تنگ ہوتی تھی۔ چنانچہ شہر کے باہر ایک وسیع میدان میں منبر رکھا گیا اور لوگ گھوڑوں، خچروں اور اونٹوں پر سوار ہو کر میرا وعظ سننے دُور دُور سے آتے اور مجلس میں پوری محویت سے وعظ سنتے رہتے۔ کئی بار ستر ستر ہزار آدمی مجلسِ وعظ میں ہوتے تھے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آبِ دہن

شیخ عبدالوہاب، شیخ عبدالرزاق اور عمر بن کیمانی رحمۃ اللہ علیہم نے بیان کیا ہے کہ ہم نے شیخ سید عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منبر پر کھڑے یہ سنا تھا کہ مجھے ایک بار رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تو آپ نے فرمایا: بیٹا! تم وعظ کیوں نہیں کرتے؟" میں نے عرض کی: "یا رسول اللہؐ! میں عجمی ہوں، بغداد کے فصحائے عرب کے سامنے کس طرح کلام کر سکتا ہوں۔ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اپنا منہ کھولو۔ جب میں نے منہ کھولا تو آپؐ نے سات بار میرے منہ میں آبِ دہن ڈالا اور حکم دیا کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچاتا رہوں۔ میں نے ظہر کی نماز ادا کرنے کے بعد سلسلۂ وعظ شروع کیا، بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔ لیکن میرا بدن کانپنے لگا۔ میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو دیکھا کہ میرے سامنے کھڑے ہیں اور فرما رہے ہیں: اپنا منہ کھول دو۔ جب میں نے منہ کھولا تو آپ نے چھ بار اس میں آبِ دہن دیا۔

میں نے عرض کی: یا حضرت! ساتت بار کیوں نہیں؟ آپ نے بتایا: آدابِ رسولؐ خدا کی پاسداری ہے۔" یہ کہہ کر آپ غائب ہو گئے۔

پھر کہا کہ فکر غوطہ خور دل کے بحرِ زخار میں معانی کے موتیوں کی تلاش میں ہے۔ ان موتیوں کو سینہ کے کنارے پر نکال کر قصہ گو زبان کے حوالے کر دیتا ہے۔ ایسے موتی دلوں کی گہرائیوں میں رکھے جاتے ہیں۔ وہ نیک طاعت کے نفائس سے خریدے جاتے ہیں۔

مشایخ کہتے ہیں یہ اولین کلام تھا جو جناب غوث پاکؓ نے منبر پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا۔

امام ابوبکر عبدالعزیز جو سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ کے بیٹے تھے نے بیان کیا ہے کہ مجھے شیخ قدوہ ابوالحسن علی بن ہیتیؒ نے بتایا تھا کہ جب میرے والد مکرم منبر پر بیٹھتے اور الحمدُ للہ کہتے تو زمین کے تمام اولیاء اللہ خاموش ہو جاتے خواہ وہ مجلس میں موجود ہوتے یا مجلس سے دُور ہوتے تھے اُنھیں ادباً خاموشی اختیار کرنا پڑتی تھی۔ آپ مکرراً الحمدُ للہ کہتے اور خاموش ہوتے تو اولیاء اللہ اور فرشتے آپ کی مجلس میں جمع ہو جاتے لیکن ہزاروں اولیاء اللہ اور فرشتے ویسے بھی مجلس میں شریک رہتے جو ظاہری آنکھوں نظر نہیں آتے تھے۔ ان اَن دیکھے حضرات کی تعداد نظر آنے والوں کی تعداد سے کہیں زیادہ ہوتی تھی۔ اس مجلس میں حاضرین پر رحمتِ خداوندی کی بارش ہوتی جو احاطۂ تحریر میں نہیں آسکتی۔

شیخ ابوزکریا ابن یحییٰ بن نصر بن عمر بغدادیؒ معروف بصحزاوی نے بیان کیا ہے کہ میرے والد نے بتایا کہ انھوں نے تعویذوں کی مدد سے جنّوں کو طلب کیا۔ اُنھوں نے حاضر ہونے میں قدرے توقف کیا اور کہنے لگے، جب سیدنا عبدالقادرؒ وعظ فرما رہے ہوں ہمیں بلایا نہ کیجئے، کیونکہ ہم حضرت کی مجلس میں حاضر ہوتے ہیں ہم میں بہت سے جِنّ اسلام قبول کر چکے ہیں اور آپ کے ہاتھ پر تائب ہوئے ہیں۔"

شیخ ابوحفص عمر بن حسین بن عطسیؒ نے کہا ہے کہ مجھے سیدنا عبدالقادر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے عمر! میری مجلس سے دُور نہ رہا کرو کیونکہ یہاں خلعتِ ولایت تقسیم ہوتی رہتی ہیں

وہ لوگ بڑے بدقسمت ہیں جو اس مجلس سے محروم رہتے ہیں۔ عمر بیان کرتے ہیں مجھے مجلس میں حاضر ہوتے عرصہ گزر گیا۔ ایک بار مجلس میں بیٹھے ہی مجھے نیند آگئی اور خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ آسمان سے ہزاروں سُرخ اور سبز خلعتیں اُتر رہی ہیں اور حاضرینِ مجلس کو پہنائی جا رہی ہیں میں دہشت زدہ ہو کر اُٹھا اور چلّانے ہی لگا تھا کہ حضرت غوث الاعظمؓ نے فرمایا: بیٹا! خاموش رہو۔ شنیدہ کے بود مانند دیدہ!

ابو حفصؒ ایک اور مقام پر بیان کرتے ہیں کہ میں ایک بار جناب غوث اعظمؒ کی مجلس میں آپ کے سامنے بیٹھا تھا، مجھے نور کی قندیل کی طرح کی ایک چیز دکھائی دی جو آسمان سے اتر رہی ہے اور جناب شیخ کے مُنہ کے قریب ہو کر آسمان کو لوٹ گئی۔ ایسا واقعہ تین بار دیکھا تو میں گھبرا کر کھڑا ہو گیا تاکہ میں لوگوں کو بتا سکوں۔ لیکن حضرت نے مجھے فرمایا: بیٹھ جاؤ اور مجلس کے آداب کو برقرار رکھو۔ میں بیٹھ گیا۔ مگر آپ کی زندگی میں مَیں نے کبھی کسی سے یہ واقعہ بیان نہیں کیا۔

شیخ عبداللہ محمد بن خضر حسینی موصلیؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سُنا تھا کہ وہ فرمایا کرتے تھے: سیدنا عبدالقادرؒ اپنی مجلس میں طرح طرح کے علوم پر گفتگو فرمایا کرتے تھے آپ کی شخصی عظمت کے پیشِ نظر کوئی بھی مجلس میں نہ تھوکتا اور نہ ہی کھنکارتا تھا اور نہ ہی کلام کرتا تھا۔ جب غوث پاکؒ فرماتے: قال تو ہو چکا اب حال کی طرف آیئے۔ تو لوگوں میں اضطراب اور جوش رونما ہوتا اور لوگوں میں حال اور پیچ و تاب ظاہر ہوتے۔ یہ بات آپ کی کرامات میں سے ہے۔ آپ کی مجلس سے دُور کے لوگ بھی آپ کے وعظ سے ویسے ہی محظوظ ہوتے جیسے قریب والے۔ آپ کی نگاہ اہل مجلس کے دلوں پر ہوتی اور کشف الصدور کی روشنی میں دلوں کی مزاحمت فرماتے تھے۔ جب آپ منبر پر کھڑے ہوتے تو حاضرین بھی کھڑے ہو جاتے۔ جب آپ فرماتے: خاموش۔ تو ایک سکوت طاری ہو جاتا تھا حتیٰ کہ لوگوں کے سانس کی آواز سنائی دیتی۔ بعض حاضرینِ مجلس جب اپنے ہاتھ فرش پر رکھتے تو

ان لوگوں پر پڑتے جو بظاہر نظر نہیں آتے تھے۔ کبھی کبھی آپ کے وعظ کے وقت فضا سے رونے کی آوازیں آتی تھیں۔ آپ بعض لوگوں کو دورانِ وعظ فرماتے کہ میرے نزدیک نہ بیٹھو، کیونکہ یہ مقامِ ولایت ہے، یہ مدارج کی جگہ ہے۔ اے توبہ کے طلبگارو! تم آگے آجاؤ۔ اور اے عفو کے خریدارو! بسم اللہ، آگے جاؤ۔ اور اے خلوص کے جویاؤ! بسم اللہ، آگے آؤ۔ ہر ہفتے، ہر ماہ یا ہر سال یا کم از کم ساری عمر میں ایک بار ہی میری مجلس میں آجاؤ اور ہزاروں چیزیں لے جاؤ۔ اے ہزاروں سال سفر کرنے والو! میرے پاس آکر ایک بات ہی سُن لو۔ جب تم میرے پاس آؤ تو ریاکاری، زہد و تقوٰی کے غرور کو اپنے دل سے نکال دو اور جو کچھ میرے پاس ہے اپنے لیے حاصل کر لو۔ میری مجلس میں خاصانِ خدا، اولیاء اللہ اور رجال الغیب تشریف لاتے ہیں۔ جناب منزہ کے واسطے سے مجھ سے تواضع سیکھتے۔ اللہ نے آج تک جو پیغمبر یا ولی پیدا فرمایا ہے میری مجلس میں زندہ مع الجسم اور واصل مع الروح آتا ہے"۔

مجلسِ غوثِ اعظمؓ میں انبیاء کی تشریف آوری

مشایخ نے اس بیان کی وضاحت کی ہے کہ شیخ قدوہ ابی سعید قیلویؒ کہتے ہیں کہ میں چند انبیاء اور نبیِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو کئی بار جناب غوث اعظمؓ کی مجلس میں تشریف فرما دیکھ چکا ہوں۔ جس طرح آقا اپنے غلام کو شرف بخشتے ہیں، اسی طرح انبیاءِ کرام کے ارواح آسمان و زمین کی وسعتوں میں سیر فرماتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ فرشتے گروہ در گروہ حاضر ہوتے ہیں۔ جنّ اور رجال الغیب بھی آپ کی مجلس میں آتے۔ حضرت خضر علیہ السّلام کو مجلس میں دیکھا گیا میں نے ان سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: فلاح و کامرانی کے لیے اس مجلس میں آنا بڑا ضروری ہے۔

شیخ جلیل شریف ابوعباس احمد بن شیخ عبداللہ ازہر حسینیؒ نے خبر دی کہ ایک بار میں شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں حاضر ہُوا، اس وقت آپ کی مجلس میں قریباً دس ہزار افراد موجود تھے۔ شیخ علی بن ہیتی حضرت غوث الاعظمؓ کے سامنے دکہ مقری کے

پاس بیٹھے تھے انھیں ذرا اونگھ آئی۔ حضرت غوث پاکؒ لوگوں کو فرمانے لگے: خاموش رہو۔
جب سارے خاموش ہو گئے تو لوگوں کے سانس کی آواز کے بغیر کچھ سُنائی نہ دیتا تھا۔
پھر آپ منبر سے نیچے اُترے اور شیخ علی ہیتیؒ کے پاس مؤدب کھڑے ہو گئے اور غور سے
دیکھنے لگے۔ علی ہیتیؒ کی آنکھ کھلی۔ آپ نے علی ہیتی سے پوچھا: تم نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلّم کو خواب میں دیکھا ہے۔ جب اس نے کہا کہ ہاں۔ تو آپ نے فرمایا: میں
رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد پر تمھارے سامنے ادباً کھڑا رہا۔ شیخ علی ہیتیؒ نے
کہا کہ حضورؐ نے مجھے نصیحت کی ہے کہ میں حضرت شیخ عبد القادرؓ کی مجلس میں حاضر رہا کروں۔
حضرت شیخ نے فرمایا: جو تمھیں خواب میں نظر آئے میں اُنھیں بیداری میں دیکھ رہا تھا۔ راوی
نے مزید بیان کیا کہ اس دن مجلس میں سات آدمی فوت ہُوئے تھے۔

ایک دن حضرت غوثِ اعظمؓ نے فرمایا کہ میرا کلام ان لوگوں کے لیے ہے جو کوہ قاف
کے پرے سے آتے ہیں۔ ان لوگوں کے قدم ہوا میں لیکن دل حضرتِ قدس میں ہوتے ہیں
اُن کی ٹوپیاں اور عمامے شوقِ خداوندی سے جلتے رہتے ہیں۔ اس وقت آپ کے صاحبزادے
سید عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ آپ کے قدموں میں منبر کے پاس ہی بیٹھے تھے اپنا سر اٹھا کر
اُوپر دیکھا ہی تھا کہ غش کھا کر گِر پڑے اور اُن کی ٹوپی اور عمامہ جل گئے۔ شیخ منبر سے نیچے
آئے اور آگ کو بجھایا اور فرمایا: عبد الرزاق! تم بھی ان میں سے ہو۔

لوگوں نے شیخ عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ سے پُوچھا کہ تمھیں کس چیز نے بے ہوش کر دیا تھا؟
تو آپ نے بتایا کہ جونہی میں نے ہوا میں نگاہ کی، دیکھا کہ ہزاروں لوگ مراقبہ میں کھڑے آپ کا کلام
سُن رہے ہیں اور آسمان کے دونوں کناروں تک پھیلے ہُوئے ہیں۔ ان کے لباس آگ سے
سُرخ ہیں۔ کوئی اُن میں سے چیختا ہے، کوئی بھاگتا ہے اور کوئی زمین پر مجلس میں آگرتا ہے
اور ہر کوئی اپنی اپنی جگہ پر پڑا تڑپتا ہے۔

ایک دن ایک قاری نے حضرت سیّدنا غوث پاکؓ کے سامنے یہ آیت کریمہ تلاوت کی

لمن الملك الیوم - یعنی آج کس کی شہنشاہی ہے؟ شیخ سید عبد القادرؓ سن کر کھڑے ہوگئے۔ آپ کے اس جلال کی وجہ سے دوسرے لوگ بھی کھڑے ہو گئے۔ آپ نے لوگوں کو اپنی اپنی جگہ بیٹھ جانے کا حکم دیا۔ پھر آپ نے دو تین بار پوچھا: کون پوچھ رہا ہے؟ میں کہتا ہوں: الملک لی! آج شہنشاہی میرے لیے ہے۔ یہ بات سنتے ہی اہل مجلس میں سے ایک شخص شیخ احمد نامی آپ کی طرف بڑھا اور پکار کر کہنے لگا: انا اقول الملک لی لانہ لی لم یکن لہٗ مثلہٗ۔ میں کہتا ہوں بادشاہی میرے لیے ہے وہ میرے واسطے ہے اور اسکے واسطے ہے جس کی مثل اور کوئی نہیں۔ اس پر حضرت غوث اعظمؓ نے بڑے زور سے چیخ ماری اور فرمایا: ارے احمق! تم اس کے اہل کہاں سے ہو گئے۔ کیا تم نے اس بلا کو دیکھا ہے جو تمہارے گرد گھومتی ہے۔ یہ بات سنتے ہی وہ شخص چلاتا ہوا اپنے بدن سے صوف کا لباس پھاڑتا ہوا جنگل کی طرف بھاگ گیا۔

شیخ ابو محمد فرح بن شہاب شیبانی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: جب حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہرت دنیا میں پھیلی تو بغداد کے ایک سو علمائے دین (فقیہ) جن پر اہل بغداد کو کامل اعتماد تھا ایک ایک مسئلہ لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جس دن یہ علماء کرام مجلس میں آئے، میں بھی اسی مجلس میں شریک تھا۔ وہ مجلس میں بیٹھے ہی تھے کہ جناب غوث اعظمؓ نے مراقبہ فرمایا۔ آپ کے سینہ سے نور کا ایک شعلہ نمودار ہوا جسے بعض لوگوں نے دیکھا مگر بعض نہ دیکھ سکے۔ جن علماء کرام نے اس شعلۂ نور کو دیکھا۔ چیخ مار کر کپڑے پھاڑنے لگے اور سر برہنہ ہو کر جناب غوث پاکؓ کے قدموں میں گر پڑے۔ مجلس میں ایک شور برپا ہوا تو میں نے خیال آیا کہ زلزلہ آیا ہے۔ حضرت غوثِ اعظمؓ ایک ایک کو اپنے سینے سے لگائے جاتے تھے اور پوچھتے جاتے تمہارا سوال یہ ہے، لو اس کا جواب ہے۔ اس طرح تمام علماءِ کرام مطمئن ہو گئے۔

سلبِ احوال اولیاء حضرت شیخ شیبانی مزید بیان کرتے ہیں کہ ان علمائے کرام کے

پاس میں خود ایک دن حاضر ہُوا اور اُن سے جناب غوث پاکؓ کی مجلس کی اس کیفیت کی تفصیل دریافت کی تو انہوں نے بتایا کہ جب ہم مجلس میں بیٹھ گئے تو جس قدر ہمارے سینے میں علوم تھے سلب ہو گئے۔ جب حضرتؒ نے ہمیں سینے سے لگایا تو ہمارے وہ تمام علوم پھر لوٹ آئے۔ چونکہ آپ نے خود ہی ہمارے سوالات کے جواب دے دیے تھے۔ ہمیں کچھ پوچھنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہُوئی۔ حقیقت یہ ہے کہ جو جواب جناب غوث پاکؓ نے دیئے وہ خود ہمارے ذہنوں میں بھی نہیں تھے۔

شیخ ابوقاسم محمد بن احمد بن علی جہنیؒ نے بیان کیا: میں ایک دن حضرت غوث اعظمؓ کے منبر کے پاس بیٹھا تھا۔ دو نقیب بھی آپ کے منبر کی سیڑھیوں پر کھڑے تھے۔ دُوسرے لوگ منبر کے ارد گرد جمع تھے۔ اپنے جمال اور ہیبت کی وجہ سے تیسر دکھائی دیتے تھے دورانِ گفتگو حضرت غوثِ اعظمؓ کی پگڑی کا ایک گوشہ کھل گیا جس کا غالباً آپ کو علم نہیں تھا۔ تمام حاضرین نے اپنی پگڑیاں اتار کر ادباً منبر کے نیچے رکھ دیں۔ جب آپ کلام سے فارغ ہوئے تو آپ نے اپنے عمامہ کو درست کیا اور مجھے حکم دیا: ابوقاسم! لوگوں کو اُن کی پگڑیاں اور عمامے سر پر رکھنے کا کہہ دو۔ یہ ساری پگڑیاں لوگوں نے لے لیں مگر ایک دوپٹہ رہ گیا جسے میں نہیں جانتا تھا کہ یہ کس کا ہے۔ حضرت غوث پاکؓ نے فرمایا: یہ دوپٹہ مجھے دے دو۔ آپ نے اپنے کندھے پر رکھا اور مجلس سے باہر آ گئے اور فرمانے لگے: ابوقاسم! اصفہان میں میری ایک بہن ہے جب تم نے سب کے عمامے منبر کے نیچے رکھوائے تو اس نے بھی وہاں سے ازراہِ ادب اپنا دوپٹہ یہاں پھینکا جسے میں نے پکڑ کر رکھ لیا۔ جب تم نے عمامے واپس کر دیئے تو اس بی بی نے اصفہان سے ہاتھ بڑھا کر میرے کندھے سے دوپٹہ اٹھا لیا۔

کلامِ غوث پاکؓ میں اثر

قاضی القضاۃ ابو صالح نصرؒ نے اپنے چچا عبداللہ سید عبدالوہابؒ کا واقعہ بیان کرتے ہوئے بتایا ہے کہ وہ بلادِ عجم کو سفر میں نکلے اور بہت علوم حاصل کیے۔ واپسی پر اپنے والد محترم (یعنی جناب غوث اعظمؓ)

سے اجازت چاہی کہ لوگوں کے سامنے وعظ کریں۔ آپ کی اجازت سے میں منبر پر جا بیٹھا اور مجھے اللہ تعالیٰ نے جو علم عطا کیا تھا بیان کرتا رہا۔ میرے والد بھی سنتے رہے۔ میرے وعظ سے نہ کسی کے دل پر رقت طاری ہوئی اور نہ اثر ہوا اور نہ کسی آنکھ سے آنسو نکلا۔ اہل مجلس نے میرے والد محترم کو وعظ کرنے کے لیے عرض کی، میں منبر سے نیچے آگیا تو میرے والد مکرم (جناب غوث پاکؓ) نے منبر پر تشریف فرما ہو کر وعظ فرمانے سے پہلے بتایا کہ میں کل روزہ دار تھا۔ میرے لیے یحییٰ کی والدہ نے انڈے پکائے تھے اور ایک مٹی کے برتن میں ڈال کر طاق پر رکھ دیئے۔ اچانک ایک بلی آئی جس نے وہ برتن گرا دیے اور ٹوٹ گئے۔ یہ بات کہنا تھی کہ اہلِ مجلس نے ایک شور برپا کر دیا۔ جب آپ وعظ سے فارغ ہوئے تو میں نے پوچھا کہ کیا بات تھی کہ آپکی ایک مختصر سی بات نے رقت طاری کر دی۔ آپ نے فرمایا: بیٹا! تم نے اپنے علوم اور سفر پر فخر کیا تھا۔ آپ نے اپنی انگشتِ شہادت آسمان کی طرف اٹھاتے ہوئے کہا: بیٹا! کیا تم نے آسمان تک کی سیر کر لی ہے؟ میں اکثر اپنے والد محترم کے منبر پر بیٹھ کر وعظ کرتا۔ مگر لوگوں پر بہت کم اثر ہوتا۔ لیکن جب غوث پاکؓ منبر پر تشریف لاتے تو فرماتے: نوجوانو! شجاعت ایک لمحہ کے لیے صبر کا نام ہے۔ اتنی بات سنتے ہی اہل مجلس میں کہرام بپا ہو جاتا۔ میں وجہ دریافت کرتا تو فرمایا کرتے تھے، تم اپنے دل سے بات کرتے ہو۔ مگر میں دوسرے کی بات کرتا ہوں۔

جناب غوث پاکؓ سے دورانِ وعظ اگر کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا تو آپ فرماتے: اس مسئلہ کی تفصیلات کے لیے مجھے اجازت لے لینے دیجئے۔ آپ اپنا سر نیچے جھکا لیتے اور آپ ہیبت زدہ ہو جاتے، آپ بڑا بوجھ محسوس کرتے تھے۔ جس طرح مشیتِ ایزدی ہوتی آپ اسی طرح گفت گو فرماتے، اور فرمایا کرتے: بخدا میں اس وقت تک بات نہیں کرتا جب تک مجھے اللہ تعالیٰ اجازت نہیں دیتا۔

ایک روز آپ مجلسِ وعظ میں بیان فرما رہے تھے تو حاضرین بے توجہ اور سست

نظر آنے لگے۔ آپ نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو میرا بیان سُننے کے لیے آسمان سے سبز پرندے بھیج دے۔ ابھی آپ بیان ختم نہیں کرنے پائے تھے کہ مجلس سبز پرندوں سے بھر گئی اور حاضرین نے ان پرندوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔

ایک دن ایسی حالت میں مجلس میں ایک سبز پرندہ آپ کی آستین میں گھس گیا اور باہر نہیں نکلا۔ ایک دن آپ وعظ فرما رہے تھے کہ ایک عجیب الخلقت پرندہ مجلس پر سے گزرا۔ لوگ اسکے دیکھنے کو متوجہ ہوئے تو آپ نے فرمایا: اگر مَیں چاہوں تو اس پرندے کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ ابھی وعظ ختم نہیں ہُوا تھا کہ وُہ پرندہ آپ کی مجلس وعظ میں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر پڑا۔

شیخ قدوہ بقاء بن بطو رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ ایک دفعہ شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں حاضر ہُوا۔ آپ منبر پر بیٹھے وعظ فرما رہے تھے ناگاہ آپ نے سلسلۂ بیان روک دیا اور بے ہوش ہو گئے اور زمین پر اُتر کر پھر منبر پر جا بیٹھے اور منبر کے دُوسرے پائے پر بیٹھ گئے۔ میرے دیکھتے دیکھتے منبر کی وسعت حدِ نگاہ تک پھیل گئی اور منبر پر ایک سبز فرش بچھ گیا جس پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مع اصحاب کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم تشریف فرما نظر آئے۔ جناب غوثِ اعظمؓ کا جسم چھوٹا ہوتا گیا اور ایک چڑیا کے وجود سا نظر آنے لگا پھر اس کے بعد اس وجود نے بڑھنا شروع کیا یہاں تک کہ ایک خوفناک صورت بن گیا۔ تھوڑے ہی عرصے میں یہ سارا واقعہ میری نظروں سے غائب ہو گیا۔

جب شیخ بقاؒ سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری اور صحابہ کرام کی زیارت کی کیفیت معلوم کی گئی تو کہنے لگے کہ مقدس رُوحوں کو جسمانی شکل اختیار کرنے کی اللہ تعالیٰ نے پوری قوت دی ہے۔ وہ جس شکل میں چاہیں ظاہر ہو سکتے ہیں۔ جب جناب غوث اعظمؓ کے جسم کے چھوٹے یا بڑے ہونے کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے بتایا تجلی اوّل اس طرح ظاہر ہُوئی کہ کوئی انسان اس تجلی کے سامنے ثابت قدم نہیں رہ سکتا۔ حضرت غوثِ اعظمؓ

کو اگر جناب رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سہارا نہ دیتے تو وہ گر پڑتے۔ تجلّی دوم جلالی صفت مشاہدہ کے نمودار ہوتی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کے جسم میں بالیدگی پائی گئی۔ یہ تمام اللہ کے فضل سے ہوا تھا۔

جناب غوث اعظمؓ کا معمول تھا کہ ہفتہ میں تین بار وعظ فرمایا کرتے۔ جمعہ کی صبح، منگل کی رات اور اتوار کی صبح۔ آپ کی مجلس میں عراق کے مشایخ، مفتی اور علماء شریک ہوا کرتے تھے ان میں شیخ بقاء بن بطو، شیخ ابوسعید قیلوی، شیخ علی بن ہیتی، شیخ ابونجیب عبدالقاہر سہروردی، شیخ ماجد کردی اور شیخ مطر بادرانی وغیرہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)

مجلس غوث اعظمؓ کی رُوحانی صدا

راوی نے بیان کیا ہے کہ میرا خیال ہے کہ شیخ عبدالرحمٰن طفسونجیؒ بغداد میں تشریف نہیں لائے کیونکہ میں نے کئی بار انھیں طفسونج میں دیکھا۔ وہ عرصۂ دراز تک کھڑے رہتے اور کہا کرتے تھے کہ جو شخص شیخ سیدنا عبدالقادرؓ کا وعظ سننا چاہتا ہو وہ میرے گھر چلا آئے۔ لوگ آپ کے گھر جاتے اور اُنھیں وہاں بیٹھے جناب غوثِ اعظمؓ کی مجلس کا وعظ سنائی دیا کرتا تھا۔ بعض حضرات تاریخ اور وقت لکھ لیا کرتے تھے اور بعد میں دریافت کرنے پر معلوم ہوتا تھا کہ واقعی اس دن جناب غوث پاکؓ نے فلاں موضوع پر گفتگو فرمائی تھی۔

ایسا ہی ایک واقعہ حضرت سیدنا عدی بن مسافرؒ بیان کرتے ہیں کہ "میں لالش پہاڑ پر رہائش رکھتا تھا جسے جناب غوث پاکؓ کا وعظ سننا ہوتا تھا، وہ میرے مکان میں چلا آتا۔ چنانچہ آپ کے مقتدر دوست وہاں جمع ہو کر جناب غوث اعظمؓ کا وعظ سُنا کرتے تھے۔

آپ کے وعظ کی مجلس میں دو تین آدمی مرجایا کرتے تھے۔ مجلس میں تقریباً چار سو آدمی ایسے بھی ہوتے جو کلامِ غوث لکھا کرتے تھے۔ کبھی کبھی تو آپ مجلس میں حاضرین کے سروں پر کئی کئی قدم چلے جاتے اور پھر منبر پر واپس آجاتے۔

حضرت خضرؑ کی آمد ایک بار جناب غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجلسِ وعظ میں چند

قدم آگے بڑھے اور فرمانے لگے: اے اسرائیلی! ٹھہر جا، اور محمدی کا کلام سُنتا جا۔ پھر آپ واپس آئے تو لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ کسے کہہ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: جناب خضر علیہ السلام کا میری مجلس کے پاس سے گزر ہوا تھا اور میں نے چند قدم آگے بڑھ کر انہیں وعظ سُننے کا کہا۔

غرضیکہ اس قسم کے بہت سے واقعات ہیں جو جناب غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس وعظ میں رونما ہوتے تھے آپ کی کوئی مجلس ایسی نہ ہوتی تھی جس میں کوئی یہودی یا عیسائی دامنِ اسلام میں نہ آیا ہو۔ راہزن، چور، ملحد، بے دین اور بدعقیدہ لوگ آپ کی مجلس میں آکر تائب ہوتے۔ یہودیوں اور عیسائیوں میں سے پانچسو کے قریب آپ کے دستِ حق پرست پر اسلام آئے۔ ایک لاکھ سے زیادہ چور اور قزاق تائب ہُوئے۔

ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے ایک عیسائی راہب آپ کی مجلس میں آیا اور دامنِ اسلام میں آگیا۔ اس نے لوگوں کو بتایا کہ میں یمن کا باشندہ ہُوں۔ میرے دل میں اسلام قبول کرنیکی لگن پیدا ہُوئی لیکن میں نے عہد کر لیا کہ میں اس شخص کے ہاتھ پر اسلام لاؤں گا جو دنیا بھر کے مسلمانوں سے افضل ہوگا۔ میں اسی فکر میں اکثر محو رہتا ایک دن میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام فرما رہے ہیں کہ تم بغداد کی طرف چلے جاؤ اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرو کیونکہ اس زمانہ میں وہی بہترین خلائق ارضی ہیں۔

ایک دفعہ آپ کے پاس تیرہ عیسائی آئے اور اسلام قبول کیا۔ وُہ آپ کی مجلس میں بیان کرنے لگے کہ ہم عرب کے عیسائی ہیں، ہم نے جب سے اسلام لانے کا ارادہ کیا تو ہمیں بڑی فکر دامن گیر ہُوئی کہ کس کے ہاتھ پر اسلام لایا جائے۔ ہمیں کسی پکارنے والے نے پکارا، جس کی آواز تو ہم سُن رہے تھے مگر کوئی نظر نہیں آتا تھا اور وُہ کہنے والا کہہ رہا تھا کہ اے سوارو! بغداد کی طرف آؤ اور شیخ عبدالقادر جیلانی رضؓ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرو۔ خدا کی قسم اس کی صحبت سے تمہارے دلوں میں نورِ ایمان بھر دیا جائے گا۔ یہ نورِ ایمان اس کے بغیر کسی مجلس سے

میسّر نہیں ہو سکتا۔

بیت المقدس ایک قدم پر

شیخ صدقہ بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ شیخ کی مجلس میں لوگ بیٹھے تھے اور شیخ کی آمد کا انتظار کر رہے تھے اور وعظ و نصیحت سُننے کے خواہاں تھے۔ حضرت شیخ تشریف لائے، منبر پر آ کر جلوہ فرما ہُوئے اور ابھی تک نہ تو آپ نے گفتگو کی اور نہ ہی کسی قاری کو قرأت کے لیے حکم دیا۔ اسی سکوت سے ہی اہلِ مجلس میں رقّت پیدا ہو گئی۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ شیخ نے نہ تو ابھی بات کی ہے اور نہ قاری نے قرآن پاک پڑھا ہے یہ وجد و رقت کس طرح پیدا ہو گئے۔ شیخ نے مجھے دیکھا اور فرمایا: اے اللہ کے بندے! میرا ایک مرید بیت المقدس سے ایک قدم چل کر بغداد آیا ہے اور اس نے میرے ہاتھ پر توبہ کی ہے آج حاضرینِ مجلس اس کی ضیافت میں ہیں۔ مَیں نے دل میں سوچا جو مرید ایک قدم میں بیت المقدس سے بغداد آسکتا ہے اسے کس چیز کی توبہ کی ضرورت ہے۔ آپ نے مجھے پھر دیکھا اور فرمایا: توبہ وہ اس بات سے کرتا ہے کہ میں نے قدم تو اٹھا لیا ہے، بیت المقدس سے بغداد تک۔ کاش یہ قدم راہِ محبتِ خداوندی میں اُٹھتا۔ اب میں اسے اس کی تعلیم دُوں گا۔

جناب غوث اعظمؓ کے مراتب

حضرت غوث الاعظمؓ نے فرمایا: میں مردِ خدا ہُوں کہ میری تلوار ننگی ہے اور میری کمان عین نشانے پر ہے۔ میرا تیر نشست پہ ہے۔ میرے نیزے صحیح مقام پہ مار کرتے ہیں۔ میرا گھوڑا چاک و چوبند ہے۔ میں اللہ کی آگ (نارُ اللہ) ہُوں۔ میں لوگوں کے احوال سلب کر لیتا ہُوں۔ میں ایسا بحرِ بیکراں ہُوں جس کا کوئی ساحل نہیں۔ میں اپنے آپ سے ماورٰی گفتگو کرتا ہوں۔ مجھے اللہ نے اپنی نگاہِ خاص میں رکھا ہے۔ مجھے اللہ نے اپنے خاص ملاحظہ میں رکھا ہے۔ اے روزہ دارو! اے شب بیدارو! اور اے پہاڑ والو! تمہارے صومعے زمیں بوس ہو جائیں گے، میرا حکم جو اللہ کی طرف سے ہے قبول کر لو۔ اے دُختران وقت! اے ابدال و اطفالِ زمانہ!

آؤ اور وہ سمندر دیکھو جس کا کوئی ساحل نہیں۔ مجھے اللہ کی قسم ہے کہ میرے سامنے نیک بخت اور بدبخت پیش کیے جاتے ہیں مجھے قسم ہے لوح محفوظ میری نگاہوں کے سامنے ہوتی ہے میں دریائے علومِ الٰہی کا غوّاص ہُوں۔ میرا مشاہدہ ہی محبتِ الٰہی ہے۔ میں لوگوں کے لیے اللہ کی حجت ہُوں۔ میں نائبِ رسولِ خداؐ ہوں۔ میں اس زمین پر رسول اللہؐ کا وارث ہوں انسانوں اور جنوں میں مشایخ ہوتے ہیں، فرشتوں میں بھی مشایخ ہیں۔ مگر میں ان سب کا شیخ الکل ہُوں۔ میری مرض موت اور میری اولاد اور تمہاری مرض موت میں زمین و آسمان کا فاصلہ ہے۔ مجھے دُوسروں پر قیاس نہ کرو اور نہ دُوسرے مجھے اپنے آپ پر قیاس کریں۔ اے مشرق والو! اے مغرب والو! اے زمین والو! اور اے آسمان والو! مجھے اللہ نے کہا ہے کہ میں وُہ چیزیں جانتا ہُوں جو تم میں سے کوئی بھی نہیں جانتا۔ مجھے ہر روز ستّر بار حکم دیا جاتا ہے کہ یہ کام کرو، ایسا کرو۔ اے عبدالقادر! تمھیں میری قسم ہے یہ چیز پی لو۔ تمھیں میری قسم ہے یہ چیز کھا لو۔ میں تم سے باتیں کرتا ہُوں اور امن میں رکھتا ہُوں۔

حضرت نے مزید فرمایا: جب میں گفتگو کرتا ہُوں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے اپنی قسم یہ بات پھر کہو کیونکہ تم سچ کہتے ہو۔ میں اس وقت تک بات نہیں کرتا جب تک مجھے یقین نہ دلایا جائے۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہوتا میں ان تمام امور کی تقسیم و تفریق کرتا رہتا ہوں جن کے مجھے اختیار دیے جاتے ہیں۔ جب مجھے حکم دیا جاتا ہے تو میں وہی کام کرتا ہُوں۔ مجھے حکم دینے والا اللہ ہے، اگر تم مجھے جھٹلاؤ گے تو یہ بات تمہارے لیے زہر ہلاہل ہوگی۔ تمہارا یہ اقدام نافرمانی تمھیں ایک لمحہ میں تباہ کردے گا۔ میں تمہاری دنیا اور عاقبت کو ایک لمحہ میں ختم کرنے کی قدرت رکھتا ہُوں۔ اللہ تعالیٰ تمھیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے۔ اگر میرے مُنہ میں شریعت کی لگام نہ ہوتی تو میں تمھیں ان چیزوں کی بھی خبر دیتا جو تم کھاتے ہو، پیتے ہو اور گھروں میں چھپا کر رکھتے ہو۔ اگر میرے مُنہ میں شریعت کی لگام نہ ہوتی (یعنی پاسِ شرع نہ ہوتا) تو میں حضرت یوسفؑ کے پیالے کی خبر دیتا غرضیکہ دلوں کی ہر خبر واضح کر دیتا۔ مگر

چونکہ علم دامانِ عالم میں پناہ حاصل کرتا ہے اور ان کی خفیہ چیزوں کو ظاہر نہیں کرتا۔ آپ نے مزید فرمایا کہ میں ہر اس خبر کو جانتا ہوں جو تمہارے ظاہر میں ہے میں اس چیز کی خبر رکھتا ہوں جو تمھارے باطن میں پوشیدہ ہے۔ میری نگاہ میں تم لوگ شیشے کی طرح صاف ہو۔

تمام مردانِ خدا جب مقامِ قدر میں پہنچتے ہیں تو اُن کی نگرانی کی جاتی ہے۔ مگر مجھے بلا روک ٹوک اجازت ہے بلکہ عالمِ قدر میں میرے لیے ایک طاقچہ کھول دیا گیا ہے اور مجھے اس طاقچہ سے اندر پہنچایا جاتا ہے۔ میں نے تقدیرِ خداوندی سے لڑائی کی ہے اور اللہ کے حکم سے ان احکامات قدریہ کو درست کیا ہے۔ مردِ کامل وُہ ہوتا ہے جو تقدیر سے لڑے نہ کہ تقدیر کے سامنے سرنگوں ہو جائے۔ آپ نے مزید فرمایا: جب منکر نکیر میرے متعلق قبر میں آکر سوال کریں تو آپ لوگ ان سے میرے متعلق سوال کرو کہ میرا مقام کیا ہے؟

جناب غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قیمتی لباس

شیخ ابی الفضل احمد قاسم بن عبدان قرشی بغدادی بزازؒ نے بیان کیا ہے کہ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؓ طیلسان سر پر پہنتے اور علماءِ بغداد کی طرز پر بڑا قیمتی اور گرانقدر لباس زیبِ تن کیا کرتے تھے۔ ایک دن آپ کا خادم میرے پاس آیا اور کہنے لگا: حضرت غوث پاکؓ نے گراں ترین کپڑے کا لباس بنانے کا حکم دیا ہے۔ (ایک گز کی قیمت ایک دینار سے کم و بیش نہ ہو) میں نے اس خادم سے پوچھا: یہ قیمتی لباس کس کے لیے ہے؟ اس نے کہا: سیدی غوث اعظمؓ کے لیے۔ میں نے اپنے دل ہی میں کہا کہ آج تو شیخ نے خلیفۂ وقت کے لیے بھی کپڑا نہیں چھوڑا۔ ابھی یہ بات سوچی ہی تھی کہ میرے پاؤں میں ایک میخ آکر چبھی میں نے جو اس میخ کے زخم کو دیکھا تو اس میں میری موت گھورتی ہوئی دکھائی دی۔ دیکھتے دیکھتے میرے اردگرد لوگ جمع ہو گئے اور اس میخ کو نکالنے لگے۔ مگر کوئی بھی کامیاب نہ ہوا۔ میں نے کہا مجھے اٹھا کر حضرت شیخ عبدالقادرؓ کے پاس لے چلو۔ آپ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا: ابوالفضل! تمہیں ہمارے کپڑوں پر اعتراض کرنے کا

کیا حق ہے؟ خدا کی قسم میں نے آج تک کوئی کپڑا نہیں پہنا جس کا مجھے اللہ تعالیٰ نے پہننے کا حکم نہیں دیا۔ وہ حکم دیتا ہے کہ عبدالقادر! اس حق کے بدلے یہ کپڑا پہن لو جو ہیں نے تمہیں عطا کیا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: اے ابوالفضل! دراصل یہ لباس ہمارا کفن ہوتا ہے، اور کفن ہمیشہ نفیس کپڑے سے تیار کیا جاتا ہے۔ ایسے ہزاروں کفن پہن چکا ہوں۔ یہ باتیں کرتے ہوئے آپ نے اپنے دستِ شفقت سے میخ نکال دی اور فرمایا کہ اس شخص کا اعتراض میخ کی شکل اختیار کر گیا تھا۔

خوارقِ جناب غوث الاعظمؒ

آں حضرت کے اکثر خوارق وکرامات تحقیقی طور پر ثابت ہو چکی ہیں۔ ان کی تعداد اتنی ہے کہ احاطہ تحریر میں نہیں آسکتیں۔ لیکن 'نمونہ مشتے از خروارے' کے طور پر چند خوارق پیش کی جاتی ہیں اور ان چند کرامات کو ہی اکثریت پر محمول کر لیا جائے۔

حضرت عبداللہ یافعیؒ فرماتے ہیں کہ آپ کی کرامات حدِ تواتر سے ملتی ہیں جتنی کرامات آپ سے وارد ہوئی ہیں اس قدر کسی دوسرے سے رونما نہیں ہوئیں۔

آپ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ سب سے پہلے آپ کو کس طرح علم ہوا کہ آپ ولی اللہ ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں دس سالہ تھا اور اپنے گھر سے باہر آرہا تھا اور اپنے مدرسہ کی طرف جا رہا تھا، میں نے اپنے اردگرد ہزاروں فرشتے دیکھے جو میرے ساتھ ساتھ چلتے تھے۔ جب میں مکتب میں پہنچا تو میں سن رہا تھا کہ فرشتے دوسرے بچوں کو کہہ رہے تھے کہ جگہ دو، ولی اللہ تشریف لا رہے ہیں، ان کے لیے جگہ بناؤ۔ پھر ایک دن میرے پاس سے ایک ایسا آدمی گزرا جسے میں پہلے نہیں جانتا تھا۔ میں نے فرشتوں کو یہ کہتے سنا کہ یہ بچہ ولی اللہ ہے۔ اس نے فرشتوں سے دریافت کیا: یہ کون ہے؟ تو انھوں نے بتایا کہ اسے بڑا رتبہ دیا جانے والا ہے۔ اس کا کسی رتبہ سے ہاتھ نہیں روکا جائے گا اور بے پناہ عزت و تمکنت دی جائے گی۔ اسے دور نہیں رکھا جائے گا بلکہ نزدیک کر لیا جائے گا اس سے

نمر نہیں کیا جائے گا۔ پھر اس شخص سے چالیس سال بعد میری واقفیت ہُوئی تو معلوم ہُوا کہ وُہ شخص ابدالِ وقت تھا۔

شیخ قدوہ ابوعبداللہ محمد بن قائد آدابیؒ نے بیان کیا ہے: میں شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک سائل نے آکر سوال کیا کہ کس چیز پر آپ کا حکم جاری ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ راستبازی پر، میں نے آج تک زبان سے جھوٹ نہیں بولا۔ میں اس وقت بھی جھوٹ نہیں بولتا تھا جب میں مکتب میں پڑھتا تھا۔ آپ نے مزید بتایا کہ میں اپنے شہر میں ابھی چھوٹا ہی تھا کہ شاداب اور بارونق علاقے کی طرف چلا گیا۔ میں ایک چراگاہ میں مویشیوں کے پیچھے ہولیا اور کھیلنے لگا۔ ایک بیل نے مجھے دیکھا اور کہنے لگا: سید عبدالقادر! آپ اس کام کے لیے تو پیدا نہیں ہُوئے۔ میں بیل کی بات سُن کر ڈر گیا اور گھر آگیا اور کوٹھے کی چھت پر جا بیٹھا۔ میں نے دیکھا کہ میری نگاہ کے سامنے کعبۃ اللہ کے پاس میدانِ عرفات میں لوگ کھڑے نظر آنے لگے۔ میں اپنی والدہ کے پاس آیا اور بغداد جانے کی اجازت چاہی۔ وہاں جا کر علم حاصل کرنے میں مشغول ہو گیا اور ساتھ ساتھ نیک لوگوں کی زیارت بھی کرتا رہا۔ بچپن میں اپنے شہر گیلان میں جب میں اپنے ہم عمروں کے ساتھ کھیلنے نکلتا تو مجھے غائب سے کوئی پکارتا: میری طرف آؤ اور کھیلنا چھوڑ دو۔ میں ڈر کر بھاگ آتا اور اپنی ماں کی گود میں جا چھپتا تھا۔ مجھے خدا کی قسم ایسی آوازیں آج تک میں اپنی خلوت میں سُنتا رہتا ہُوں۔

جب میں جوان ہُوا تو ایک سفر پر روانہ ہُوا تو مجھے آواز آئی: "اے عبدالقادر! تمہیں میں نے اپنے لیے پیدا کیا ہے۔" آپ کوئی واقعہ رُونما ہونے سے تیس سال پہلے ہی خبر دے دیا کرتے تھے۔ آپ پر ملک الموت کے پروگرام بھی واضح ہو جاتے تھے اور آپکے سامنے ماہ و سال حاضر ہوتے تھے اور ہونے والے واقعات کی خبر دے دیتے تھے۔

ماہ و سال کی جنابِ غوثیت میں حاضری آپ کے صاحبزادے شیخ سیف الدین

عبدالوہابؒ نے یہ بات نقل کی ہے کہ کوئی ایسا مہینہ نہیں تھا جو میرے والد کی خدمت میں حاضر نہ ہوا ہو۔ اس سے پہلے کہ ہلال ظاہر ہو۔ اگر تقدیر الٰہی میں اس ماہ کے دوران کوئی حادثہ ہونا لکھا ہوتا اور کسی نقصان شدید کا خطرہ ہوتا یا کسی انعام و نعمت کے ظہور ہونے کا وقت ہوتا تو ان حالات کو آپ پر روزِ روشن کی طرح آگاہ کر دیا جاتا تھا۔

ایک دفعہ چند ایک مشایخ وقت سیدنا غوث الاعظمؓ کی خدمت میں بیٹھے تھے۔ یہ واقعہ آخر روز جمعہ ماہ جمادی الاخری ۶۰۰ھ کا ہے۔ شیخ گفتگو فرما رہے تھے کہ ایک خوبصورت نوجوان اندر آیا اور اس نے سلام کہا اور بتایا کہ میں ماہِ ... م (رجب) آیا ہوں تاکہ آپ کو مبارک باد کہوں۔ میرے دوران عوام الناس کو بہت خوشیاں اور راحتیں میسّر ہوں گی۔ کہتے ہیں اس سال سارا رجب ہر ایک کے لیے مسرت و جاں بخشی لاتا رہا۔ ایک دفعہ مہینہ کے آخری اتوار آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ ایک مکروہ اور بدصورت انسان کی شکل میں دکھائی دیا۔ ہم بھی حضرت غوث الاعظمؓ کے پاس بیٹھے تھے اس نے آتے ہی "السلام علیکم یا ولی اللہ" کہا اور بتایا کہ میں ماہِ شعبان ہوں۔ میری تقدیر میں لکھا ہے کہ اس ماہ کے دوران بغداد میں بڑی تباہی نازل ہوگی، حجاز میں قحط پڑے گا اور خراسان میں تلوار چلے گی۔ چنانچہ ایسے ہی واقعات و حادثات رونما ہوئے۔

ایک بار جناب غوث الابرار ماہِ رمضان میں بیمار ہو گئے۔ ہم آپ کی خدمت میں بیٹھے تھے اس مجلس میں شیخ علی بن ہیتی بن ابویوسف عبدالقاہر سہروردی بھی حضرت کے پاس بیٹھے تھے دوسرے مشایخ بھی مجلس میں موجود تھے ایک روشن شکل نوجوان جس کے چہرے پر بڑا وقار تھا آیا اور کہنے لگا، "السلام علیک یا ولی اللہ" میں ماہِ رمضان ہوں، میں آپ سے معذرت طلب کرنے حاضر ہوا ہوں، میں اس ماہ آپ کو الوداع کہنے کا خواہاں ہوں۔ کہتے ہیں کہ اسی سال آپ واصلِ بحق ہوئے اور رمضان سے پہلے ہی (یعنی صفر) داعیِ اجل کو لبیک کہا۔

شیخ ابوالقاسم عمر بن مسعود بزاز اور شیخ ابوحفص عمر کیمانی رحمہما اللہ روایت کرتے ہیں کہ

ایک دفعہ شیخ سیدنا عبدالقادر جیلانیؓ بادلوں میں سیر کر رہے تھے اور آپ تمام اہلِ مجلس کے سروں پر تھے تو آپ نے فرمایا: جب تک آفتاب مجھے سلام نہ کرے طلوع نہیں ہوتا۔ ہر سال اپنے آغاز سے پہلے میرے پاس آتا ہے اور مجھے اہم واقعات سے آگاہ کرتا ہے۔ اسی طرح ماہ و ہفتہ میرے پاس آکر سلام کہتے ہیں اور اپنے دوران جو چیزیں رُونما ہونے والی ہوتی ہیں مجھے آگاہ کرتے ہیں۔

تیرہ[۱۳] آدمیوں کی دستگیری

مشایخ میں سے اکثر حضرات نے اس روایت کو بیان کیا ہے کہ ہم ایک دن جناب غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس مجلس میں بیٹھے تھے جس میں آپ نے فرمایا: تم میں سے جو شخص کچھ مانگنا چاہے مانگ لے۔ شیخ ابوالمسعود احمد بن حریمی اُٹھے اور عرض کی کہ میں ترکِ تدبیر و اختیار چاہتا ہوں۔ شیخ محمد بن قائد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا مجھے مجاہدہ پر قوت چاہیے۔ شیخ اباالقاسم عمر بزاز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: مجھے اللہ کا خوف عطا ہو۔ شیخ ابو محمد حسن فارسی نے کہا: مجھے خدا کے ساتھ صاحبِ حال بنا دیجئے۔ چونکہ اس نعمت سے میں محروم ہو گیا ہوں، مجھے یہ چیز ملنی چاہیے بلکہ اس سے بھی زیادہ ہو۔ شیخ جمیل ابو یوسف صاحب خطوہ نے عرض کیا: مجھے حفظِ وقت کی ضرورت ہے۔ شیخ ابو حفص عمر غزال کہنے لگے: مجھے زیادتِ علم چاہیے۔ شیخ جلیل صرصری نے عرض کیا: میں چاہتا ہوں اُس وقت تک مجھے موت نہ آئے جب تک مقامِ قطبیت پر نہ پہنچ جاؤں۔ شیخ ابوالبرکات ہمانے کہا: مجھے محبتِ الٰہی میں بیخودی درکار ہے۔ شیخ ابوالفتوح المعروف با بن الحضر بن نصر لبغدادیؒ نے کہا: مجھے حفظ قرآن و حدیث کرا دیں۔ شیخ ابوالخیر نے عرض کی: مجھے ایسی معرفت درکار ہے کہ میں موارد ربانیہ اور غیر ربانیہ میں تمیز کر سکوں۔ شیخ ابو عبداللہ بن ہبۃ اللہ نے کہا: مجھے درباں سرائی کی خواہش ہے۔ ابوالقاسم بن صاحب نے گزارش کی کہ مجھے حاجب باب عزیز بنا دیجئے۔ حضرت شیخ سید عبدالقادرؒ نے ان تمام حاضرین کی خواہشات سننے کے بعد یہ آیت پڑھی:

وكلا نمد هٰؤلاء وهٰؤلاء من عطاء ربك وما كان عطاء

ربك محظورا۔

میں تمام کی مدد کر رہا ہوں اور یہ تمام نعمتیں تیرے پروردگار کی عطا سے ہیں اور تیرے پروردگار کی عطا سے کوئی چیز مانع نہیں ہے۔

راوی کہتا ہے خدا کی قسم! ان لوگوں کو وہ تمام نعمتیں مل گئیں جو انہوں نے طلب کی تھیں میں نے ہر ایک شخص کو اسی مقام پر دیکھا جس کی اس نے حضور غوث پاکؓ سے تمنا کی تھی، البتہ جلیل صرصری کے متعلق بعض روایات میں آیا ہے کہ آپ نے وعدہ قطبیت نہیں کیا تھا لیکن بعض روایات میں چونکہ آپ کی عطاء ایک عام سوال کے ماتحت تھی۔ جلیل صرصری بھی قطبِ وقت بنا دیے گئے تھے مگر یہ مقام انہیں موت سے پہلے صرف سات دن نصیب ہوا۔

شیخ ابوسعود حسبِ منشاء ترکِ اختیار کی انتہا کو پہنچ گئے تھے اور ان کا مرتبہ اس قدر بلند ہوا کہ وہ خود کہا کرتے تھے کہ میرے دل میں میرے مصلے سے آگے کوئی خطرہ پیدا ہی نہیں ہوا۔

شیخ بن قاید کو مجاہدہ پر پورا اختیار مل گیا تھا۔ اس کی مثال آپ کے زمانے میں دوسرے کسی بزرگ کے ہاں نہیں ملتی۔ وہ عمر کے آخری حصہ میں تقریباً چودہ سال زیر زمین مجاہدہ کرتے رہے۔ میں نے انہیں یہ کہتے سنا کہ میں نے بھوک کو بھوکا کر دیا ہے اور پیاس کو پیاسا بنا دیا ہے۔ نیند کو سلا دیا ہے اور بیداری کو بیدار کر دیا ہے۔ میں نے ڈر کو ڈرا دیا ہے اور مصائب کو بھاگنے پر مجبور کر دیا ہے صرف اللہ میرے حکم پر غالب ہے۔

شیخ عمر بزاز رحمۃ اللہ علیہ خوف کے درجہ عالیہ پر پہنچے۔ ایک وقت ایسا آیا کہ آپ کے دماغ سے حلق تک خوف کی آواز آتی تھی۔ شیخ حسن فارسی پر جب غوث پاکؓ نے نگاہ ڈالی تو مجلس میں بیٹھے ہی مضطرب ہو گئے اور اسی وقت اُٹھے۔ میں دوسرے دن ان سے ملا اور اُن سے مجلس کی حالت دریافت کی تو انہوں نے بتایا کہ میرے احوال قلبی ایک مدت سے سلب ہو چکے تھے۔ جناب غوث الاعظمؓ نے ان احوال کو میری طرف لوٹا دیا اور اس

ضمن میں آپ کی ایک نگاہ ہی کام کر گئی۔

شیخ جمیلؒ کو حفظ و مراعاتِ نفس میں وُہ چیزیں حاصل تھیں جو میں نے دوسروں کے ہاں نہیں پائیں۔ وہ خلا میں اپنی تسبیح کے دانوں کو معلق کر دیا کرتے تھے۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا تھا کہ آپ اپنی تسبیح کسی دیوار کی میخ سے لٹکا دیتے تھے اور یہ تسبیح دانہ دانہ ہو جاتی تھی اور ایک ایک دانہ آپ کے ہاتھ تک اُڑتا چلا آتا تھا۔ میں نے یہ حال کئی بار اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔

شیخ عمر غزالؒ نے کئی قسم کے علوم جمع کر لیے اور ان تمام کو ازبر کر لیا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ انہوں نے ایک دفعہ اپنی لائبریری کی ہزاروں کتابیں فروخت کر دیں۔ آپ کو ان کتابوں کی فروخت پر بڑی سرزنش ہوئی لیکن انہوں نے بتایا اب مجھے ان کتابوں کی اپنے کتب خانے میں ضرورت نہیں کیونکہ یہ مجھے ازبر ہو گئی ہیں۔

شیخ ابوالبرکات ہمامی پر جناب غوث الابرارؓ نے ایک نگاہ ڈالی۔ وہ مجلس میں بیٹھے تھے کہ بیہوش ہو گئے۔ انہیں وہاں سے اٹھا لیا گیا، ان کی لاشعوری میں ہی بغداد سے لے جا کر کُوفہ میں پہنچا دیا گیا۔ میں نے انہیں ایک دن کوفہ کے شراب خانے میں حیران کھڑے پایا کہ آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ میں نے انہیں بلایا، مگر وہ میری طرف متوجہ نہ ہُوئے میں واپس آ گیا۔ چند سال بعد مجھے بصرہ جانے کا اتفاق ہُوا تو مجھے وُہ پہلے حال پر ہی ملے۔ میں اُن کے پاس گیا اور گفتگو کرنا چاہی مگر انہوں نے پسند نہ کیا۔ میں وہاں سے ہٹ کر اُن کے سامنے بیٹھ گیا تو میں نے کہا: اے اللہ! میں جناب غوث پاکؓ کے وسیلہ سے درخواست کرتا ہُوں کہ انھیں عقل لوٹا دے تاکہ وُہ مجھ سے بات تو کر سکیں۔ چنانچہ وُہ اٹھے اور میرے پاس آ کر السلام علیکم کہا۔ میں نے انہیں پُوچھا کہ آپ کس حال میں ہیں؟ آپ نے بتایا: بھائی! مجھے غوث پاک کی ایک نگاہ نے غیر اللہ کی محبت سے بے نیاز کر دیا ہے۔ اب میرے نفس اور وجود کے سامنے دُوسری کسی چیز کی اہمیت نہیں ہے۔ یہ کہتے ہُوئے اپنی

جگہ پر واپس چلے گئے۔ میں روتا واپس آگیا حتیٰ کہ آپ اسی حال میں وفات پا گئے۔

شیخ ابوالفتوح نے قرآن پاک چھ ماہ میں حفظ کر لیا اور اُن کے سامنے جتنے بھی مشکل مسائل تھے حل ہوتے گئے۔ سبعہ قرأت پر ماہر ہو گئے۔ بہت سی کتابیں یاد ہو گئیں، احادیث از بر کر لیں اور ان سے استفادہ کیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ وفات پائی۔

شیخ ابوالخیر بشروی اس حدیث کے راوی ہیں کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رضؓ نے میرے سینہ پر ہاتھ رکھا تو مجھے اپنے سینہ میں ایک نور آتا دکھائی دیا۔ اسی دن سے مجھے حق و باطل میں فرق محسوس ہونے لگا اور ہدایت و گمراہی میں فرق معلوم ہو گیا حالانکہ مجھے ان چیزوں کے متعلق بڑا شک اور شبہ تھا۔

عبداللہ بن ہبیرہ وزارت نیابت کے ستون مقرر کر لیے گئے۔ ابوالفتوح کو خلیفہ کے گھر کی تولیت مل گئی۔ ابوالقاسم کو خلیفہ کے دروازے پر حاجب مقرر کیا گیا۔ یہ لوگ اپنے اپنے عہدوں پر ایک طویل مدت تک رہے۔

شیخ ابا محمد عبدالملک ذبالؒ نے بیان کیا ہے کہ میں حضرت شیخ سیدنا عبدالقادر گیلانی رضؓ کے مدرسہ میں پڑھا کرتا تھا۔ ایک دن حضرت غوث اپنے گھر سے نکلے۔ آپ کے ہاتھ میں ایک لوٹا تھا۔ میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کاش! مجھے اس لوٹے سے کوئی کرامت دکھائی جاتی۔ آپ نے تبسم فرماتے ہوئے میری طرف دیکھا اور وہ لوٹا زمین پر پھینک دیا۔ لوٹا زمین پر گرتے ہی ایک نور ظاہر ہوا جس سے زمین و آسمان کی پہنائیاں اور آفاق کی وسعتیں روشن ہو گئیں۔ آپ نے اسے پھر اٹھا لیا اور وہ اسی حالت میں آگیا۔ آپ نے مجھے فرمایا: بس ذبالؒ! تمہیں اسی چیز کی خواہش تھی۔

ایک تاجر کا واقعہ

مشائخ طریقت نے شیخ ابوالسعود احمد بن ابی بکر حریمی بغدادیؒ کی زبانی یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ ابوالمظفر حسن بن نمیم نامی تاجر شیخ حماد دباس رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوا اور کہنے لگا: یا سیدی! میں تجارت کے

سلسلہ میں سفر کرنا چاہتا ہوں۔ شیخ نے کہا: اگر تم نے اس سال سفر کیا تو قتل کر دیے جاؤ گے اور تمہارا مال واسباب لوٹ لیا جائے گا۔ ابو المظفر بڑا افسردہ دل ہو کر مجلس سے باہر آگیا اور حضرت شیخ عبدالقادرؓ جو ان دنوں ابھی نوجوان تھے کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا سارا واقعہ بیان کر دیا۔ حضرت نے فرمایا: تم سفر کرو، صحیح سلامت لوٹ آؤ گے اور میں اس بات کا ضامن ہوں۔ ابو المظفر سفرِ تجارت پر نکلا اور اپنا مال واسباب ایک ہزار دینار میں فروخت کر دیا۔ وہ ایک حمام میں گیا اور حمام کے طاق میں ایک ہزار دینار کی تھیلی رکھ دی اور اُسے اٹھانا بھول گیا اور اس مکان میں آگیا جہاں اس کا قیام تھا اور گہری نیند سو گیا۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ وُہ ایک قافلہ کے ہمراہ سفر کر رہا ہے اور راستے میں عرب قزاقوں نے اس قافلہ پر حملہ کر دیا اور قافلہ کے ہر شخص کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ایک قزاق نے اس کی گردن بھی اڑا دی۔ وہ اس دہشت ناک خواب سے بیدار ہوا، اور کانپنے لگا۔ اسے اس خون کا اثر اپنی گردن پر محسوس ہو رہا تھا اور ان شدید ضربات کا درد محسوس ہو رہا تھا۔ اُسے اپنا روپیہ یاد آیا اور اُٹھ کر حمام میں دوڑا دوڑا گیا۔ اس کا ہزار دینار وہیں پڑا تھا۔ بغداد میں واپس آکر اس نے فیصلہ کیا کہ دونوں بزرگوں سے ملے۔ چونکہ حضرت دباسؒ ضعیف تھے۔ جن کی بات سچی ہوئی ہے وُہ شیخ عبدالقادرؓ تھے لیکن وہ حضرت دباسؒ کے پاس گیا۔ اُنہوں نے دیکھتے ہی فرمایا کہ شیخ سید عبدالقادرؓ کے پاس جاؤ کیونکہ وُہ اللہ کے محبوب ہیں۔ انہوں نے تمہاری بہتری اور فائدے کے لیے اللہ تعالیٰ سے ستّر بار سفارش کی تھی حالانکہ تمہاری تقدیر میں نقصانِ سرمایہ اور قتل لکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپکی تقدیر کو بدل دیا اور صرف خواب میں اس کا منظر دکھا کر قتل سے بچا لیا اور مال کے نقصان کو بھی بھول جانے سے بچا لیا۔

پھر وُہ شیخ سیدنا عبدالقادر جیلانیؓ کے پاس آیا۔ آپ نے پوچھا کہ شیخ حمادؒ نے تمہیں میرے ستّر بار سفارش کرنے کا واقعہ سنا دیا ہے۔ ابو المظفر نے کہا: ہاں۔ آپ نے

فرمایا: خدا کی قسم میں نے تمہاری بریت کے لیے اپنے اللہ سے مکرّراً ستر بار التجا کی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی اس تقدیر کو بدل دیا۔ بیداری کی چیز کو خواب میں دکھا دیا یمحوا اللہ ما یشاء و یثبت۔ (اللہ جس چیز کو چاہتا ہے محو کر دیتا ہے، جسے چاہتا ہے ثابت کرتا ہے) عندہٗ ام الکتاب (اس کے سامنے لوح محفوظ ہے)

شیخ ابوالمظفر منصور ابن مبارک واسطیؒ نے روایت کی ہے:

علوم فلسفہ کی ضبطی

میں اپنی جوانی کے زمانے میں حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ میرے پاس چند کتابیں ایسی تھیں جن میں یونانی فلسفہ اور روحانیت بھرا پڑا تھا۔ مجھے اہل مجلس میں سے ایک شخص نے کہا کہ جب حضرت آپ کے علوم یا کتابوں کے متعلق پُوچھیں تو یہ کتابیں لے کر گھر آجانا۔ جب مجھے پُوچھا گیا تو میں اُٹھا تاکہ گھر آجاؤں اور ان کتابوں کو گھر پھینک دُوں تاکہ شیخ ناراض نہ ہوں کہ میں کیا پڑھتا رہتا ہُوں لیکن میرا دل چونکہ فلسفہ سے دلچسپی رکھتا تھا۔ میں ان علوم اور ان کتابوں کو ضائع کرنے کو تیار نہ تھا اور بہت سے مسائل تو مجھے ازبر ہو گئے تھے۔ میں اپنے ارادے سے اٹھا ہی تھا کہ شیخ نے میری طرف دیکھا، میں اُٹھ نہ سکا۔ میری حالت اس شخص کی سی تھی جسے قید کر لیا گیا ہو اور اس کے پاؤں باندھ دیے گئے ہوں۔ آپ نے مجھے فرمایا: اپنی کتاب مجھے دے دو۔ جب میں نے اس کتاب کو کھولا تو مجھے صرف سفید کاغذوں کا دفتر نظر آنے لگی۔ تمام حروف محو ہو چکے تھے۔ میں نے کتاب آپ کے ہاتھ میں پکڑا دی۔ آپ نے ایک ایک صفحہ دیکھا اور فرمایا: یہ تو قرآن کے فضائل ہیں جسے محمد بن ضریس نے لکھا ہے۔ میں نے کتاب لی تو واقعی وہ کتاب فضائل قرآن پر تھی۔ جو بڑے خوش انداز میں تحریر تھی۔ مجھے فلسفے کی ساری چیزیں جو یاد تھیں بھول گئیں اور مسائل فلسفہ اور احکام روحانیات میرے سینے سے مٹ گئے ان میں سے ایک مسئلہ بھی آج تک میرے حافظے میں نہیں آیا۔

ایک روایت میں ہے حضرت غوث الاعظمؒ کی خدمت میں جیلان کے مشایخ کی

ایک جماعت حاضر ہوئی۔ انہوں نے آپ کے لوٹے کو غیر قبلہ رُخ پڑا پایا۔ آپ کا خادم مجلس میں بیٹھا تھا۔ آپ نے ایک نگاہِ خشمگیں ڈالی تو وہاں مردہ پڑا تھا اور ایک نگاہ لوٹے پر ڈالی تو وہ قبلہ رُخ ہو گیا۔

حضرت غوث الاعظمؓ کا جلال

آپ کے مدرسہ میں مختلف ممالک کے مشائخ حاضر ہوئے۔ حضرت غوث پاکؓ نے اپنے خادم کو حکم دیا کہ وُہ دستر خوان بچھا دے۔ جب دستر خوان بچھا دیا گیا اور کھانا شروع ہُوا تو آپ نے خادم کو حکم دیا کہ وُہ بھی ساتھ بیٹھ کر کھانا کھالے۔ مگر خادم نے بتایا کہ وُہ روزے سے ہے آپ نے اسے کہا، کھاؤ تمہیں روزے کا ثواب ملے گا مگر خادم بضد رہا کہ اس کا روزہ ہے وُہ نہیں کھائے گا۔ آپ نے پھر کہا: کھاؤ تمہیں ایک سال کے روزوں کا ثواب ملے گا۔ اس نے پھر کہا: میں تو روزہ دار ہوں۔ آپ نے پھر فرمایا: کھاؤ تمہیں سارے جہان کے روزوں کا ثواب ملے گا۔ اس نے پھر کہا: میں نے روزہ رکھا ہے۔ آپ نے ایک غضب ناک نگاہ سے دیکھا، وہ زمین پر گرا اور اس کا بدن سُوجنے لگا اور اس سے خون اور پیپ بہنے لگی مشائخ نے اس خادم کی سفارش کرنا چاہی مگر وہ بھی آپ کے غضب کے ڈر سے خاموش ہو گئے مشایخ کی اس خاموشی پر آپ کو ترس آگیا اور وُہ اپنی اصلی حالت میں آگیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اسے کوئی عارضہ ہی نہیں تھا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ کے زمانے میں ایک صاحبِ کرامات بزرگ تھے وہ کہا کرتے تھے: میں تو مقامِ یونس علیہ السلام سے بھی آگے پہنچ گیا ہوں۔ اس شخص کے اس دعوٰی کا تذکرہ جناب غوث الاعظمؓ کی مجلس میں کیا گیا تو آپ کا چہرۂ غصے سے تابناک ہو گیا۔ آپ تکیہ لگائے بیٹھے تھے مگر غصے کے عالم میں اس تکیے کو لے کر اپنے سامنے رکھ لیا ابھی یہ حالت ہوئی تھی کہ وہ دعوٰی کرنے والا مرا پڑا تھا۔ کسی نے اس کے مرنے کے بعد اسے خواب میں دیکھا اور اس سے پُوچھا: تمہارے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا سلوک کیا؟ اس نے

بتایا: مجھے اللہ تعالیٰ نے بخش لیا ہے اور حضرت یونس علیہ السلام کے متعلق میرے دعویٰ کو بھی معاف کیا گیا۔ یہ سارا کام حضرت غوث الاعظمؒ کے ترس کھانے اور سفارش کرنے سے ہُوا۔ اللہ بھی راضی ہو گیا اور حضرت یونسؑ نے بھی معاف کر دیا۔

واقعۂ زغن

بعض مشایخ نے بتایا ہے کہ ایک دفعہ آپ کی مجلسِ وعظ پر سے ایک چیل اڑتی ہُوئی گزری۔ اس وقت بڑی آندھی چل رہی تھی اور اس چیل نے گزرتے ہُوئے زور دار چیخ لگائی۔ آپ نے نگاہ اٹھا کر ہوا کو حکم دیا۔ اس چیل کا سر اڑا دو۔ دیکھتے دیکھتے سر جدا اور تن جدا پڑا تھا۔ حضرت کُرسی سے اُٹھ کر نیچے آئے اور اسے ہاتھ سے پکڑ کر اٹھا لیا اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہا۔ دیکھتے دیکھتے چیل پھڑ پھڑائی اور ہوا میں اُڑ گئی۔ یہ سارا واقعہ لوگ دیکھتے رہ گئے۔

واقعۂ مرغِ بریاں

ایک دفعہ ایک عورت حضرت محی الدین عبد القادر جیلانیؒ کی خدمت میں حاضر ہُوئی۔ اس کے ساتھ اس کا بیٹا تھا۔ وُہ کہنے لگی: یا حضرت! اس بچے کو آپ سے بڑا اُنس ہے۔ میں اپنے حقوق سے دست بردار ہو کر اسے آپ کی تربیت میں دیتی ہُوں۔ آپ نے اس بچے کو قبول کرتے ہُوئے اسے مجاہدہ و ریاضت اور طریقِ سلف پر تربیت دینا شروع کی۔ کچھ عرصہ کے بعد اس کی ماں اسے ملنے آئی اور اس نے دیکھا کہ جناب غوث پاکؒ ایک بُھنا ہوا مُرغ کھا رہے ہیں جبکہ اس کا بیٹا نہایت کمزور، نحیف و نزار ایک کونے میں بیٹھا جَو کی روٹی کھا رہا تھا۔ اس عورت نے مرغ کی ہڈیاں دیکھتے ہُوئے کہا: حضرت! آپ تو مُرغ کھاتے ہیں لیکن میرے بیٹے کو نانِ جویں پر گزر کرنا پڑ رہا ہے۔ آپ نے یہ بات سُنتے ہی مُرغ کی ہڈیوں پر ہاتھ پھیرا تو وہ زندہ ہو گیا اور بانگ دینے لگا۔ پھر آپ نے فرمایا: جب تمہارا بیٹا ایسا ہو جائے گا، وُہ جو چاہے کھاتا رہے۔

نابینا اور مفلوج صحت پا گئے

شیخ قدوہ ابو الحسن علی قرشیؒ نے روایت کی ہے کہ ۵۵۹ھ میں شیخ علی بن ہیتی رحمۃ اللہ علیہ اور مَیں حضرت

شیخ محی الدین جیلانی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیٹھے تھے، ایک تاجر ابو غالب فضل اللہ بن اسمٰعیل بغدادی آپ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا: حضرت! آپ کے نانا جناب رسالتمآب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ جب کوئی شخص دعوت پر بلائے تو اُسے ردّ نہیں کرنا چاہیے۔ چنانچہ میں بھی آپ کو اپنے غریب خانہ پر کھانے کی دعوت دیتا ہُوں۔ آپ نے فرمایا: اگر مجھے اجازت ملی تو مَیں آؤں گا۔ چنانچہ آپ مراقبے میں گئے اور دیر تک مراقبہ میں رہنے کے بعد کہنے لگے: میں ضرور آؤں گا۔ آپ اپنے گھوڑے پر سوار ہُوئے۔ شیخ علیؒ نے رکاب تھامی ہُوئی تھی۔ میں بھی بائیں رکاب کو پکڑے جا رہا تھا۔ ہم اس تاجر کے گھر پہنچے۔ اس کے گھر بغداد کے بڑے بڑے مشایخ بھی آئے ہُوئے تھے علماءِ کرام اور اعیانِ مملکت بھی موجود تھے۔ چنانچہ آپ کے سامنے دستر خوان بچھا دیا گیا جس پر رنگا رنگ کے کھانے چُنے ہُوئے تھے۔ ایک بہت بڑا برتن دستر خوان کے ایک کونہ میں سر بمُہر رکھ دیا گیا تھا۔ ابو الغالب (میزبان) نے کہا اجازت ہے۔ حضرت شیخ سر جھکائے بیٹھے رہے، نہ خود کھایا نہ اہلِ مجلس کو اجازت دی۔ تمام اہلِ مجلس خاموش بیٹھے رہے۔ یُوں معلوم ہوتا تھا کہ اُن کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔ آپ نے میری طرف اشارہ کیا اور علی ہیتیؒ کو بھی کہا کہ ہم دونوں جا کر وُہ بڑا سا برتن اُٹھا لائیں۔ اگرچہ وُہ برتن بڑا بھاری تھا لیکن ہم اٹھا لائے اور شیخ کے آگے رکھ کر اس کا ڈھکنا کھولا۔ اس برتن میں ابو الغالب (میزبان) کا بیٹا تھا جو مادر زاد اندھا، مفلوج اور مجذوم تھا۔ حضرت شیخؒ نے اسے کہا: اللہ کے حکم سے اُٹھو۔ وُہ لڑکا آنکھوں سے ایسے دیکھنے لگا جیسے وُہ بینا ہو۔ اور اس میں کوئی بیماری نظر نہیں آتی تھی۔ حاضرینِ مجلس میں ایک وجد آفریں شور برپا ہوا۔ آپ اسی شور میں باہر آ گئے اور کچھ نہ کھایا۔ میں شیخ ابو سعید قیلویؒ کے پاس آیا اور اسے یہ واقعہ سُنایا۔ سُن کر فرمایا: شیخ عبد القادرؒ اللہ کے حکم سے اندھوں کو بینا، کوڑھی کو تندرست اور مُردوں کو زندہ کر سکتے ہیں۔

مشایخ نے بیان کیا ہے کہ ایک دفعہ ہم شیخ عبد القادر جیلانیؒ

رافضی تائب ہو گئے کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ چند رافضی دو بہت بڑے ٹوکرے اٹھائے آپ کے پاس آئے۔ ان ٹوکروں کا منہ بند تھا اور ان پر مُہر ثبت تھی۔ وہ کہنے لگے: آپ ہمیں بتائیے کہ ان ٹوکروں میں کیا ہے؟ آپ اپنی کُرسی سے اُٹھے اور ایک ٹوکرے پر ہاتھ رکھا اور کہا: اس میں ایک لڑکا ہے۔ آپ نے اپنے لڑکے عبد الرزاقؒ کو حکم دیا کہ ٹوکرے کا منہ کھول دیا جائے۔ اس میں سے ایک بچہ نکلا جو مفلوج تھا۔ آپ نے اس بچے کا ہاتھ پکڑ کر کہا: اٹھو۔ وہ اٹھا اور باہر نکل آیا۔ دُوسرے ٹوکرے پر ہاتھ رکھتے ہوئے فرمایا: اس ٹوکرے میں ایک ایسا بچہ ہے جسے کوئی بیماری نہیں ہے۔ آپ کے حکم سے وہ ٹوکرا بھی کھولا گیا اُس میں سے ایک لڑکا برآمد ہوا جو باہر نکلتے ہی چلنے پھرنے لگا۔ آپ نے اُس کی پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر اسے بٹھا لیا اور وہ فالج زدہ ہو گیا۔ ان رافضیوں نے یہ واقعہ سنتے ہی توبہ کر لی مگر اس واقعہ کے تصور اور دہشت سے اسی روز تین آدمی مر گئے۔

ایک دن آپ تشریف فرما تھے کہ اچانک ایک

مردِ غیب بارگاہِ غوثیت میں مردِ غیب ہوا میں اُڑتا ہوا بغداد کی فضا سے گزرا۔ اس کے سر پر ایک سفید عمامہ تھا اور کندھوں پر دو جھنڈے نظر آرہے تھے۔ جونہی وہ شیخ کی خانقاہ کے نزدیک سے گزرا زمین پہ آرہا اور اس طرح گرا جیسا کہ شکاری عقاب اپنے شکار پہ گرتا ہے مگر اُٹھ نہ سکا۔ مدہوش سا ہو کر جناب غوث پاکؓ کے پاس بیٹھ گیا اور سلام کیا اور پھر ہوا میں تیرنے لگا۔ لوگوں نے جناب غوث پاکؓ سے سوال کیا کہ یہ کون ہے؟ آپ نے بتایا: یہ شخص مردانِ غیب سے ہے مگر بڑی بے نیازی سے بغداد سے گزر رہا تھا۔ ایسا ہی ایک اور واقعہ ہم پہلے قلم بند کر چکے ہیں۔

بغداد سے نہاوند کا سفر اور واپسی مشایخ نے شیخ ابوالحسن طنطنہ بغدادیؒ سے

روایت بیان کی ہے کہ میں شیخ سیدنا عبدالقادرؓ کے پاس ایک ضروری کام کے لیے قیام پذیر تھا۔ میں رات کو اکثر بیداری اختیار کرتا۔ اگر آپ کے لیے کوئی خدمت ہوتی تو بجالاتا۔ حضرت شیخ ایک رات تنہا گھر سے باہر نکلے میں نے آپ کو وضو کے لیے پانی کا کوزہ دیا۔ آپ اپنے مدرسہ کی طرف چلے گئے۔ مدرسے کا دروازہ خود بخود کھل گیا۔ میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ ہم چلتے گئے حتیٰ کہ بغداد کے بیرونی دروازے پر پہنچ گئے۔ وُہ دروازہ بھی کھلا اور ہمارے باہر آنے کے بعد خود بخود بند ہو گیا۔ ایک راہ پر روانہ ہوئے تو تھوڑے ہی فاصلہ پر ایک شہر نظر آیا جسے میں پہلے نہیں جانتا تھا آپ ایک ایسے مکان کی طرف پہنچے جو ایک سرائے کی طرح دکھائی دیتی تھی۔ وہاں چھ اشخاص بیٹھے تھے۔ اُنھوں نے سلام کیا۔ میں بھی ایک خفیہ جگہ کھڑا ہو گیا۔ مجھے ایک طرف سے رونے کی آواز آئی۔ میں تھوڑی دیر ٹھہرا حتیٰ کہ تھوڑی دیر کے بعد رونے کی آواز رُک گئی۔ ایک شخص نکلا اور اس طرف گیا۔ جہاں سے رونے کی آواز آرہی تھی وُہ ایک دُوسرے آدمی کو اپنی گردن پر بٹھا کر لارہا تھا۔ ایک دُوسرا شخص ننگے سر اور لمبے بال وہاں بیٹھا تھا۔ لوگ اسے حضرت غوث الاعظمؓ کے پاس لے آئے اور دُو شہادتیں دیں اور اس شخص کے لمبے بال اور مونچھیں کاٹ دیئے گئے اور اسے ایک عمدہ لباس پہنایا گیا اور اس کا نام محمد رکھا گیا۔ پھر آپ نے ان لوگوں کو کہا کہ اس شخص کو اس مُردہ آدمی کا نعم البدل قرار دیا گیا ہے ان سب نے کہا: ہم نے اسے قبول کیا۔ شیخ باہر نکلے اور انہیں وہیں چھوڑ دیا۔ میں بھی شیخ کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ ہم ابھی کوئی لمبا فاصلہ طے کرنے نہ پائے تھے کہ میں نے دیکھا کہ ہم بغداد کے دروازے پر کھڑے ہیں۔ دروازہ کھل گیا۔ ہم مدرسہ میں آئے اور مدرسے کا دروازہ بھی کھل گیا۔ پھر گھر میں آئے۔ صبح ہوئی تو میں شیخ کے پاس بیٹھا اور حسب عادت کچھ پڑھنے لگا لیکن میں اسے پڑھ نہ سکا کیونکہ میرے دماغ میں ابھی تک رات کے واقعہ کی ہیبت تھی۔ آپ نے فرمایا: بیٹا! یہ پڑھو تاکہ تمہیں کوئی فکر و غم نہ رہے۔

میں نے پوچھا کہ رات آپ کہاں تشریف لے گئے تھے؟ اور وہ لوگ کون تھے؟ آپ نے فرمایا کہ اس شہر کا نام نہاوند ہے۔ جن چھ اشخاص کو تم نے دیکھا تھا وہ ابدالِ وقت تھے۔ یہ آدمی جسے تم نے دیکھا تھا وہ ساتواں تھا اور وہ فوت ہوگیا اور جس شخص نے دوسرے کو کندھے پر اٹھایا ہوا تھا وہ حضرت ابو العباس خضر علیہ السلام تھے تاکہ ان کا متولی بن سکیں جس شخص کو میں نے گواہ بنایا تھا وہ قسطنطنیہ کا رہنے والا نصرانی تھا اور مجھے حکم ہوا تھا کہ (وہ اسلام قبول کرنے کے بعد تائب ہوگیا) اسے ابدالِ وقت مقرر کردیا جائے۔ اسے لایا گیا۔ اس نے اقرارِ قبولِ اسلام کیا۔ چنانچہ اب وہ وقت کے ابدالوں میں سے ہے۔

حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے مجھ سے عہد لیا کہ اس واقعہ کا تذکرہ آپ کی زندگی میں کسی سے نہ کروں۔

جنات سے لڑکی کی رہائی

شیخ عارف ابوالخیر بشیر بن محفوظ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ میں بغداد میں تھا، میری ایک لڑکی فاطمہ نامی چھت پر آئی اور وہاں سے غائب ہوگئی۔ مجھے بڑی پریشانی ہوئی۔ میں نے تلاش بسیار کے بعد حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں واقعہ پیش کیا۔ آپ نے مجھے حکم دیا کہ کرخ کے ویرانہ میں چلا جانا اور وہاں ایک ٹیلے پر بیٹھ کر اپنے گرد ایک گھیرا کھینچ لینا اور عبد القادر رضی اللہ عنہ کا تصور کر لینا اور پھر کہنا بسم اللہ۔ رات کی تاریکی میں تمہارے اردگرد جنات کے لشکر آئیں گے، ان کی مختلف شکلیں ہوں گی، انھیں دیکھ کر ڈرنا نہیں، سحری کے وقت جنات کا بادشاہ تمہارے پاس حاضر ہوگا اور تمہاری حاجت کے متعلق پوچھے گا، اُسے کہنا کہ مجھے شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ نے بغداد سے بھیجا ہے، تم میری لڑکی کو تلاش کرو۔

میں اس ویرانے میں پہنچ گیا، حضرت شیخ کے بتائے ہوئے تمام طریقوں پر عمل کیا۔ رات کی تاریکی میں ہیبت ناک جنات کے لشکر اس گھیرے سے باہر باہر گزرتے رہے۔ میرا خیال ہے کہ ان کی دہشت ناک صورتیں دیکھی نہ جاتی تھیں۔ سحری کے وقت جنات کا بادشاہ گھوڑے پر

سوار آیا اور اس کے اردگرد جنّوں کا ایک ہجوم تھا، وہ دائرہ کے باہر ہی میرے سامنے کھڑا ہوگیا اور مجھ سے پوچھا کہ مجھے کیا کام ہے۔ میں نے اسے بتایا کہ مجھے حضرت غوث پاکؓ نے تمہاری طرف بھیجا ہے۔ وہ نام سنتے ہی گھوڑے سے اُتر آیا اور زمین بوس ہوا۔ جنّوں کے تمام لشکر دائرے کے باہر بیٹھ گئے، میں نے اپنی لڑکی کے گم ہونے کا سارا قصہ سنایا، اس نے تمام جنّوں کو مخاطب کرکے کہا: کوئی جانتا ہے کہ اس لڑکی کو کون لے گیا۔ جنات ایک چینی جنّ کو پکڑ لائے، بادشاہ نے پوچھا: تم اس لڑکی کو کیوں لے گئے تھے؟ اس نے بتایا: جب وہ قطبِ وقت کے شہر میں رہتی تھی میں اسے دیکھتے ہی اس پر عاشق ہوگیا تھا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اس چینی جنّ کی گردن اڑادی جائے اور لڑکی کو میرے حوالے کردیا۔

میں نے کہا کہ میں نے شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا فرماں بردار آپ جیسا نہیں دیکھا۔ وہ کہنے لگا: خدا کی قسم، جب سید عبدالقادر جیلانیؒ ہماری طرف نگاہ کرتے ہیں تو زیرِ زمین تمام جنات کانپنے لگتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کسی قطبِ وقت کا تعین فرماتا ہے تو تمام جنّ و اِنس اس کے تابع فرمان کردیے جاتے ہیں۔

سیّدنا شیخ عبدالقادر گیلانیؒ کی خدمت میں اصفہان سے ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ میری بیوی کے سر میں سخت درد ہوتا ہے تمام معالج اس کے علاج سے اعترافِ عجز کرچکے ہیں اور ہم اس مصیبت میں گرفتار ہیں۔ آپ نے فرمایا: یہ کام تو ایک جنّ کا ہے جس کا نام خانس ہے اور وہ سراندیپ (سیلون) میں رہتا ہے۔ اب تم گھر جاکر اپنی بیوی کے کان میں کہو: خانس! تمہیں شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے بغداد سے کہا ہے کہ پھر یہاں نہ آنا ورنہ مارے جاؤ گے۔ وہ اصفہانی کہتا ہے کہ میں نے حضرت کے بتائے ہوئے عمل پر کام کیا۔ اس کے بعد آج تک میری بیوی کو سر درد نہیں ہوا۔

مخلوق کے دل میری مُٹھی میں ہیں

شیخ عمر بزاز رحمہ اللہ سے روایت ہے ایک دفعہ میں جمعہ کے دن جناب سیدنا عبدالقادرؒ کے

ساتھ جامع مسجد کی طرف آیا۔ میں نے دیکھا کوئی بھی آپ کو سلام نہیں کر رہا۔ میرے دل میں خیال آیا، حیرت ہے کہ ہر جمعہ ہم مسجد کو آتے ہیں تو سلام کہنے والوں کے انبوہ سے گزرنا محال ہوتا ہے مگر آج کوئی شخص نظر اٹھا کر نہیں دیکھتا۔ ابھی یہ بات پوری نہ ہوئی تھی کہ شیخ مجھے دیکھ کر مسکرائے چنانچہ لوگوں نے آپ سے مصافحہ کرنا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ میرے اور شیخ کے درمیان ایک مخلوق حائل ہوگئی۔ میں نے سوچا اس حالت سے تو وہ حالت بہتر تھی۔ آپ نے مجھے مخاطب فرمایا اور کہا، اے عمر! تم ہی تو ان لوگوں کو چاہتے تھے۔ تم جانتے نہیں کہ لوگوں کے دل تو میری مٹھی میں ہیں۔ اگر چاہوں تو اپنی طرف ملتفت کر لیتا ہوں اور اگر چاہوں تو انھیں دُور کر دیتا ہوں۔

بغداد میں آتش زنی

شیخ بقا ابن بطو رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک شخص ایک نوجوان کو حضرت سیدنا عبد القادر رضؓ کی خدمت میں لایا اور کہنے لگا: آپ اس نوجوان کے لیے دُعا فرمائیں۔ خدا کی قسم یہ میرا بیٹا ہے حقیقت میں یہ بات محض جھوٹ تھی حالانکہ یہ دونوں کردار کے لحاظ سے بڑے بدسیرت تھے حضرت شیخ غضب ناک ہو گئے اور فرمانے لگے اب نوبت یہاں تک پہنچی ہے کہ آپ لوگ میرے سامنے جھوٹ بولنے سے بھی نہیں شرماتے۔ معاشرہ کی یہ حالت دیکھ کر آپ بڑے دلگیر ہوئے اور غصے کے عالم میں گھر آ گئے۔ ان دو بدکردار آدمیوں کے گھروں میں آگ کے شعلے بھڑک اٹھے حتیٰ کہ یہ شعلے پھیلتے گئے اور شہر کے اکثر حصّوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ مجھے یوں معلوم ہو رہا تھا کہ بغداد پر خدا کے عذاب کی علامات ظاہر ہو رہی ہیں اور بادل کے ٹکڑوں کی صورت میں آگ برس رہی تھی چنانچہ میں سراسیمگی کی حالت میں حضرت شیخ کے گھر آیا، دیکھا کہ آپ ابھی تک غضبناک ہیں۔ میں آپ کے پاس بیٹھ گیا اور دل چاہتا تھا کہ آپ سے استدعا کروں۔ حضرت! اب مخلوقِ خدا پر رحم فرمائیے، بہت کچھ ہوگیا۔ میری التجا پر آپ کا غصہ ٹھنڈا ہوگیا تو آگ سرد ہوگئی۔

شیخ ابوبکر کی حالتِ سلب

اس واقعہ کو ذیل مشایخِ وقت نے بیان کیا ہے

شیخ ابوسعود حریمی، شیخ علی ابن ادریس لیعقوبی، شیخ شہاب الدین ابو حفص عمر بن محمد سہروردی۔ ان بزرگوں کے بیان کے مطابق شیخ عباد اور شیخ ابوبکر بن حمامی صاحبِ کشف قلوب تھے۔ حضرت شیخ عبدالقادرؒ شیخ ابوبکر کو کہا کرتے تھے: ابا بکر! شریعتِ مطہرہ کو آپ سے شکایت ہے۔ اس کے باوجود بھی شیخ ابوبکرؒ بعض منہیات سے باز نہیں آتے تھے۔

ایک دفعہ حضرت شیخ جامع مسجد رصافہ میں آئے تو وہاں شیخ ابوبکر کو دیکھا تو آپ نے ان کے سینے پر ایک ہاتھ مارا اور کہا: ابوبکر کے احوال کو سلب کر لیا جائے۔ چنانچہ اس دن کے بعد ابوبکر تمام احوال و معاملات سلوک سے محروم ہو گئے اور وہ عراق کی طرف چلے گئے۔ جونہی وُہ بغداد آنے کا ارادہ کرتے تو منہ کے بل گر پڑتے۔ اگر کوئی دوسرا شخص اُنھیں اٹھا کر بغداد کا رُخ کرتا تو وہ بھی مُنہ کے بل گر پڑتا۔ کچھ عرصہ کے بعد شیخ ابوبکرؒ کی والدہ حضرت سیّدنا عبدالقادر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئی اور روتے ہُوئے اپنے بیٹے کی ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا اور بتایا کہ میں جب بھی اس کے پاس جانے کا ارادہ کرتی ہُوں، گر پڑتی ہُوں۔ آپ نے چند لمحے مراقبہ کے بعد فرمایا: جاؤ، ہم اسے بغداد آنے کی اجازت دیتے ہیں۔ وہ تمھارے گھر کے کنویں سے تمہارے ساتھ بات کرے گا۔ چنانچہ مشایخ نے دیکھا۔ ہفتہ میں ایک بار شیخ ابوبکر بغداد میں زیرِ زمین آتے اور اپنی والدہ سے کنویں سے باتیں کرتے۔ شیخ عدی بن مسافر کو حضرت شیخؒ کے پاس بطور سفارش بھیجا تو آپ نے معافی کا وعدہ فرما لیا۔

میاں مظفر جمالؒ اور شیخ ابوبکر باہمی دوست تھے ایک دفعہ انھیں بارگاہِ ربّ العزّت میں گفت گو کرنے کا موقعہ ملا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے میرے بندے! تمہاری کوئی خواہش ہو تو بتاؤ۔ میاں مظفر جمالؒ نے عرض کی: میرے بھائی شیخ ابوبکر کے سلبِ حال کو درست فرمایا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سلبِ حال تو میرے ولی خاص جناب شیخ عبدالقادرؒ کے کہنے پر ہوا ہے تم ان کے پاس چلے جاؤ اور انھیں میری طرف سے کہو کہ اب شیخ ابوبکر کو معاف کر دیا جائے اور اپنے جُودِ عام سے اسے نوازا جائے۔ میں نے شیخ ابوبکر کو معاف کر دیا ہے۔ آپ بھی

اس سے راضی ہو جائیں۔ اسی اثناء میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور فرمایا؛ مظفر! میرے نائب کو جا کر کہہ دو کہ عبد القادر! ابوبکر کے حال کو لوٹا دو کیونکہ یہ تمہارا ذاتی غصّہ نہیں تھا بلکہ میری شریعت میں کوتاہی کی وجہ سے تھا۔ اب میں نے اسے معاف کر دیا ہے۔

اس واقعہ کے بعد حضرت مظفر جمال بڑے مسرور ہو کر شیخ ابوبکر کے پاس گئے کہ انہیں خوشخبری سُنائیں۔ آپ کے جانے سے پہلے اس سارے واقعے کو اُن کے دل پر کشف کر دیا گیا چنانچہ بغداد و عراق کے درمیان ان دونوں بزرگوں کی ملاقات ہوئی۔ دونوں مل کر بغداد میں حضرت سیّدنا عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا؛ مظفر! تم نے حقِ دوستی خوب ادا کیا۔ پھر یہ سارا واقعہ آپ نے اپنی زبان سے سُنا دیا مگر ایک چیز جو اس واقعہ سے بھول گئے تھے، یاد دلائی۔ حضرت شیخ نے ابوبکر کو توبہ کرنے کے لیے کہا اور ان چیزوں سے خاص طور پر باز رہنے کی تلقین کی جن کی وجہ سے سلبِ احوال تک نوبت پہنچی تھی، اور اپنے سینہ سے لگا لیا۔ شیخ ابوبکر کے سینہ میں وہ تمام احوال واپس آ گئے جو سلب ہو چکے تھے۔

شیخ مظفر فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ ابوبکر سے پوچھا؛ تم ان حالات میں اپنی والدہ کے پاس زیرِ زمین کیسے آیا کرتے تھے؟ انہوں نے بتایا کہ جب میں اپنی والدہ کی زیارت کا ارادہ کیا کرتا تھا تو کوئی چیز مجھے زیرِ زمین کھینچ لاتی تھی اور اپنے گھر پہنچ جاتا۔ ایسے ہی زیرِ زمین مجھے واپس کر دیا جاتا رہا۔

عباد کا دعویٰ

ایک بزرگ عباد نامی نے کہا کہ میں جناب غوث الاعظمؓ کی وفات کے بعد زندہ رہوں گا اور آپ کی ولایت کا وارث بنوں گا۔ آپ نے سُن کر عباد کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: اے عباد! یاد رکھو تمہیں تمہارے دامن میں پھینک دیتا ہوں۔ میں اپنے فکر کے گھوڑوں کو تمہاری صفات کے میدان میں دوڑاتا ہوں۔ یہ کہہ کر اپنا ہاتھ عباد کے ہاتھ سے ہٹا لیا اور عباد کی ولایت چھین لی اور ان کے سارے معاملات سلب ہو گئے وُہ ایک عرصہ تک اسی حالت میں رہے۔ اسی زمانے میں شیخ جمیل بدوی آپ کی ایک خلوت

خاص میں وارد ہوئے۔ آپ کی نگاہِ قہر نے ان کے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے اور ان کے بدن سے ایک تابناک روشنی ظاہر ہوئی۔ وہ سنتا ہے، دیکھتا ہے اور سمجھتا بھی ہے۔ پھر اس کا جسم عالمِ ملکوت کی طرف اٹھا لیا گیا جہاں مشایخ کی ایک اور جماعت قیام پذیر تھی وہاں پہنچا دیا گیا۔ ان مشایخ میں سے صرف ایک شخص ہی انہیں پہچانتا تھا۔ پھر ان کے سامنے ایک نرم ہوا کا جھونکا اٹھا جس سے سب کے سب مدہوش ہو گئے۔ مشایخ نے کہا کہ یہ خوشبو شیخ عبدالقادرؓ کے مقام سے آتی محسوس ہوتی ہے۔ ان کے اوصاف کوئی محجوب بیان نہیں کر سکتا اور ان کے علوم کی صفت کسی غائب سے نہیں ہو سکتی۔ کسی شخص نے اسی مجلس میں کہا: اے میرے پروردگار! میں تیری بارگاہ میں اپنے بھائی عباد کے لیے سائل بن کر آیا ہوں اس کے کان میں یہ خبر ڈال دی گئی کہ عباد کی ولایت کوئی بھی واپس نہیں دے سکتا سوائے اس شخصیت کے جس نے اسے چھینا ہے۔

شیخ جمیل جب حالت بشریت میں آئے اور حضرت غوث الاعظمؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے پوچھا: جمیل! تم نے عباد کے بارے میں سوال کیا تھا؟ عرض کی: حضور! میں نے سوال کیا تھا۔ آپ نے فرمایا: اسے میرے سامنے لاؤ۔ جب عباد کو آپ کے سامنے لایا گیا تو آپ نے فرمایا: عباد! حاجیوں کے ساتھ برہنہ پا جاؤ۔ آپ کا فرمانا ہی تھا کہ بغداد سے عراق کا ایک شتر سوار کارواں روانہ ہوا، عباد اُن کے ساتھ ہو لیے، اور میدان فید میں پہنچ کر ایک درخت دیکھ کر وجد میں آ گئے اور ایک چیخ مار کر سماع کرنے لگے۔ حتیٰ کہ اپنے آپ سے بے نیاز ہو گئے۔ آپ کے بدن کے مسام کُھل گئے جس سے خُون جاری ہو گیا یہاں تک کہ اُن کے دونوں قدموں تک خون بہنے لگا۔ کچھ دیر بعد افاقہ ہوا تو ان کی حالت بہتر ہونے لگی اور وُہ اپنی اصل حالت پہ آ گئے۔

اسی اثناء میں جناب غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے جمیل بدوی کو بتایا کہ اس وقت فید کے مقام پر اللہ تعالیٰ نے عباد کو اس کا مرتبہ لوٹا دیا ہے۔ میں نے اللہ سے قسم کھائی تھی کہ

اس وقت تک عباد کو ولایت نہ لوٹائی جائے جب تک وہ جُدائی کے دریا میں غوطہ زن نہ ہو جائے آج اس نے اس خون میں غوطہ لگایا تو اس کی حالت درست ہُوئی۔

بعض مشایخ نے روایت کی ہے کہ جب اس سفر کے دوران عباد فید کے مقام پر پہنچے تو عربوں نے قافلے پر حملہ کر دیا۔ عباد کی یہ عادت تھی کہ جب کسی کام کا ارادہ کرتے تو چیخ مارتے۔ چنانچہ آپ نے عربوں سے لڑنے کے لیے چیخ ماری مگر اس چیخ سے وہ فوت ہو گئے۔ حاجیوں کو ان کی موت کا علم ہُوا تو انہوں نے عباد کو فید کے مقام پر ہی دفنا دیا۔

حضرت غوث الاعظمؓ نے اسی دن جمیل بدوی کو عباد کی موت کی خبر دے دی تھی۔

جناب غوث پاکؓ فرمایا کرتے تھے کہ ابوبکر اور عباد دونوں نے میرے حال پر اعتراض کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی گردنیں ماردیں۔

ایک شیخ کبیر ابوالحسن علی بن ہیتی رحمۃ اللہ علیہ جناب غوث پاکؓ کے گھر کی طرف تشریف لائے۔ آپ کے دروازے کے سامنے آپ نے ایک نوجوان کو اُلٹا لٹکا دیکھا۔ نوجوان سے علی ہیتیؒ نے گزارش کی، کہ وہ جناب غوث پاکؓ کے پاس اس کی سفارش کریں۔ علی ہیتیؒ نے جناب غوث پاکؓ کی خدمت میں اس کی سفارش کی تو آپؓ نے فرمایا: میں تمہاری سفارش پر اس نوجوان کو معاف کرتا ہُوں۔ شیخ علی ہیتیؒ نے جب اس نوجوان کو معافی کا بتایا تو وُہ دہلیز سے اُٹھ کر باہر نکل گیا اور ہوا میں اُڑنے لگا۔ لوگوں نے شیخ علی سے پُوچھا کہ وُہ کون تھا؟ آپ نے بتایا: وُہ صاحبِ ولایت نوجوان تھا اور بغداد سے اڑتے ہُوئے گزر رہا تھا، اس کے دل میں آیا کہ اس شہر میں کوئی بھی صاحبِ نظر آدمی نہیں۔ جناب غوث اعظمؓ نے اس کے ارادے کو بھانپ کر گرا لیا اور سلبِ ولایت کر کے الٹا لٹکا دیا۔ اگر حضرت ہیتیؒ سفارش نہ کرتے تو زندگی بھر اس کی یہی حالت رہتی۔

شیخ حماد دباسؒ کا ہاتھ اور عالمِ برزخ

بہت سے مشایخ اس واقعہ کے راوی ہیں کہ ایک دفعہ سیّدنا عبدالقادر جیلانیؓ

جمعرات کے روز فقہاء اور فقراء کی جماعت کے ساتھ شیخ حماد دباسؒ کی قبر پہ گئے۔ سخت گرمی کے باوجود آپ بڑی دیر تک قبر پر رہے۔ تمام احباب بھی کھڑے رہے۔ جب واپس آئے تو آپ کے چہرے پر مسرت و اطمینان ظاہر ہوتے تھے۔ لوگوں نے آپ کے اس واقعہ کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: مجھے اپنی جوانی کا وہ زمانہ یاد آتا ہے جب مَیں جمعہ کے دن بغداد سے باہر چلا جاتا شیخ حماد دباسؒ کے مرید اور احباب بھی میرے ساتھ ہوتے تاکہ نمازِ جمعہ مسجد رصافہ میں ادا کریں۔ حضرت شیخ حماد بھی ہمارے ساتھ ہی ہوتے تھے۔ ایک دفعہ ہم نہر کے کنارے کنارے جا رہے تھے کہ حضرت شیخ حمادؒ نے مجھے نہر میں پھینک دیا۔ ان دنوں سخت سردی پڑ رہی تھی۔ مَیں نے کہا: چلو نمازِ جمعہ کا غسل ہو گیا۔ میں نے صوف کے بھاری بھر کم کپڑے پہن رکھے تھے پانی سے بھیگنے کی وجہ سے وہ بڑے بوجھل ہو گئے۔ مجھے شیخ حماد اور اُن کے احباب تنہا چھوڑ گئے۔ میں بڑی مشکل سے باہر آیا اور ان کے پیچھے چلنے لگا اس واقعہ سے مجھے سخت تکلیف ہوئی۔ سردی نے مجھے بہت تنگ کیا۔ ساتھ ہی تمام دوست میرا مذاق اڑانے لگے۔ حضرت شیخ حمادؒ نے فرمایا: میں آپ کو تنگ کرنا نہیں چاہتا تھا، میں نے تو محض امتحاناً ایسا کیا تھا۔

آج میں نے حضرت حمادؒ کو قبر میں دیکھا، آپ ایک قیمتی چادر زیبِ تن کیے ہوئے ہیں۔ سر پر ایک تاج درخشاں ہے، ہاتھوں میں چاندی کے دستانے پہنے ہوئے ہیں اور اسی طرح پاؤں میں چاندی کے جوتے پہنے ہوئے ہیں۔ بایں شان و شوکت آپ ایک ہاتھ سے عاری ہیں۔ مَیں نے دریافت کیا: اسے کیا ہوا؟ تو آپ نے فرمایا: یہ وہ ہاتھ ہے جس سے میں نے آپ کو نہر میں دھکیلا تھا، کیا آپ میری یہ گستاخی معاف نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ سے میرے لیے سفارش نہیں کرتے۔ میں کھڑا رہا۔ معاف کرنے کے بعد خدا کے حضور التجا کی کہ وہ حضرت حماد دباسؒ کے ہاتھ کو ٹھیک فرما دے۔ میں نے نگاہ ڈال کر دیکھا کہ پانچ ہزار اولیاء اللہ اپنی اپنی قبروں میں حضرت حماد کی سفارش کے لیے بارگاہِ ربّ العزّت

میں کھڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ کو صحت دی۔ حضرت شیخ حمادؒ نے اس ہاتھ سے میرے ساتھ مصافحہ کیا اور خوش خوش نظر آتے تھے۔

یہ واقعہ بغداد کے مشایخ میں مشہور ہُوا تو بغداد کے صوفیہ اور مشایخ جو حضرت حمادؒ کے مرید تھے، جمع ہُوئے تاکہ حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ نے اس واقعہ کی تصدیق کر سکیں۔ ان کے ساتھ ہی بغداد کے فقراء کا ایک مجمع حضرت غوث الاعظمؒ کے مدرسہ کی طرف آیا۔ اب کسی میں یہ جُرأت نہ تھی کہ آپ سے سوال کرتا۔ انہوں نے یہ طے کیا کہ ان مشایخ میں سے دو آدمی مقرر کیے جائیں تاکہ وُہ اس واقعہ کی تصدیق کریں چنانچہ سب نے حضرت ابی یعقوب یوسف بن ایوب الہمدانیؒ اور شیخ ابی محمد عبدالرحمٰن بن شعیب الکردیؒ کو مقرر کیا۔ یہ دونوں بزرگ صاحبِ کشف و کرامت تھے۔ ان مشایخ نے ان کو آمادہ کیا کہ وُہ جمعہ تک بغداد میں رہیں اور صحیح صورت حال سے واقف ہو کر ہمیں آگاہ کریں۔ دونوں مراقبہ میں بیٹھ گئے، اچانک شیخ یوسف برہنہ پا حضرت شیخ عبدالقادرؒ کے مدرسہ کے دروازہ تک دوڑتے آئے اور زور سے کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حماد دباسؒ کو ابھی ابھی مجھ پر ظاہر کیا ہے اور وہ حکم دیتے ہیں کہ میں شیخ کے مدرسہ میں آ کر اعلان کروں کہ جو کچھ اُنھوں نے سُنا ہے وُہ بالکل صحیح ہے۔ یہ بات ابھی ختم ہوئی ہی تھی کہ شیخ عبدالرحمٰن بھی دوڑے دوڑے آئے اور وہی بات کہی جو حضرت شیخ یوسفؒ بیان کر چکے تھے۔ یہ سُنتے ہی سارے مشایخ معذرت کرنے کے لیے دوڑے۔

شیخ ابوعبداللہ محمد بن خضر بن حسین موصلیؒ نے بیان کیا ہے کہ میرے والد اکثر حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر گیلانیؒ کی خدمت میں رہتے تھے۔ وہ تیرہ سال تک حضرت شیخؒ کی کرامات کا بغور مطالعہ کرتے رہے۔ ان کرامات سے ایک بات یہ بھی دیکھنے میں آئی کہ جو مریض تمام اطباء سے لاعلاج ہو جاتا اسے حضرتؒ کی خدمت میں لایا جاتا۔ آپ دُعا فرماتے اور اپنا دستِ مبارک اس کے بدن پر پھیر دیتے تو وُہ شفایاب ہو جاتا۔ ایک دفعہ

خلیفہ المستنجد کے عزیزوں میں سے ایک شخص آیا جسے استسقاء کی بیماری تھی۔ اس بیماری سے اس کا پیٹ پھول گیا تھا۔ حضرت شیخؓ نے اُس کے پیٹ پر اپنا ہاتھ پھیرا تو وُہ یُوں معلوم ہوتا کہ بالکل تندرست ہے۔

بخار کا علاج

جناب ابوالمعالی احمد بن ظفر بن یونس بغدادی حسینیؒ کہتے ہیں کہ میرے پندرہ ماہ کے بیٹے کو شدید بخار تھا کسی علاج سے بخار ٹھیک نہ ہوتا تھا۔ میں بڑا غمزدہ اور پریشان تھا۔ حضرت شیخ نے مجھے پاس بلا کر فرمایا: جاؤ اور بچّے کے کان میں کہو: اے ام ملدم! تمہیں شیخ عبدالقادرؒ حکم دیتے ہیں کہ اس بچّے کو چھوڑ کر چلی جاؤ اور حلہ کی طرف بھاگ جاؤ۔ کہتے ہیں اس بچّے کا بخار اُتر گیا مگر حلہ کے موضع پر سخت بخار آنے لگا۔ جناب غوث پاکؒ کی دُعا سے شیخ عارف ابی عبداللہ محمد بن ابی الفتح کو ۴۰ سال تک بخار نہیں آیا۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ میں چھوٹا ہی تھا کہ مجھے بخار یا زکام کی وجہ سے بلغم نے زور کیا۔ میں جناب شیخ عبدالقادرؒ کے پاس بیٹھا ہوا تھا احتراماً میں نے تھوکنا یا کھانسنا مناسب نہ سمجھا۔ حضرت نے فرمایا، اے محمدؐ! گھبراؤ نہیں اس کے بعد نہ بلغم ہوگی اور نہ کھانسی۔ اس دن سے لے کر آج تک مجھے یہ دونوں چیزیں کبھی نہیں ہُوئیں حالانکہ اس واقعہ کو ۴۰ سال گزر گئے ہیں۔

آپ کی خدمت میں ایک آدمی رہتا تھا جسے محمد الطول (یعنی لمبا) کہہ کر پکارتے تھے ایک دن اُس نے عرض کی: یا شیخ! مجھے لمبا کہہ کر پکارا جاتا ہے حالانکہ میں تو پستہ قد ہُوں۔ آپ نے فرمایا: تم لمبی عمر پاؤ گے اور لمبے سفر کیا کرو گے۔ چنانچہ یہ شخص ۱۳۷ سال زندہ رہا اور اُس نے سیر و سیاحت میں عجائباتِ عالم کو دیکھا۔ وہ کوہ قاف پر گیا اور کوہ قاف پر جانے والا سب سے پہلا شخص تھا۔

ایک بار دریائے دجلہ میں طغیانی آئی تو بغداد شہر کو بھی خطرہ لاحق ہوگیا، لوگ حضرت شیخ عبدالقادرؒ کے پاس آئے اور امداد کے طالب ہُوئے۔ آپ نے اپنا عصا پکڑا

دریا کے کنارے آئے اور پانی کے کنارے پر زور سے ایک ضرب لگائی اور فرمایا یہاں تک ہی۔ کہتے ہیں پانی وہاں ہی رُک گیا اور آگے نہ آسکا۔

خشک کھجوریں سرسبز ہوگئیں

کہتے ہیں بغداد میں دو کھجوروں کے درخت تھے، جو ایک عرصہ سے خشک ہو گئے تھے اور انہیں چار سال سے میوہ نہیں لگا تھا۔ آپ نے ایک درخت کے پاس وضو فرمایا اور دُوسرے درخت کے پاس نماز ادا کی۔ دونوں ہی سرسبز و شاداب ہو گئے۔ ان پر پھل آنے لگا۔ اس قسم کی حکایات اور کرامات سے کتابیں بھری پڑی ہیں۔ اگر ان سب واقعات اور کرامات کو نقل کر دیا جائے تو زبانیں بیان کرنے اور قلمیں لکھنے سے عاجز آجائیں۔ اللہ ہوا لباری

سرکارِ غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا اخلاق عالیہ

شیخ معمر ابو المظفر منصور بن مبارک بن فضل واسطی واعظ بجرادہؒ نے بیان کیا ہے۔ میری نظروں میں آج تک جناب غوث پاک جیسا با اخلاق اور وسیع الظرف انسان نہیں آیا۔ آپ بڑے کریم النفس اور مشفق دل تھے۔ آپ اپنی بزرگی اور بلند رتبہ ہونے کے باوجود چھوٹوں کے ساتھ لُطف و کرم فرمایا کرتے اور بڑوں کا احترام کرتے۔ آپ ہمیشہ سلام کہنے میں پہل کرتے۔ غرباء و مساکین کی تواضع کرتے۔ فقراء کو اپنے دروازے پر کھڑے ہونے سے پہلے کچھ نہ کچھ عطا فرماتے۔ آپ کبھی کسی امیر یا تونگر کے دروازے پر نہ جاتے۔ کسی بادشاہ یا وزیر کی بارگاہ میں قدم نہ رکھتے۔ ایک روز میں آپ کی خدمت میں کھڑا تھا۔ آپ بیٹھے کچھ لکھ رہے تھے کہ چھت سے مٹی گری۔ آپ نے اس مٹی کو تین بار جھاڑا لیکن چوتھی بار جب پھر مٹی گری تو آپ نے سر اٹھایا اور چھت پر ایک نگاہ ڈالی۔ آپ نے دیکھا کہ ایک چُوہیا یہ شرارت کر رہی ہے۔ آپ کی نگاہ پڑتے ہی وُہ دو ٹکڑے ہو کر زمین پر آگری۔ آپ نے لکھنا چھوڑ دیا اور رونے لگے۔ میں نے عرض کی: یا حضرت! یہاں رونے کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا: مجھے خیال آتا ہے کہ اگر

کسی مسلمان کی طرف سے مجھے ذرّہ بھر نقصان پہنچا تو کہیں اس کی حالت بھی اس چُوہیا کی طرح نہ ہو جائے۔

شیخ ابو القاسم عمر بن مسعود بزازؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن سرکارِ غوث محی الدین جیلانیؓ اپنے مدرسہ میں وضو فرما رہے تھے کہ ایک چڑیا نے آپ پر بیٹ کردی۔ آپ نے ایک نگاہ بھر کر دیکھا تو وہ دو ٹکڑے ہو کر زمین پر آ گری۔ وضو سے فارغ ہو کر آپ نے اس کپڑے کو دھو ڈالا جہاں بیٹ پڑی تھی لیکن ساتھ ہی وہ کپڑا اتار کر مجھے دیا کہ میں اسے فروخت کر دوں، اور جو کچھ ملے اُسے غرباء میں تقسیم کر دُوں۔

یہ روایت دو مشایخ بیان کرتے ہیں ایک کا اسمِ گرامی ابو عمر و عثمان الصریفنی اور دوسرے ابو محمد عبد الحق حریمی رحمۃ اللہ علیہما ہے۔ ایک دن ہمارے پیرو مرشد جناب سیدنا عبد القادر جیلانیؓ رو رہے تھے اور فرما رہے تھے: اے پروردگار! میں اپنے رُوح کو تیرے لیے کس طرح ہدیہ کر دُوں کیونکہ یہ بات تحقیق شدہ ہے کہ تمام ملک اور اس کی تمام چیزیں تو تیرے لیے ہیں۔ یہ کہہ کر یہ شعر پڑھتے ؎

وما ینفع الاعراب ان لم یکن تقی

وما ضرّ ذا تقوی لسان یعجم

حافظ ابو عبد اللہ بن بخاریؒ نے لکھا ہے کہ مجھے ابو عبد اللہ جبائی نے ایک خط لکھا، جس سے میں نے یہ بات نقل کر لی تھی کہ حضرت شیخ محی الدین عبد القادرؒ جیلانی فرمایا کرتے ہیں کہ میری دِلی آرزو ہے کہ میں ابتدائی زندگی کے زمانے کی طرح جنگلات و بیابان میں نکل جاؤں تاکہ نہ مجھے مخلوقِ خدا دیکھے اور نہ میں کسی کو دیکھ سکوں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے مخلوقِ خدا کو نفع پہنچانے کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ میرے ہاتھ پر پانچسو یہودی اور عیسائی اسلام لائے اور ایک لاکھ فاسق و فاجر جن میں قزاق، چور اور ڈاکو تھے میرے سامنے تائب ہوئے اور عوام کی اصلاح کے لیے یہ ایک بہت بڑا کام ہے۔

حضرت شیخ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ میرے والد مکرم سیدنا عبدالقادرؓ نے اس وقت تک حج نہیں کیا جس وقت تک آپ کے احکامِ ولایت جاری نہیں ہو گئے۔ ایک حج کے موقع پر میں آپ کے اُونٹ کی مہار پکڑے جا رہا تھا کہ ایسے مقام پر جس کا نام حلہ تھا، ہم نے قیام کیا۔ یہ بستی بغداد کے حدود میں ہی ہے۔ میرے والد مکرم نے حکم کیا کہ جاؤ اور اس بستی میں یہ معلوم کرو کہ سب سے غریب اور مسکین کون شخص ہے؟ چنانچہ میں نے ایک ایسا گھر دیکھا جس کے در و دیوار گر چکے تھے اور ایک بُوڑھا اپنی بوڑھی بیوی کے ساتھ ایک کٹے پھٹے خیمہ میں گزر اوقات کر رہا تھا۔ چنانچہ میں اور والد صاحب نے ان دونوں کے پاس رات بسر کرنے کی اجازت لی۔ جب اجازت مل گئی تو آپ اپنے تمام مریدوں اور ساتھیوں سمیت اس خراب آباد گھر میں قیام پذیر ہُوئے۔ قصبے کے تمام امراء اور مشایخ سُن کر دوڑے ہُوئے آئے اور کہنے لگے: آپ ہمارے پاس قیام فرمائیں۔ لیکن حضرت نے ان کی اس گزارش کو قبول نہ کیا۔ چنانچہ شہر کے لوگ تمام اُونٹ اور بکریاں اور دوسرے تحائف اسی غریب کے گھر لے آئے، وہاں مال و متاع کے ڈھیر لگ گئے۔ دُور دراز سے لوگ حضرت شیخ کی زیارت کو آتے اور ساتھ بہت کچھ لاتے۔ چنانچہ آپ نے اپنے تمام ساتھیوں کو کہا کہ مَیں ان سارے تحائف سے دست بردار ہوتا ہُوں اور میرے ساتھی بھی یہ ساری چیزیں اس محتاج اور غریب میزبان کو بخش دیں گے۔ چنانچہ اس فیصلے کے بعد آپ سب کچھ چھوڑ کر سَحری کے وقت کُوچ کر گئے۔ شیخ عبدالرزاق فرماتے ہیں کہ ایک سال بعد مَیں اسی قصبے سے گزرا تو میں نے دیکھا اس مال و دولت میں اتنی برکت ہُوئی کہ وُہ گھر مال و مویشیوں سے بھرا پڑا ہے۔

آپ کا یہ طریقہ تھا کہ اپنے مصلّے کے نیچے جو کچھ خزانۂ غیب سے آتا تھا اُسے ہاتھ نہ لگاتے بلکہ اپنے خادم کو فرما دیتے کہ وُہ اپنی ضرورت کے مطابق مصلّے کے کونے سے نکال لے اور نانبائی، سبزی فروش اور دیگر دُکان داروں کا حساب بیباق کر دے۔

خلیفۂ وقت خلعتِ فاخرہ بھیجتا تو آپ فرماتے: ابوالفتح چکی والے کو دے دو۔ آپ کا یہ معمول تھا کہ مہمانوں، درویشوں اور مسافروں کے کھانے کے لیے ابوالفتح کی چکی سے آٹا منگوا لیتے۔ جونہی خلیفۂ وقت لباس فاخرہ یا کوئی تحفہ بھیجتا اس چکّی والے کو دے کر حساب بے باق کر دیا کرتے تھے۔

آپ کے خادمِ خاص شیخ عبداللطیف بن شیخ ابی نجاتؒ کہا کرتے تھے کہ ایک دفعہ بعض لوگوں کا قرضہ آپ کے ذمّہ تھا ایک شخص آیا جسے میں پہلے سے نہیں جانتا تھا وُہ بغیر اجازت لیے آپ کے پاس بیٹھ گیا اور گفتگو کا ایک طویل سلسلہ شروع کر دیا اور کچھ سونا نکالا اور کہنے لگا: یہ آپ کا ہے۔ یہ کہہ کر غائب ہو گیا۔ حضرت شیخ نے مجھے فرمایا: یہ مال لے جاؤ اور تمام قرضخواہوں میں تقسیم کر دو۔ آپ نے بتایا کہ یہ شخص صرافِ قدر تھا۔ میں نے عرض کی: یا سیّدی! یہ صرافِ قدر کون لوگ ہوتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ اللہ کے وُہ فرشتے ہیں جو اُن اولیاء اللہ کی مدد کرتے ہیں جن پر قرضہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ان کی وساطت سے قرضہ بے باق کر دیتا ہے۔

آپ کے احباب میں سے ایک کسان حضرت شیخ کے لیے بڑے اہتمام و خلوص سے گندم بویا کرتا۔ ایک اور دوست جو نانبائی کا کام کرتا تھا آپ کے لیے بڑی پاکیزگی سے چار پانچ روٹیاں پکایا کرتا اور نہار کے وقت لے کر آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتا آپ یہ روٹیاں لے کر اہلِ مجلس میں تقسیم فرما دیا کرتے۔ جو کچھ بچ جاتا اپنے لیے رکھ لیتے۔ اسی طرح کوئی بھی چیز آپ کے پاس آتی تو آپ حاضرینِ مجلس میں تقسیم فرما دیا کرتے۔ کسی کے تحفہ کو ردّ نہ فرماتے، نذرانہ قبول فرماتے اور اس نذرانے سے خود بھی کھاتے۔ شریف ابوعبداللہ محمد بن خضر حسینی موصلیؒ نے بتایا کہ مجھے میرے والدِ مکرم نے بتایا تھا کہ ایک دن مَیں نمازِ جمعہ کے وقت حضرت سیّدنا عبدالقادرؓ کے ساتھ جامع مسجد میں موجود تھا کہ ایک تاجر حاضر ہوا اور کہنے لگا: میرے پاس زکوٰۃ کے علاوہ کچھ مال ہے جسے میں مستحق حضرات میں تقسیم کرنے کا

خواہاں ہُوں مگر مجھے کوئی بھی مستحق نہیں ملتا۔ آپ نے فرمایا، اسے دے دو۔ جو اس مال کا مستحق ہو اور جو مستحق نہیں ہے اسے بھی دے دو تاکہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان انعامات سے نوازے جن کے تم مستحق ہو یا تم مستحق نہیں ہو۔

ایک دفعہ حضرت سیدنا عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شکستہ دل فقیر کو دیکھ کر فرمایا: تمہارا کیا حال ہے؟ وُہ کہنے لگا: یا حضرت! آج میں دجلہ کے اُس پار تھا، ملاح کو کہا کہ مجھے اس کنارے لے چلو، لیکن اس نے انکار کر دیا۔ میرا دل اس فقر و فاقے سے ٹوٹ گیا ہے' ابھی اس فقیر کی بات ختم نہیں ہُوئی تھی کہ ایک شخص ہزار دینار کی تھیلی پکڑے حاضر ہُوا اور حضرت کی نذر کر دی۔ آپ نے اس شکستہ دل فقیر کو فرمایا کہ یہ تھیلی اٹھا کر اس ملاح کے پاس لے جاؤ اور اسے دے دو اور کہہ دو کہ آئندہ وُہ کسی فقیر کو پار لے جانے سے انکار نہ کیا کرے۔ آپ نے اپنا پیراہن اتار کر فقیر کو دے دیا اور کہا کہ اسے بازار میں بیس دینار کا بیچ کر وقت گزار لو۔

شیخ ابوالقاسم عمر بزاز رح فرماتے ہیں کہ ایک زمانہ تھا کہ مجھے بھی سیدنا عبدالقادر رض کی مجلس میں بیٹھنے کی سعادت حاصل تھی۔ یہ وقت میرے لیے ایک حسین خواب، پُرسکون لمحات اور آرام دہ زمانہ تھا۔ آپ کے بعد مجھے کسی مجلس میں وُہ سکون نصیب نہیں ہُوا۔ آپ بڑے پاکیزہ اخلاق کے مالک تھے۔ بڑے عمدہ اوصاف اور بڑے کشادہ ہاتھ تھے۔ آپ کا دستر خوان وسیع تھا۔ آپ مہمانوں کے ساتھ مجلس فرماتے اور طالبانِ علم کی مالی امداد کرتے آپ کے احباب میں سے ہر ایک کو یہی خیال ہوتا کہ وہی آپ کا محترم ہے۔ آپ دوستوں کی قدر کرتے، دوستوں کی لغزشوں سے درگزر فرماتے۔ دُوسروں کی قسم پر اعتبار کرتے۔ اپنے علم کی نمائش نہ فرماتے تھے۔ میں نے آپ سے بڑھ کر کوئی حیادار نہیں دیکھا۔ رضی اللہ عنہ۔

شیخ عمر بزاز رح نے بتایا کہ سیدنا عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر یہ شعر بڑے سرُور سے پڑھا کرتے تھے: ؎

الحمد لله انی فی جوار فتی
حامی الحقیقة نفّاع وضرّار
لا یرفع الطرف الّا عند مکرمةٍ
من الحیآء و لا یغضی علی عار

شیخ ابو الحسن علی القرشی رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے آپؓ کے اخلاق کے متعلق پوچھا تو بتایا کہ آپ ایک نُور تھے۔ شگفتہ رو، با اخلاق، باحیا، کشادہ پیشانی، رحیم، شفیق، پاک طینت، اہلِ مجلس کا احترام کرنے والے اور کھلے دل لوگوں سے ملتے تھے۔ غمزدہ لوگ آپ کو دیکھتے ہی خوش ہو جاتے۔ میں نے آپ سے بڑھ کر سچی باتیں اور پاکیزہ لفظ کسی کے ہاں نہیں سنے۔

ابو الحسن علی بن اردم المحمدی نے بتایا کہ وُہ اپنے شیخ الامام، مفتی العراق محی الدین ابی عبد اللہ محمد بن علی بن حامد بغدادی المعروف بہ توجیدی کے تمام مقالات ۶۲۶ھ میں مجھے املا کرنا ہوتے تھے۔ آپ نے بتایا کہ حضرت سیدنا عبد القادرؓ بڑے خدا ترس اور نرم دل تھے۔ آنکھوں سے آنسو بہہ نکلتے لیکن اس کے باوجود بڑے صاحبِ جلال و احتشام تھے۔ بڑے مجیب الدعوات اور کریم الاخلاق تھے۔ آپ بیہودہ لوگوں سے ہمیشہ دُور رہتے مگر حق پسند لوگوں کے بڑے ہی قریب ہوتے۔ جب کسی کے جرم ظاہر ہو جاتے تو معاف کر دیا کرتے اور متغیّر طبع نہ ہوتے۔ کسی سائل کو ردّ نہ کرتے۔ اگر آپ کے پاس دو کپڑے ہوتے تو ایک غریبوں کو بخش دیا کرتے۔ توفیقِ الٰہی آپ کے لیے وقف تھی۔ تائیدِ ایزدی ہر وقت آپ کے ساتھ ہوتی۔ آپ کا علم مہذب تھا اور آپ کا قرب مؤدب ہوتا۔ خطاب آپ کا مشیر تھا اور لحظہ سفیر ہوتا۔ صدق ہی آپ کی غذا تھی اور فتح آپ کی پُونجی۔ حلم آپ کی عادتِ ثانیہ تھی اور ذکرِ خداوندی آپ کا معمول تھا۔ غور و فکر آپ کا لباس اور مکاشفہ آپ کی غذا تھی۔ مشاہدۂ حق آپ کی شفاء شریعت کا احترام آپ کی ظاہریت اور حقیقت کے اوصاف آپ کے اسرار و رموز ہوتے تھے رضی اللہ عنہ۔

جناب غوث الثقلین رض کے احباب

شیخ صالح ابوالحسن علی بن محمد بن احمد بغدادی المعروف بہ ابن الحمامی نے بتایا کہ میں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! میری خواہش ہے کہ میرا خاتمہ کلامِ الٰہی اور آپ کی سنّت پر ہو۔ فرمایا ہاں تم خدا اور رسول ؐ کے احکام و سنّت پر مروگے اور تمہارے راہنما حضرت سید عبدالقادر گیلانی رض ہوں گے۔ میں نے آپ سے یہی سوال تین بار دُہرایا۔ آپ نے ہر بار مجھے یہی جواب دیا۔

مشایخ کی ایک کثیر جماعت نے بیان کیا ہے کہ سیدنا غوث الاعظم رض اپنے مریدوں کے ضامن ہوں گے۔ آپ کا کوئی مرید اُس وقت تک اس دنیا سے انتقال نہیں کرے گا، جب تک اس کی توبہ قبول نہ ہو جائے گی۔ شیخ اصیل ابی محمد عبداللطیف بن شیخ ابی النجیب عبدالقاہر بن عبداللہ سُہروردیؒ الفقیہہ الصوفی بیان کرتے ہیں کہ میرے باپ نے مجھے بتایا کہ شیخ حماد دباس رحمۃ اللہ علیہ کو ہر رات ایک صدا آیا کرتی تھی جیسے کہ شہد کی مکھی کے بھنبھنانے کی ہوتی ہے۔ حضرت سیدنا عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دنوں حضرت شیخ حمادؒ کے پاس بیٹھا کرتے تھے۔ لوگوں نے عرض کی: یا حضرت رض! آپ شیخ حمادؒ سے اس آواز کے متعلق دریافت کریں۔ چنانچہ آپ نے حضرت حماد دباسؒ سے پُوچھا تو آپ نے فرمایا کہ میرے بارہ ہزار مرید ہیں مَیں اُن کے نام لے کر بڑی سُرعت سے پکارتا ہُوں اور ہر ایک سے پُوچھتا ہُوں کہ اُن کی کوئی حاجت یا ضرورت ہو تاکہ مَیں اسے بارگاہِ الٰہی سے منظور کراؤں۔ میرا کوئی مرید اس وقت تک واصل بحق نہیں ہوتا جب تک اس کی توبہ قبول نہیں ہو جاتی یا ایک ماہ کے اندر اندر اس کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کی رحمت ان مریدوں پر ہوتی ہے جو شیخ حمادؒ کی بیعت میں ہوتے ہیں۔ یہ بات سُن کر حضرت سیدنا عبدالقادر رض نے شیخ حمادؒ کو فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے یہ رُتبہ دے تو میں اللہ تعالیٰ سے یہ عہد لے لُوں کہ قیامت تک میرا کوئی مرید اُس وقت تک نہ مرے گا

جب تک اس کی توبہ قبول نہیں کر لی جاتی۔ میں اس عہد کی ضمانت ہوں گا۔

شیخ ابو القاسم عمر بزازؒ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سیدنا عبد القادر گیلانی رضی اللہ عنہ کو فرمایا گیا تھا کہ اگر کوئی شخص آپ کا ذکر زبان پر لائے لیکن اسے نہ تو آپ سے بیعت نصیب ہوئی ہو، نہ خرقۂ خلافت ملا ہو، کیا وہ بھی اس زمرہ میں آئے گا؟ آپ نے فرمایا: جو شخص صرف میرے نام سے نسبت رکھے گا یا دل میں حسنِ اعتقاد رکھے گا اللہ تعالیٰ اسکی توبہ قبول کرلے گا اگرچہ وہ مجھ سے کتنی ہی دُور کیوں نہ ہو۔ مجھے خدا کی قسم ہے اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ میرے دوستوں، محبت کرنے والوں، نام پکارنے والوں اور حسنِ اعتقاد رکھنے والوں کو جنت میں داخل کرے گا۔ آپ نے مزید فرمایا: اگر میرے کسی نام لیوا کا عیب یا گناہ دیارِ مغرب میں ظاہر ہوگا اور میں مشرق میں ہوں گا تب بھی میں اسکی حفاظت کا ضامن ہوں گا اور اس کی عیب پوشی کروں گا۔ مجھے حدِ نگاہ تک وسیع نامۂ اعمال دیا گیا ہے جس پر میرے مریدوں کے نام لکھے ہوئے ہیں اور قیامت تک آنے والے احباب کے نام بھی درج ہیں اور مجھے بشارت دی گئی ہے کہ ان تمام لوگوں کو میری نسبت سے بخش دیا گیا ہے۔ میں نے مالک (دوزخ کے داروغہ) سے پوچھا: کیا تمہارے پاس میرے احباب میں سے کوئی شخص ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ مجھے اپنے پروردگار کی قسم ہے کہ میرا ہاتھ اپنے مرید پر ہے اور میں اپنے مرید پر اس طرح چھایا ہوا ہوں جس طرح زمین پر آسمان کا سایہ ہے۔ مجھے اپنے اللہ کے جلال و عزت کی قسم ہے میرا قدم اس وقت تک جنت کو نہیں اُٹھے گا جب تک میں اپنے سارے مریدوں کو جنت میں داخل نہ کرا لوں۔

ایک مُرید کا حیرت انگیز واقعہ

یہ روایت بہت سی کتابوں میں درج ہے کہ حضرت سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کا ایک مرید ایک ہی رات میں ستر بار محتلم ہوا۔ اس کے احتلام کے دوران ہر بار ایک نئی عورت ہوتی۔ بعض عورتوں کو تو وہ اچھی طرح پہچانتا تھا مگر بعض عورتیں پہلے سے ناشناسا تھیں۔ علی الصباح

حیرت زدہ ہو کر بیدار ہُوا۔ غسل کرنے کے بعد حضرت شیخ رضؓ کی خدمت میں پہنچا تاکہ رات کے واقعہ پر اظہارِ تشویش کر سکے مگر شیخ رضؓ نے اسے دیکھتے ہی فرمایا: رات کے واقعہ کو اس قدر بھیانک اور مکروہ خیال نہ کرو، میں نے رات لوحِ محفوظ پر نگاہ ڈالی تو تمہارے نام کے ساتھ فلاں فلاں عورت سے زنا کرنا مقدر تھا (حضرتؒ نے اس موقع پر اکثر عورتوں کے نام اور حلیے تک بتا دیئے) میں نے بارگاہِ الٰہی میں التجا کی کہ وُہ تیری تقدیر کو بدل دے اور ان معائب سے محفوظ رکھے۔ چنانچہ ان سارے واقعات کو احتلام کی صورت میں تبدیل کر دیا گیا۔

شیخ صالح ابو محمد داؤد بن علی بن احمد بغدادیؒ فرماتے ہیں: مَیں نے خواب میں دیکھا کہ شیخ معروف کرخی رضی اللہ عنہ کے سامنے بعض لوگوں کے واقعات پیش کیے جا رہے ہیں اور آپ ان لوگوں کے یہ واقعات بارگاہِ خداوندی میں پیش کرتے جاتے ہیں۔ مجھے دیکھتے ہی شیخ معروفؒ فرمانے لگے: داؤد! تم بھی اپنا واقعہ بیان کرو تاکہ میں اللہ تعالیٰ کی جناب میں پیش کر دوں۔ میں نے گزارش کی کہ مجھے جناب غوث الاعظم محی الدین جیلانی رضؓ نے معزول کر دیا ہے۔ فرمانے لگے: نہیں، تم معزول نہیں ہُوئے اور نہ ہی تمہیں معزول کیا جائیگا۔ میں اُٹھا سحری کے وقت حضرت شیخ سیدنا عبد القادرؓ کے مدرسے کی طرف آیا اور دروازے پر بیٹھ گیا تاکہ آپ کو اطلاع دُوں۔ ابھی میں سوچ ہی رہا تھا کہ اندر سے حضرت غوث اعظمؓ نے مجھے آواز دی کہ تمہیں معزول نہیں کیا گیا اور نہ ہی معزول کیا جائے گا۔ تم اپنا واقعہ سُناؤ تاکہ جناب الٰہی میں پیش کروں۔ مجھے خدا کی قسم ہے کہ آج تک میں نے اپنے احباب و اصحاب میں سے جس کا واقعہ بھی پیش کیا ہے خداوند تعالیٰ نے اسے قبول فرمایا ہے۔

امام حافظ تاج الدین ابوبکر عبد الرزاق ابن شیخ الاسلام شیخ عبد القادر جیلیؒ نے بیان فرمایا کہ حضرت والد محترم نے ایک رات میری والدہ کو حکم دیا کہ اُٹھ کر تھوڑے سے چاول پکا لیں۔ وُہ اُٹھیں، چاول پکائے، ایک پلیٹ میں ڈالے اور لے کر سامنے آئیں۔ یہ آدھی رات کا وقت تھا۔ مکان کی دیوار کھُلی، ایک آدمی اندر داخل ہُوا اور چاول کھانے لگا۔

کھا کر اٹھا اور جانے ہی والا تھا کہ آپ نے مجھے فرمایا: اس شیخ سے کوئی سوال کرو اور اپنے لیے دُعا کراؤ۔ چنانچہ میں نے دیوار کے پاس جا کر اس سے طلبِ دعا کی۔ وُہ کہنے لگا: مجھے یہ سب کچھ آپ کے والد کی دُعا اور خرقہ کی برکت سے ملا ہے۔ صبح ہُوئی تو اس واقعہ کا تذکرہ میں نے شیخ علی ہیتیؒ سے کیا تو کہنے لگے: آج تک مَیں نے ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا جس پر آپ کے والد مکرم (غوث الاعظم) کی نگاہِ کرم ہو اور اسے خرقہ ملا ہو تو برکاتِ عالیہ کا اس پر ہجوم نہ ہو گیا ہو۔ میں ایسے ستر حضرات کو جانتا ہُوں جو جناب غوث الاعظم رض کا خرقہ صبح و شام اٹھایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اسی خدمت کے صلہ میں بلند مراتب پر سرفراز فرما دیا۔ ان کے لیے یہ برکت بھی بلند مراتب کا ذریعہ تھی کہ آپ کا دستِ شفقت ان کے سر پر پڑتا۔ میں تو ہر روز ان برکات میں زیادتی ہوتے دیکھتا رہتا ہُوں۔ مجھے تو یہ برکات آپ کے والد محترم کے چہرہ کی زیارت سے ہی حاصل ہو جاتی ہیں۔

شیخ قدوہ علی بن ہیتی رح فرماتے ہیں کہ حضرت غوث الاعظم رض کے مرید جیسا خوش بخت کسی شیخ کا مرید نہیں ہے۔ شیخ علی ہیتیؒ نے مزید بتایا کہ ایک دن میں نے شیخ قدوہ ابوسعید قیلوی رح کو کہتے سنا کہ حضرت غوث پاک رض اس وقت تک ایوانِ خداوندی سے واپس نہ آتے تھے جب تک اللہ سے یہ عہد نہ لے لیتے تھے کہ جس شخص نے میرے دامن کو پکڑا ہو اس کی نجات کی ضمانت دی جائے۔ آپ نے شیخ لقاء بن بطوؒ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت غوث الاعظم رض کے غلاموں کو اعزاز و اکرام کے بلند مراتب پر دیکھا ہے۔

حضرت شیخ عدی بن مسافر رح فرمایا کرتے تھے کہ حضرت غوث پاک رض کے ہوتے ہُوئے اگر کوئی مجھے یہ کہتا کہ خرقۂ خلافت دُوں تو میں اسے کہا کرتا تھا کہ آپ دریا چھوڑ کر معمولی سی نہر سے پانی لینے کی کوشش کر رہے ہو۔

عراق کے مشایخ کی ایک جماعت نے بتایا کہ ہم بغداد میں شیخ قدوہ ابی محمد وائل ابن ادریس یعقوبی رح کے پاس تھے۔ اسی مجلس میں شیخ صالح ابوحفص عمر بریدیؒ رحمۃ اللہ علیہ بھی

بیٹھے تھے۔ آپ نے فرمایا: شیخ علی! رات والی خواب تو بیان کرو۔ انہوں نے بتایا: مَیں نے خواب میں دیکھا کہ قیامت برپا ہے، پیغمبرانِ خدا اپنے تمام اُمتیوں سمیت تشریف فرما ہیں، انبیاءِ کرام اپنی اپنی اُمت کی قیادت کر رہے ہیں، جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی اُمت کے ساتھ تشریف لائے تو آپ کی اُمت میں مشایخ کرام کا ایک موجیں مارتا ہُوا سمندر دکھائی دیتا تھا۔ ہر شیخ کے اِردگرد اُس کے مریدوں کا مجمع تھا لیکن دیکھتے دیکھتے ایک ایسے شیخ نظر آئے جن کے اردگرد لاکھوں مریدوں کا مجمع تھا۔ میں نے پُوچھا کہ یہ کون بزرگ ہیں؟ مجھے بتایا گیا کہ یہ سیّد شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ اور اُن کے مرید ہیں۔ حضرت شیخ فرمایا کرتے تھے: ؎

لی من کل طویلة فحل لا یقاوم — ولی فی کل ارض خیل لا یسابق

ولی فی کل جیش سلطان لا یخالف — ولی فی کل منصب خلیفة لا یعزل

(ہر ایک گوشہ میں میرے ایسے لشکر ہیں جن کا مقابلہ کرنا مشکل ہے۔ ہر سرزمین میں میرا ایک ایک لشکر ہے کہ اس سے سبقت نہیں لی جا سکتی۔ میرے ہر ایک لشکر میں ایک بادشاہ ہے جس کی مخالفت کرنا محال ہے۔ ہر منصب پر میرا ایک خلیفہ (نائب) ہے جسے معزول نہیں کیا جا سکتا۔)

شمع کا نور اور اُس کی حقیقت

شیخ ابی محمد عبدالجبّار بن شیخ الاسلام محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ میری والدہ ماجدہ جب اندھیرے میں جایا کرتیں تو سامنے ایک چراغ جلتا نظر آتا۔ آپ اسی چراغ سے روشنی حاصل کر لیا کرتیں۔ ایک رات حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے اس چراغ کو نگاہِ غضب سے دیکھا تو وُہ گُل ہو گیا۔ آپ نے میری والدہ کو بتایا کہ یہ روشنی تو شیطان کی روشنی تھی جو تمہاری خدمت کر رہا تھا، مَیں نے اُسے بھگا دیا ہے اور اب تمہارے لیے نُورِ خداوندی مہیّا کر دیا گیا ہے۔ میرے ساتھ جس کسی کو ادنیٰ سی نسبت

بھی ہے۔ میں اس کے لیے ایسا ہی کرتا ہُوں اور میری مہربانیاں ہر اس کے ساتھ ہوتی ہیں جو کچھ نسبت رکھتے ہیں۔

شیخ عبدالجبار (حضرت غوث پاکؓ کے بیٹے) نے بتایا کہ میری والدہ گھر کے اندر آتیں تو انھیں ایک کونے میں نور چمکتا دکھائی دیتا، یہ نور چاند کی چاندنی کی طرح ہوتا۔ ایسے ہی ایک اور روایت ہے کہ ایک شخص بغداد سے آیا اس نے بتایا کہ میرے والد کا انتقال ہو گیا ہے اور میں نے اسے خواب میں دیکھا ہے کہ وُہ عذاب میں مبتلا ہے۔ اس نے کہا کہ تم ابھی حضرت شیخ سیّد عبدالقادرؓ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ اور ان سے دُعا کراؤ۔ جب وُہ شخص حضرت کی خدمت میں گیا تو آپ نے پُوچھا: کیا زندگی میں تمہارے والد کبھی میرے مدرسہ کے دروازے کے سامنے سے گزرے ہیں؟ میں نے بتایا: ہاں حضور۔ پھر آپ خاموش ہو گئے۔ وہی شخص دُوسرے روز آیا تو بتانے لگا کہ آج رات میں نے خواب میں پھر اپنے والد کو دیکھا ہے وُہ بڑا خوش و خرم نظر آیا۔ اس پر ایک سبز چادر ہے اور کہہ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام سزاؤں سے نجات دی ہے۔ یہ سارا انعام حضرت غوث الاعظمؓ کی شفقت سے ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا: بیٹا! اس مردِ خدا کی غلامی کو سعادت خیال کرو۔ ایک اور روایت میں یُوں بیان کیا گیا کہ قبر میں ایک میّت کے متعلق جب گفتگو ہُوئی تو آپ نے پُوچھا، کیا اس نے زندگی میں میرا خرقہ پہنا تھا؟ لوگوں نے کہا کہ معلوم نہیں۔ پھر آپ نے دریافت کیا: کبھی اس نے میرے پیچھے نماز ادا کی تھی؟ لوگوں نے بتایا: وُہ تو اس معاملہ میں بھی خطا کار ہی تھا۔ آپ نے سُن کر گردن جھکا لی۔ تھوڑی دیر کے بعد سر اٹھاتے ہُوئے فرمایا: فرشتوں نے مجھے بتایا ہے کہ اس نے زندگی میں ایک بار آپ کی زیارت کی ہے اور دل میں حُسنِ اعتقاد رکھتا تھا اس لیے آپ کی توجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس پر رحم کر دیا ہے۔ لوگ پھر اس کی قبر پر گئے۔ پھر اس قبر سے کوئی آواز سُنائی نہ دی۔

حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حسین حلاج سے ایک لغزش ہوئی تھی۔ ان کے زمانہ میں کوئی مردِ کامل نہ تھا کہ اس کی دستگیری کرتا۔ اگر میں اس زمانے میں ہوتا تو یقیناً ان کا ہاتھ پکڑتا۔ میرے مریدوں میں سے جب کسی کا پاؤں پھسلتا ہے تو قیامت تک اس کی دستگیری کرتا ہوں اور سہارا دیتا ہوں۔

حلِ مشکلات و حاجات کے لیے نوافل

حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ سے کوئی سوال کرو اس وقت تم میرے متعلق بارگاہِ ایزدی میں سوال کیا کرو۔ جو کوئی شخص مصائب اور مشکلات میں مجھے پکارتا ہے اس کی مصیبت اور مشکل فوراً دُور کر دی جاتی ہے۔ جو شخص مجھے وسیلہ بنا کر دُعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ میرے وسیلے سے اس کی مشکل حل کر دیتا ہے اور جو شخص مندرجہ ذیل طریقہ پر دو نفل ادا کرے گا اس کی حاجت پوری ہو گی۔ ہر رکعت میں سورۂ اخلاص گیارہ بار پڑھے اور اس کے بعد سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھے اور پھر گیارہ قدم بغداد شریف کی طرف چل کر میرا نام پکارے اور اپنی حاجت بیان کرے۔ مجھے اللہ تعالیٰ پر یقین ہے کہ وہ سائل کی حاجت پوری کرے گا۔[1]

جناب غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے کلمات طیّبات پر ایک نظر

جس طرح سرکار غوثیت مآب سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب اور کرامات و خوارق حد و شمار سے باہر ہیں ویسے ہی آپ کے کلام مبارک کے نفائس و کمالات کو احاطۂ تحریر میں لانا محال ہے۔ آپ کی

---

[1] اس طریقہ استعانت کو صالحینِ امت نے اپنی حاجات کے حل کے لیے استعمال کیا ہے اور وہ کامیاب ہوئے ہیں۔ ملا علی قاری المکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب نزہۃ الخاطر الفاتر میں بھی اس طریقۂ استعانت کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ دیگر مشاہیر اور صوفیہ کی کتابوں میں اس استعانت کے فوائد اکثریت سے ملتے ہیں اور بزرگانِ دین نے اس طریق استعانت سے اپنے مسائل کو حل کرایا ہے۔ (مترجم)

عبادات کی تشریح اور اشارات کا ادراک ناممکن ہے۔ ہم اس ضمن میں تفصیلی بیان کو یا ترجمہ کو خلافِ ادب خیال کرتے ہیں بایں ہمہ ہم ظاہری معانی کے ادراک پر اکتفا کرتے ہوئے ان کلمات طیبات میں سے اختصار کے ساتھ عربی میں ہی تحریر کرتے ہیں:

اعلم ولاك الله بجميل حمايته وصانك بحميد رعايته ان قدم الصدق اذا طلبت وجدت ويد الشوق اذا جذبت ملكت وجنود الحب اذا اسرت قتلت وصفات الحرّ اذا افنيت بقيت وعروس الوصل اذا ثبتت نبتت و اصول القرب اذا ارسخت بذخت ورياض القدس اذا ظهرت بهرت و رياح الانس اذا هبّت بسطت وعيون الالباب اذا شهدت دهشت و قلوب الاحباب اذا رمقت عشقت واسماع الارواح اذا قربت سمعت وابصار الاسرار اذا حضرت نظرت والسن القدم اذا امرت نطقت فلله درّ عبادٍ نادا هم مولاهم فى سابق القدم بلسان الكرم ودعاهم بمنادى الفضل الى نادى الوصل فبدا لهم من معانى الحب بادى وحدى بهم فى جناب القرب حادٍ وشاهد وا مجد الجمال من مطالع الأزال وعاينوا عز الكمال فى طوالع الجلال وسمت بصائرهم الى مطالعة عوالم الغيب ومعالم التوحيد وسرت سرائرهم فى مشاهد القدس ومعارج التفريد وجلست اسرارهم على بساط البسط وارتاحت ارواحهم بريا حين الخطاب فان صمت صامتهم فلشهود حق اليقين وان نطق ناطقهم فلورود امر اليقين وان خامر نفس مريدهم خوف افامنوا مكرالله وباشر قلبه زجر ويحذركم الله ناجاها مخاطب الالحاف اننى معكما اسمع وارى ونطقت شواهد السعادة قائله بشريكم اليوم قال سفير الجود واما بنعمة ربك فحدّث وان اخرج لمرادهم

موسوم ایتونی به استخلصه لنفسی من دیوان مختص برحمته من یشاء جذبته ید اصطفینا من عبادنا الیٰ حضرة سلام قولا من رب الرحیم وقدم الی مجلس وسقاهم ربهم و استقبله وجه فخذ آتیتک ممد باغ بسط اشرح لی صدری فهتف به مجیب بنی عبادی فاجر لسان صدق ما قلت لهم الا ما امرتنی به و ثبت قطبهم علیٰ طریق من یطع الرسول واستقام علیٰ سبیل ما اتاکم الرسول و استمسک بعروة ان کنتم تحبون الله اتصل بنسب من تبعنی فانه منی وسقاعرق حاله صاحب قاب قوسین و مده بفیض من بحر وما ینطق عن الهویٰ ان هو الاّ وحی یوحیٰ وان قرات مکتوب سعدهم فیحبهم ویحبون و ان نظرت منشور مجدهم فرضی الله عنهم وان سئلت عن مقامهم فعند ملیک مقتدر وان حدوت وصفهم فاولٰئک اعظم درجة و ان کبر ما ظهر منهم فما تخفی صدورهم اکبر وان علمت نفس ما احضرت لهم العنایة فلا تعلم نفس ما اخفیٰ لهم فکیف وقد ورون الله سبحانه اوحی الی نبی من انبیاء ابنی اسرائیل ان لی عبادا یحبونی واحبهم ویشتاقون الی و اشتاق الیهم و یذکرونی واذکرهم وینظرون الی و انظر الیهم قال رب ما علامتهم قال یحبونی الی غروب الشمس کما یحن الطیور الی ادکارها فاذا جنهم اللیل واختلطت الظلام وفرشت الفروش و نصبت الاسرة وخلا کل حبیب الی حبیبه نصبوا الی اقدامهم وافترشوا الی وجوههم وناجونی بکلامی فبین صارخ وباک وبین متاوه وشاک بین قایم وقاعد بین راکع وساجد بیعنی ما یحملون من اجلی و بسمعی ما یشکون من حبی اول ما اعطیم ان اوقد فی قلوبهم من نوری یخبرون عنی کما اخبر عنهم والثانی لو کانت السمٰوٰت والارضون فی میزان احدهم لاستقلتها والثالث ان اقبل بوجهی الکریم الیهم افتری من اقبلت لوجهی الکریم

عليه ما اريد ان عطيه فعليك يا اخى باتباعهم تعلك تكون من اتباعهم وسلم لهم ماترى وتسمع ماتنزل من السعادة ومنزلاً ارفع نسال الله ان يكحل ابصار بصائرنا بنور هدايته ويسد وقواعد عقايدنا بحسن رعايته وقال برقت بارقة من جناب الازل فى سماء قلوب العارفين هبت نسيم من رياض الديمومة على مشام ارواح المكاشفين تنوعت ارايح زهر القدس على زهر اسرار المشاهدين سافرت تلك العقول فى بحر بسم الله لتصل غاياتها الى ساحة ساحل جناب الرحمن الرحيم فرجع عنيته بجواهر فرايد الهويته فائزه بتحف الخزائن الازلية ظافرة بنيل سؤل موسى ليلة ارنى ناظرة على طور طلبها الى نور سجات التجلى معاشرا لعارفين الموت فى حوب حبه كل الحيات والحيات مع غيره ولو لحظة حقيقة الموت ان اعمى عين عقلك عن نظر غيره فى الدنيا جعل جزاءها فى الاخرت وجوه يومئذٍ ان قتلك بسيف حبه العاجل جعل ديتك فى الآجل احياً عند ربهم يرزقون طافت سقاة القدم على ارواح لبعض بنى آدم بكوس شراب الست فى مجلس خلوة واذ اخذ ربك اسكرهم السّاقى لا الشراب سكنت تلك النشوات فى ذريات الذوات حتى انفلق صبح شرع احمد صلى الله عليه وسلّم من مشرق سماء رسالته وجاءته من جناب الازل لطائف اسرار الغيب فنبه سكارى العشق وايقظ نوام العقل ليذكرها عندها معه فى خلوة الست فطارت اليه بجناح وعجلت اليك كاشف الارواح بقوله هو الله سكن القلوب بقوله الذى لا اله الّا هو خوف الاسرار بقوله عالم الغيب والشهادة لطف العقول بقوله الرحمن الرحيم والهوية بحر لغرق فيه سابح كل عقل دينكسر فى طلب علمه سفينته كل فقر وقال ايضاً رضى الله عنه كان موسى صلى الله على نبيّنا وعليه وسلّم ملحوظا من جناب القدم باعين الكرم برقت له من صخور الطور بارقد وقرّبناه

نجيّ ومدت اليه يد الالطاف الرحمانية من خزائن المواهب الربّانيه كاس استيناس وناديناه من جانب الطور وقرعت مسامع حسه من محيا عزّ سلطان الازل لذة انى انا الله فشرب من يد ساقى انا اخترتك على بساط اصطفتك لنفسى بسلاف راح الارتياح الى ملاطفة وما تلك بيمينك وطا فت على سقاط ندماء القدس بشراب الاصطفآء للكلام فى كؤس حروف يا موسٰى ونودى من شجرة عقله انى انا ربّك واتاه الخطاب من قبل الاحباب اخلع نعليك ونبهته جادة الغيرة فى حال الحيرة على شرف مقام انّك بالوادى المقدس طوى فلمّا توالى عليه شرب مدام الكلام بيد سقاة الكرام واستمر له انتسام نسيم انس فاستمع لما يوحىٰ ودام له انس وصل مستا مرفاعيد فى فتسبرقت نسيمات واوتيت سؤلك غلب ملك سكره من شرب به بكاس قربه على قلبه واستولى سلطان حبه على مدينة لُبّه وغرقت فى لُجّة بحر وجده وانمحقت رسوم هزله بكتاب جده وكاد يخرج من حده لولا مساعدة جدّه وخلع جلباب صغره لغلبات موارد سكره وسرت حميا الكأس فى ذلك الرأس وتحكمت الاشواق من تلك الاحداق وقام راهب روحه فى صومعة اتباحه الحٰى الحضور على الطور ليلة التنّور فوضع قدم تقدمه علىٰ قمة طور نهايات اطوار الطّالبين وصاول شرفا لم يدركه قبله احد من المرسلين فقال وقذفنى ربِّ ارنى انظر اليك فقيل له امبها الكريم والمخصوص بالتكليم انت مكلّف باطوارك مقيد باوطارك فتارة تقول ربّ انّى لا املك الا نفسى وتارة تقول ربّ انّى ظلمت نفسى وتارة تقول ربّ الشرح لى صدرى وهذا مذهب من ضاقت به الحيل فى مناجاة محبوبه وجال كل مجال فى نيل مطلوبه يا ابن عمران يا ايتها القلق النشوان ان السكر لا يداوى خماره الّا بالاشياء المرّة ولا امرّ من منع لن ترانى فرجع رجوع الآيس والضرف الضراف اليايس واضطرمت فى قلبه نيران الذوبان وانتهبه ايدى

الهيمان فلما هبّ عليه نسيم ولكن انظر احيى قتيلُ اشواقه ولعشره فاين اتواقه

الى آخر الكلام وقال رضى الله عنه فى الحجاج طار واحدٌ من العارفين الى اُفق

الدعوى باجنحته انا الحق راى الروضة الابديه خاليته من الحسيس والانيس

صفر بغير لغته تعريضاً لحتفه ظهر عليه عقاب الملك من مكمن ان الله غنىٌّ عن

العالمين انشب فى امابه مخلب كل نفس ذائقة الموت قال له شرع سليمان

الزمان لم تكلمت بغير لغتك لم ترنمت بغير معهود من مثلك ادخل الآن فى قفص

وجودك ارجع من طريق عزة القدم الى مضيق ذلة الحديث قُل بلسان اعترافك

يسمعك ارباب الدعاوى حسب الواحد افراد الواحد مناظرا لطريق اقامة وظائف

خدمة الشرع وقال فيه ايضا رضى الله عنه طار طائر روح لبعض العارفين من وكر

شجرة صورته وعلا الى السماء خارقا صفوف الملائكة كان بازيًا من بزاة الملك مخيط

العين بخيط وخلق الانسان ضعيفا فلم يجد فى السمآء ما يجادل من الصيد فلما

ازداد تحيره فى قول مطلوبه فاين ما تولوا فثم وجه الله عادها بطًا الى حضرة

خطة الارض فلم يجد فى الدارين مطلوبًا سوى محبوبه فطرب فقال بلسانِ سكر قلبه انا

الحق ترنم بلحن غير معهودٍ من البشر صفر فى روضة الوجود صفيرًا لا يليق بنى

آدم لحن بصوته لحنًا عرضه لحتفه نودى فى سره يا حلاج اعتقدت انّ قوتك بلك

قل الآن نيابةً عن جميع العارفين حسب الواحد افراد الواحد قُل يا محمد انت سلطان

الحقيقة انت لسان عين الوجود على عتبة باب معرفتك تخضع اعناق العارفين فى حما

يوضع جباه الخلائق اجمعين وقيل له رضى الله عنه ابليس يقول انا فطردوا الحلاج

يقول انا فقرب فقال رضى الله عنه الحلاج قصد الغناء بقول انا ليبقى هو

بلا هو فنا وصل الى مجالس الوصال ثم خلعه البقاء وابليس قصد البقاء بقوله

انا ففنيت ولا بينه وسلبت نعمته وحبطت درجته وسئل رضى الله عنه عن

المشاهدة فقال هى العمى عن الكونين لعين الفواد ومطالعة الحق بعين المعرفة على غير توهم استدراك ولا طمع فى تصورٍ ولا تكييف واطلاع القلوب بصفاء اليقين على ما اخبر الحق تعالىٰ به عن الغيوب وسئل رضى الله عنه معنى القرب فقال هو طى المسافات بلطف المداناه وسئل رضى الله عنه عن الشكر فقال هو غليان القلوب عند معارضات وكو المحبوب والخوف اضطراب القلوب ممّا علمت من سطوة المحبوب واليقين تحقيق الاسرار باحكام المغيبات والوصل الاتصال بالمحبوب والانقطاع عمّن سواه والانبساط سقوط الاحتشام عند السؤال والغيبة فى الذكران تري نفسك حال الذكر فاذن انت غائب عنه والغيبة حرامٌ وسئل رضى الله عنه عن الصبر فقال هو الوقوف مع البلاء بحُسن الادب والثبات مع الله تعالىٰ وتلقّى هواقصته بالرّحب والسعة على احكام الكتاب والسّنة وينقسم اقساماً صبرٌ لله وهو الثبات علىٰ اداء امره والانتهاء عن نهيه وصبرٌ مع الله تعالىٰ وهو السكون تحت جريان قضائه وصبرٌ على الله وهو الركون الىٰ وعده فى كل شئ والمسير من الدنيا الى الاٰخرة والصّبر مع الله اشد والفقير الصابر افضل من الغنى الشاكر و الفقير الشاكر افضل منهما واسئل رضى الله عنه عن الخوف وقال الخوف علىٰ انواع فالخوف للمذنبين والرهبة للعارفين نخوف المذنبين من العقوبات وخوف العابدين من فوق العبادات وخوف العالمين من الشرك الخفى فى الطّاعات وخوف المحبين فوت اللّقاء وخوف العارفين الهيبة والتّعظيم وهواشد الخوف لانّه لا يزول ابداً وسائر هٰذه الانواع يسكن اذا قوبلت بالرحمته واللّطف واسئل رضى الله عنه عن المحبة فقال هى تشويشٌ فى القلب يقع من المحبوب فتصير الدنيا عليه كحلقة خاتم اومجمع ماتم و

سكر لا صحو معه وذكرٌ لا محو معه وقلق لا سكون معه وخلوصٌ للمحبوب
لكل وجهٍ سرًّا وعلانية بايثار اضطرارٍ لا بايثار اختيارٍ وبارادة خلقة لا بارادة كلفةٍ
والحب العماء عن غير المحبوب غيرة عليه والعمى عن المحبوب هيبة له فهو
عمى كله والمجنون سكرى لا يُصحون الا بمشاهدة محبوبهم مرضى لا يفيقون
الا بملاحظة مطلوبهم واسئل رضى الله عنه عن الشوق فقال احسن الاشواق
ماكان عن مشاهدة فهو لا يفتر عن اللقاءِ لا يسكن عن الرؤية ولا يذهب على
الدنو ولا يزول على الانس بل كلما ازداد لقاءً ازداد شوقًا ولا يصح الشوق حتى يتجرد
من علله وهو موافقة روح او متابعة همة او حظ نفسٍ فيكون شوقا مجردا عن الاسباب
فلا يدري السبب الذى اوجبله ذلك الشوق واسئل رضى الله عنه عن الموارد
الالهيته والطوارق الشيطانية فقال الوارد الالهى لا ياتى باستدعاءٍ ولا يذهب
بسبب ولا يأتى على نمطٍ واحدٍ ولا فى وقت مخصوص والطارق الشيطاني بخلاف
ذلك واسئل رضي الله عنه عن البقاءِ فقال البقاء لا يكون الا مع اللقاء لان
البقاء الذى ليس معه فناء لا يكون الا مع اللقاءِ الذى ليس مع انقطاعٌ
وهذا لا يكون الا كلمح البصر او هو اقرب واسئل رضى الله عنه عن المعرفة
فقال هي الاطلاع على معانى خفايا مكامن الكونات وشواهد الحق فى جميع الشيئات
بتلميع كل شئ منها على معانى وحدانية مع النظر الى الحق لعين القلب واسئل
رضى الله عنه عن الوفاء فقال هو الرعاية لحقوق الله فى الحرمات ان لا يطالعها
بسر ولا نظرٍ والمحافظة على حدود الله قولًا وفعلًا والمسارعة الى مرضاته بالكلية
سرًّا وجهرًا وسئل رضى الله عنه عن الهمة فقال الهمة ان يتعرى بنفسه عن
حب الدنيا وبروحه عن التعلق بالاخرة وبقلبه عن ارادة مع ارادة المولى ويتجرد سره
عن الاشارة الى الكون ولو بلمحة واسئل رضى الله عنه لم قدم ذكرنا على ذكره فى قوله

تعالیٰ اذکرونی اذکرکم وقدّم محبته علیٰ محبّتنا فی قوله عزّ وجلّ یحبهم ویحبّونه فقال الذکر مقام طلبٍ وقصدٍ والطّلب مقدمة العطاء فلهٰذا قدّم ذکرنا له واما المحبّة فهی تحقق الالٰهیة من محض القدر لیس للعبد فیها کسب ولا یضع وجودها فی العبد الا بعد بروزها من جناب الغیب علی ید المشیئة والعبد هناك ساقط الکسب ممحوا السبب فلذا قدم محبة علی محبتنا له واخبر المشائخ عن الشیخین ابی محمد طلحة بن مظفر وابی القاسم عمر بن مسعود البزّاز قالا قیل للشیخ محی الدین عبد القادر رضی الله عنه ان فلاناً وسمو احد مریدیه یقول انهٗ یری الله تعالیٰ بعین رأسه فاستدعی به واسأله عن ذلك فقال نعم فانتهره ونهاه عن ذلك القول واخذ علیه ان لا یعود علیه فسألوا محق هذا ام مبطل قال هو ملتبسٌ علیه وذلك انه اشهد ببصیرة نور الجمال ثم خرق من بصیرته الی بصرهٖ منفذ فرآی بصره بصیرته وبصیرته یتصل شعاعها بنور شهوده فظن ان بصره رأی ما شهدته البصیرة فحسب وهو لا یدری قال الله عزّ وجلّ مرج البحرین یلتقیان بینهما برزخٌ لا یبغیان قالوا فدهش اهل المجلس عن سماع هذا الکلام وقام بعضهم ومزّق ثیابه وخرج الی الصحرآء عریانا وقال رضی الله عنه ینبغی للفقیر ان یکون جوّال الفکر دآئم الذکر کثیر العلم کثیر الحلم جمیل المنازعة قریب المراجعة اوسع الناس صدراً وازکی النّاس نفساً ضحکه تبسّم واستفهامه تعلّم مذکّرا للغافل معلّما للجاهل لا یوذی من یوذیه ولا یخالط فیما لا یعنیه ولا یشمت المصیبة ولا یتحدث بغیبة ودعاً عن المحرّمات متوقّفا عن الشبهات عوناً للغریب ابا للیتیم بشراه فی وجهه وحزنه فی قلبه مشغولاً بفکره مسروراً بفقره اهلی من الشهد واصلب فی الدین من الحدید لا یکشف سرّاً ولا یهتك ستراً لطیف الحکمة حلو المشاهدة کثیر الفائدة طیب المذاق حسن الاخلاق لین

الجانب طويل الصمت حليماً اذا جهل عليه صبوراً على من اساء اليه يبجل الكبير ويرحم الصغير ميتا على الاناث بعيداً عن الخباثات العفه التقى وخلقه الحياء كثير الحذر قليل الذلل حركاته كلها ادب وكلماته عجب لا يذكر احدا بغيبة وفوزاً صبوراً راضيا شكوراً قليل الكلام صادق اللسان لاسباب ولا تمام ولاعجولٌ ولا حقود ولا حسودٌ له لسانٌ صفوان وقلبٌ وقورٌ وقولٌ موزونٌ وفكرهُ لا يجول فيما كان ويكون فرضى الله عمن هذا وصفه وقال رضى الله عنه تفقه ثم اعتزل من عبد الله بغير علم كان مايفسده اكثر مما يصلحه خذ معك مصباح شرع ربك من عمل اعلم اورثه الله علم ما لم يعلم واخبر جمع من المشائخ عن الشيخ ابي الرضآء محمد بن احمد البغدادى المودب المعروف بالمفيد قال كنت كثيرا ما اتوقع من اساله عن شيئ من صفات القطب فدخلت انا والشيخ ابوالخليل احمد بن اسعد بن وهب الهروى الى جامع الرصافة فوجدنا فيه الشيخ القدوه ابا سعيد القيلوى والشيخ القدوه على بن الهيئتى رضى الله عنهم فسألت الشيخ ابا سعيد القيلوى عن ذلك فقال الى القطب انتهت رياسته هذا الامر فى وقته وعنده يحط رحال جلالت هذا الشان واليه يلقى امر الكون واهله فى عصره قلتُ فمن هو فى وقتنا هذا قال هو الشيخ محى الدين عبد القادر الجيلى رضى الله عنه فلم اتمالك ان وثبت ووثبوا كلهم ليحضروا مجلس الشيخ عبد القادر الجيلى ولا تقدم منا ولا تاخر وما من الا من كان يشتهى ان يسمع منه شيئا في هذا المعنى فوافينا يتكلم فلما استقر بنا المجلس قطع كلامه وقال اني لو اصف ان يبلغ وصف القطب ولا مسلك فى الحقيقة الاوله ماخذٌ مكين ولا درجة فى الولاية الا وله فيه موطئٌ ثابت ولا مقام فى النهاية الاوله فيه قدم راسخ ولا منازلة فى المشاهدة الاوله منها مشرب هنيئ ولا معراج الى مراقى الحضرة الاوله فيه مسرى علىٌ ولآ

امر في كوني الملك والملكوت الاول فيه كشف خارق ولا سرّ في عالم الغيب والشهادة الّا وله اليه مطالعة ولا مظهر لوجود الّا وله فيه مشاركةٌ ولا فعل لقوي الّا وله فيه مباطنة ولا نور الا وله منه قبسٌ ولا معرفة الا وله فيها نفسٌ ولا مجري تسابق الّا وهو اخذ بغايته ولا مدى الواصل الّا وهو مالك لنهايته ولا مكرمته الّا وهو لها مخطوب ولا مرتبة الّا وهو اليها مجذوب ولا نفسٌ الّا وهو فيها محبوبٌ وهو حامل لوآءِ العز ومنقضى سيف القدرة وحكم دست الوقت وسلطان جيوش الحبّ وولي عهد التّولية والعزل لا يشتقي به حبنيسه ولا يغيب عنه مشهوده ولا يتواري عنه حاله لا مرمي فوق مرماهُ ولا مغشي فوق مغشاه ولا وجود اتمّ من وجوده ولا شهودَ اظهر من الشهوده ولا اقتفآءَ للشرع اشدّ من اقتفآئه اِلّا اِنّهٗ كائنٌ بائِنٌ متصل منفصل ارضي سماوي ولولا ان جملته وتفصيله واوّله واٰخره منطوي في حواشي تمكين المصطفیٰ صلّى الله عليه وسلّم وممزوج رحيقه بتسنيم نسمات رعايته ومحصور محصله في قبضة امره اقبالاً وادباراً وجمعاً وتفرقة لحدق القدر شياج لحكم ولو خلق لهذا الامر الذى اشير اليه لسانٌ سمعتهم ورا يتم عجائب وكل هذا انباء عنه رضى الله عنه عن حاله ومقامه ولهذا انشد بعده الابيات :

مافى الصبابة منهل مستعذب	الّا ولي فيه الّا لذّ الاطيب
اوفى الوصال مكانة مخصوصة	الّا منزلتى اعزّ واقرب
وهبت لِى الايام رونق صفوها	فحلا مناهلها وطاب المشرب
وغدوت مخ ابكلّ كريمةٍ	لا يهتدى فيها اللّبيب ويخطب
اصبحت لا امـ ولا اُمنيّة	ارجو ولا موعودة اترقب
انامن.. جار يخاف جليسهم	ريب الزمان ولا يري مايرهب

قوم لهم فی کل مجد رتبته | علویّة وبکل جیش موکب
انا بلبل الافراخ املاء دوحها | طربًا وفی العلیاءِ باز اشهب
اضحت جیوش الحب تحت مشیتی | طوعًا ومهارمته لا تغرب
ما زلت ارتع فی میادین الرّضا | حتّٰی وهبت مکانة لا توهب
اضحی الزّمان کحلّة مرقومةٍ | تذهو ونحنُ لها الطراز المذهب
افلت شموس الاوّلین وشمسنا | ابدا علی افق العلیٰ لا تغرب

ذکرِ وصالِ مبارک

سرکارِ غوث الاعظمؓ کی وفات حسرت آیات کا تذکرہ ہم کتاب المجالس سے نقل کر رہے ہیں۔ اس ضمن میں یہ روایت خاص طور پر قابلِ ذکر ہے کہ جناب غوث پاکؓ کے صاحبزادے حضرت شیخ عبدالوہابؒ نے مرض الموت میں آپ سے وصیت کرنے کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا: بیٹا! تمہارے لیے تقویٰ بڑا ضروری ہے خدا کے بغیر کسی سے نہ ڈرو۔ کسی کے سامنے اپنی حاجت پیش نہ کرو۔ کسی غیر سے امید نہ لگاؤ۔ ہمیشہ اپنی حاجات اللہ تعالیٰ سے طلب کرو۔ کسی دُوسرے پر بھروسہ نہ کرو، نہ یقین کرو۔ اس کے علاوہ کوئی ذات اعتماد کے لائق نہیں۔ التوحید، التوحید، التوحید! اسی بات پر ساری اُمت کا اجماع ہے۔

مرض الموت میں آپ نے ایک اور جگہ فرمایا: جب دل اللہ سے لگایا جائے تو کسی دُوسرے سے کچھ نہ مانگو۔ یہی میری گفتگو کا مغز اور خلاصہ ہے۔ آپ نے مرض الموت میں اپنی اولاد کو فرمایا: میری چارپائی سے ہٹ جاؤ اگرچہ ظاہراً میں تم لوگوں سے ہمکلام ہوں مگر باطناً میں اور ہستی کے ساتھ ہوں۔ میرے اور تمہارے درمیان بہت بڑا فاصلہ ہے اور مخلوق اور میرے درمیان اتنی ہی دُوری ہے جتنی زمین و آسمان کے درمیان ہوا کرتی ہے۔

مجھے دُوسروں پر قیاس نہ کرو اور نہ ہی دُوسروں کو مجھ پر قیاس کیا کرو۔ تمہارے بغیر بھی اس وقت دُوسرے حضرات میرے پاس آ رہے ہیں مجلس میں ان کے لیے جگہ دو اور جگہ

کھُلی کر دو اور اُن کے احترام کا خیال رکھو، چونکہ وہ رحمتِ خداوندی کے حامل ہیں اس لیے اُن کے لیے جگہ خالی کر دی جائے۔

آپ کی اولاد میں سے ایک اور بزرگ نے بتایا کہ مرض الموت کے وقت آپ کی زبان سے اکثر وعلیکم السّلام نکلتا تھا اور فرماتے تھے: اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو بخشے اور میری اور آپ کی توبہ قبول فرمائے، مجھے ملک الموت کی کوئی پروا نہیں۔ ملک الموت تو اسے تلاش کرے جسے موت سے ڈر ہو۔ اے ملک الموت! اسے تلاش کر کے لاؤ جو ہمارے لیے مقرر کیا گیا ہے۔ ان الفاظ کے بعد آپ نے زور سے نعرہ بلند کیا اور جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔

آپ کی اولاد میں سے ایک نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ کا کیا حال ہے؟ آپ نے فرمایا: کوئی شخص میرا حال دریافت نہ کرے اور نہ یہ پُوچھے کہ اللہ تعالیٰ کا سلوک میرے ساتھ کیسا ہے۔

آپ کے صاحبزادے عبدالرزاق موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مرض الموت میں آپ کئی بار اپنا ہاتھ بڑھا کر وعلیکم السّلام فرماتے اور کہتے: توبہ کرو اور ان کی صف میں شریک ہو جاؤ۔ میں تمھاری طرف آرہا ہُوں۔ اور پھر فرماتے: ذرا نرمی کرو، میں خود آرہا ہُوں۔ انہی باتوں میں آپ پر موت کی غنودگی طاری ہوگئی اور پھر لا الٰہ الا اللہ محمدٌ رسُول اللہ کہا۔

آپ کے ایک اور صاحبزادے حضرت موسیٰؒ فرماتے ہیں کہ آپ نے بڑی صحت کے ساتھ اللہ اللہ اللہ تین بار فرمایا۔ اس کے بعد آپ ہمیشہ کے لیے چُپ ہو گئے۔ رضی اللہ عنہ۔

سلسلہ عالیہ قادریہ کے آداب

یہ چیزیں ہم نے بزرگانِ قادریہ کے معمولات اور تصانیف سے جمع کر دی ہیں اور بعض احوال ہم نے بزرگانِ سلسلہ قادریہ سے بچشم خود مشاہدہ کیے ہیں۔ ہمارے شیخ سیّد جمال اللہ جمال الدین ابوحامد

بن عبدالرزاق بن عبدالقادر بن محمد بن شمس الدین بن شاہ میر بن علی بن مسعود بن احمد بن الصفی بن عبدالوہاب بن شیخ الاسلام شیخ السمٰوٰت والارضین محی الدین عبدالقادر رضی اللہ عنہ الحسنی والحسینی نے ماہ شوال ۹۸۵ھ کو ہمیں بعض معمولات کی اجازت عنایت فرمائی اور اس میں ظاہری شریعت کا احترام مقدم فرمایا اور کلام اللہ اور سنّتِ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر عمل کرنے کی تلقین فرمائی۔ ان بزرگانِ قادریہ نے ہمیشہ عقاید اہلسنّت پر عمل کیا۔ ریاضتِ نفس، صبرِ جمیل، طلبِ مولیٰ، مصائب پر تحمل، لگاتار جدّ و جہد، علوم دینی کی پیاس، فقراء کی مجلس، بادشاہوں سے اجتناب، اغنیاء سے دُوری، اللہ سے ہر وقت دُعا و التجا، شیطان کے مکر سے توبہ و استغفار، اللہ کی رحمت کا اُمیدوار، دل میں حزن و رقّت، جولانیِ فکر، اخوّت و مودت، مساکین پر رحم، جُود و سخا کا اختیار کرنا، بخل سے پرہیز، تمام امور میں میانہ رَوی، فواحشات سے اجتناب، الحب فی اللہ والبغض للہ، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، دین کے معاملات میں سختی سے پابندی، نزاعی امور کو چھوڑنا، طبیعت میں خوش مذاقی، احوال و کرامات کو ترک کر دینا، حکمِ قضا پر سرِ تسلیم خم کرنا، محبتِ شیخ میں غرق رہنا، اپنی توجہ شیخ میں لگائے رکھنا، تمام احوال میں جمعیۃ قلب کا اختیار کرنا، تمام اشیاء میں مشاہدۂ حق کرنا۔

کتبہٗ: محمد شریف گل

شاہ نقشبند بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

بادشاہِ ہر دو عالم شاہِ عبدالقادر است

سرورِ اولادِ آدم شاہِ عبدالقادر است

آفتاب و ماہتاب و عرش و کرسی و قلم

نورِ قلب از نورِ اعظم شاہِ عبدالقادر است

کتبہ: محمد اعظم منور رقم

مکتبۂ نبویہ ◉ گنج بخش روڈ ◉ لاہور